



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن  
تُضَيِّبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلَيْهِ مَا فَعَلْتُمْ نَبِيًّا مِّنْ

# احادیث ضعیفہ کا مجموعہ

جن سے امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا



تالیف شیخ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل الرحمن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

### ☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

[kitabosunnat@gmail.com](mailto:kitabosunnat@gmail.com)

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# احادیث ضعیفہ

## کا مجموعہ

پندرہ ائمہ شیعہ کو ناقابل تلافی تصحیح

جلد دوم

تالیف

علامہ محمد صالح المنجد

تحقیق و نظر ثانی

ترجمہ

عبدالحفیظ مدنی

مولانا محمد صادق علی

ناشر

مکتبہ محمدیہ  
تذوقِ شریعت  
الفضل مارکیٹ  
اڈویا بازار لاہور

MOB: 0300-4826023, 042-37114660

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تمام کتاب	احادیث ضعیفہ کا مجموعہ
باہتمام	عبدالرحمان عابد
طبع سوم	جنوری 2012ء
تعداد	1100
قیمت	200/-

ارستاکسٹ

مکتبہ اہل حدیث، امین پور بازار فیصل آباد

041-2629292, 2624007

اسلامی کتب خانہ ڈاک خانہ بازار چچا وطنی، ضلع ساہیوال

0346-7467125, 0301-4085081

مکتبہ عائشہ صدیقہ، اقبال مارکیٹ، کینی چوک، راولپنڈی

051-5551014, 0321-5075075

مکتبہ اسلامیہ، ادارۃ الترجمہ و التالیف، رحمت آباد (حاجی آباد)، فیصل آباد  
Mob.: 0322- 6054145



E.mail: maktabah\_muhammadia@yahoo.com

& maktabah\_m@hotmail.com

Ph.: 042-37114650, Mob.: 0300- 4826023



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پیش لفظ

قارئین حضرات: والد المکرم محترم مولانا محمد صادق خلیل (رحمہ اللہ) نے پچاس سالہ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف اور ترجمہ میں بہت زیادہ اہل اسلام کی خدمت کی ہے کسی خاص موضوع پر کتاب کو تالیف کرنا آسان ہے، لیکن ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا بہت ہی مشکل ہے لیکن شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل نے اپنی خدا داد صلاحیتوں کی بنا پر اس پر خار وادی میں قدم رکھا تو اہل علم کے ساتھ عوام الناس نے بھی ان کے اس شگفتہ اور رواں دواں قلم کے انداز کو سراہا اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک نے آپ کی پانچ کتابوں کے آرڈر دے کر (اردو داں طبقہ میں) مفت تقسیم کیا تاکہ ان کو پڑھ کر کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو سمجھا جاسکے۔

اس سے مولانا کو عربی زبان سے اردو زبان میں تراجم کرنے کا شوق پیدا ہوا اور اپنی زندگی کو دین اسلام کی ترویج کیلئے وقف کر دیا اس سلسلہ میں مولانا (رحمہ اللہ) نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی اہم کتاب ”الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ“ کی دو جلدوں (ہر جلد پانچ سو احادیث پر مشتمل ہے) کا ترجمہ کیا اس کے بعد تیسری جلد لکھنے کا کام جاری تھا کہ مولانا اس سال چھ فروری ۲۰۰۲ء جمعہ المبارک فجر کے وقت اس دار فانی سے کوچ کر گئے (ان اللہ وانا الیہ راجعون) اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

اس کتاب میں ضعیف احادیث اور من گھڑت روایات کا تذکرہ کیا گیا ہے ان احادیث اور روایات کو اسلام کے دشمنوں نے اور بعض علماء سوء نے عوام الناس میں اس انداز کے ساتھ اس کی تشبیہ کر دی ہے کہ عام لوگ ان احادیث کو معتبر سمجھنے لگے ہیں ایسی احادیث کا زیادہ تر حصہ اسرائیلی روایات سے بھرپڑا ہے یا پھر واعظین، صوفیاء اور غالی شیعہ کا بیان کردہ ہے۔

علامہ البانی (رحمہ اللہ) نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے صحیحین کے علاوہ سنن اربعہ اور باقی کتب حدیث میں ان احادیث کو تلاش کر کے ان کا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور ان کی تحقیق کو

تفصیل کے ساتھ پیش کیا اور انہیں فن جرح و تعدیل کے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے ان پر ضعیف اور موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

یہ کتاب اہل علم، خطباء، واعظین، اساتذہ کرام اور ائمہ حضرات کے علاوہ عوام الناس کے لئے بھی بہت مفید اور ضروری ہے خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو فن حدیث سے گہرا شغف رکھتے ہیں، قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کتاب کی مذکورہ احادیث کو اچھی طرح پڑھیں اور ان ضعیف احادیث اور فتنہ پھیلانے والی من گھڑت احادیث سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی انتہائی کوشش کریں تاکہ ہمیں دین حق کی صحیح رہنمائی حاصل ہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حافظ و نگہبان ہو، آمین۔

اس کتاب کی جلد اول جو ایک سو احادیث پر مشتمل تھی آج سے تقریباً پانچ سال قبل ادارہ ضیاء السنہ سے شائع ہوئی تھی اور اس کے تقریباً چار ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں جو شائع ہونے کے فوراً بعد فروخت ہو جاتے ہیں اس پزیرائی کو دیکھتے ہوئے اب اس کی دوسری جلد جو دو سو احادیث (۱۰۱ تا ۳۰۰) پر مشتمل ہے طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جن قارئین نے اس کتاب کی جلد اول کو نہیں پڑھا وہ اس کو ضرور پڑھیں اس لئے کہ اس میں علامہ البانی (رحمہ اللہ) کے تین اہم مقدمات اور مترجم (رحمہ اللہ) کا ایک مقدمہ اور اصول حدیث کے قوانین شامل ہیں، استصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان کو جلد دوم میں شامل نہیں کیا جا رہا اس کے بعد باقی جلدیں (سوم، چہارم، جو پانچ سو احادیث پر مشتمل ہیں) بھی کمپوز ہو چکی ہیں جو جلد شائع کر دی جائیں گی، انشاء اللہ۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف، مترجم کو جہۃ الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین اور اس کے ساتھ ساتھ ناشر و جملہ معاونین کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

عبدالحفیظ مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

۲۰ ستمبر ۲۰۰۲ء

## فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	حدیث نمبر
15	101 بلاشبہ مجھے نسیان نہیں ہوتا البتہ میں بھلایا جاتا ہوں تاکہ میں احکام نافذ کر سکوں
16	102 لوگ نیند سے ہمکنار رہتے ہیں جب وہ موت سے ہمکنار ہوتے ہیں تو بیدار.....
16	103 ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھو جو توبہ کرنیوالے ہیں اس لئے کہ ان کے دل بہت نرم.....
16	104 جس شخص کے پاس صدقہ نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ یہودیوں پر لعنت کرے
18	105 جو شخص اپنے بھائی کی چاہت کی موافقت کرتا ہے اللہ اس کو معاف فرما.....
19	106 جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو اسکی شہوت سے ہمکنار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر.....
20	107 اللہ تعالیٰ دس لاکھ ثواب عطا کرتا ہے اور اس سے دس لاکھ برائیوں کو محو کر دیتا ہے
20	108 آپ انور جہاز جھاڑ کر تناول کرتے تھے
22	109 میری امت کے لوگوں کا عمل سلائی کا کام اور عورتوں کا کردار سوت کا تپا ہے.....
23	110 اگر کسی شخص کے دل میں خشوع ہے تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہے.....
24	111 انساب کے اہل علم جھوٹ کہتے ہیں ارشاد باری ہے: ”ان کے درمیان.....
25	112 کڑی تو سمندر میں مچھلی کا چھینک لینا ہے
25	113 تہمت کے مقامات سے خود کو بچاؤ
26	114 جس نے بچے کو پالا پوسا یہاں تک کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تو.....
27	115 اپنے کھانے کو اللہ کے ذکر اور نماز کیساتھ پھلانا اور اس پر نیند نہ کرو
29	116 رات کو کھانا تناول نہ کرنا بڑھاپے کو نمایاں کرتا ہے.....
31	117 خیر و برکت میں اضافے کیلئے کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرے
31	118 مردار کی کسی چیز سے فائدہ حاصل نہ کرو
33	119 جب والد اور لوگ مرغی کو پالنے لگیں گے تو انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے
35	120 جس شخص نے آگ کا عطیہ دیا یا نمک دیا یا پانی یا گھونٹ پلایا تو گویا کہ اس نے.....
36	121 آخری زمانے میں کم ہی حلال درہم دستیاب ہو گا یا ایسا بھائی جس.....

37	گانے سننے غیبت کرنے غیبت سننے چغلی کرنے اور سننے سے روک دیا گیا ہے...	122
38	بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک لمحہ کے بارے میں بھی دریافت کرے گا	123
38	جو شخص کسی کیساتھ ایک ساعت رفاقت رکھتا ہے اس سے دریافت کیا جائیگا کہ کیا	124
39	بداخلاقی گناہ ہے جسے معاف نہیں کیا جائیگا، بدظنی ایسی غلطی ہے جو سمجھتی رہتی ہے	125
40	کوئی گناہ نہیں ہے مگر اسکی توبہ ہے البتہ بد اخلاق شخص گناہ سے تائب نہیں ہوتا مگر...	126
41	پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا ۲۵ نمازوں کے برابر فرشتے جمع کی نماز پگڑی باندھ کر...	127
43	پگڑی پہن کر دو رکعت نماز ادا کرنا ستر رکعات سے بہتر ہے جو بلا پگڑی کے ہے	128
44	پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے	129
46	اللہ ان کو عذاب میں مبتلا نہیں کریگا جن کے چہرے خوبصورت ہیں انکی آنکھوں کی	130
47	اللہ شرم کرتے ہیں کہ وہ کسی خوبصورت چہرے کو دوزخ کے عذاب میں مبتلا کرے	131
48	خوبصورت چہرے کی طرف دیکھنے سے آنکھیں روشن اور برے چہرے کی طرف...	132
49	خوبصورت عورت کے چہرے، ہبزہ کی جانب دیکھنا آنکھوں کی بصارت میں اضافہ	133
50	3 چیزیں بصارت میں اضافہ کرتی ہیں ہبزہ، جاری پانی اور خوبصورت چہرے کی طرف	134
51	پہاڑ کے بارے میں سنو کہ مٹ گیا ہے تو تصدیق کرو جب تم کسی کی عادت کے...	135
52	جس نے حدیث بیان کی تو اس کے پاس چھینک لی گئی تو وہ حدیث درست ہے	136
54	جس حدیث کے بیان کے وقت چھینک آئے وہ حدیث بالکل درست صحیح ہے	137
55	تین چیزیں ہیں جن کے باعث جسم کو خوشی و فرانی ہوتی ہے، خوشبو، زم لباس، شہد پینا	138
56	کبھی بد بخت لوگوں سے زیادہ بد نصیب وہ شخص ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں فقیر رہا	139
57	زنا کا فعل فقر و فاقہ کو جنم دیتا ہے	140
58	تم خود کو زنا سے تحفظ عطا کرو بلاشبہ اس میں 6 خصلتیں ہیں 3 دنیوی 3 اخروی	141
59	زنا کے باعث 6 نقصانات ہیں 3 کا تعلق دنیا جبکہ 3 کا تعلق آخرت کے ساتھ	142
61	زنا کے باعث ۴ قسم کے نقصان چہرے کی رونق و رزق قسم اللہ ناراض دوزخ میں بھیگی	143
62	زیادہ جھوٹ بولنے والے لوگ کپڑا رنگنے والے زیورات بنانے والے زرگر ہیں	144



64	نبی ﷺ بیمار کی عیادت کے لئے تیسرے دن کے بعد تشریف لے جاتے تھے	145
65	بیمار کی عیادت تیسرے دن کے بعد کی جائے	146
65	نکاح کروطلاق نہ دو، طلاق ایسا فعل ہے جس سے اللہ کا عرش کانپ جاتا ہے	147
66	ایک درہم کے برابر خون ہو تو اس کو دھویا جائے اور نماز کو لوٹایا جائے	148
67	درہم کے بقدر خون جسم (کپڑے) کو لگ جائے تو دھویا جائے اور نماز کو لوٹایا جائے	149
68	3 بیماریوں کی بیماری پر سی نہ کجائے آنکھ، درد، داڑھ کے کی بیماری، اور جسم میں پھوڑا	150
69	مکڑی شیطان ہے اللہ نے اس کو سخ کر دیا ہے تم اس کو قتل کرو	151
69	ان الفاظ کیساتھ سفارشی کلمات کہو الحمد للہ، قل ہو اللہ احد جس کو قرآن شفا نہیں دیتا	152
71	جو شخص قرآن کے علاوہ سے شفا کا طلب گار ہے اس کو اللہ شفا عطا نہ کرے	153
71	سخی اللہ کے قریب بخیل اللہ سے دور، جاہل سخی اللہ کے ہاں عبادت کرنیوالے بخیل	154
72	میری امت کیلئے موسم وہ موسم بہار ہے جس میں انگور، تربوز دستیاب ہوتے ہیں	155
73	خود کو لوگوں کی بدظنی سے محفوظ رکھو	156
74	اخراجات میں میانہ روی آدمی معیشت اطہار محبت آدمی عقل اچھا سوال آدمی عالم	157
75	تم جمعہ کے دن غسل کرو اگر چہ پانی کا ایک پیالہ ایک دینار کے عوض دستیاب ہو	158
76	جو جمعہ کے دن گڑیوں کو زیب تن کرتے ہیں اللہ فرشتے ان کے حق میں دعا کرتے ہیں	159
77	عرب کیساتھ محبت کرو اسلئے کہ میں، قرآن عربی ہیں جبکہ جنتیوں کی زبان عربی ہوگی	160
80	میں عربی ہوں جبکہ قرآن عربی ہے اور جنت والوں کی زبان بھی عربی ہے	161
82	جب اللہ نے طور پر تجلی کی اس کے باعث 6 پہاڑوں نے پرواز کی 3 مدینہ 3 مکہ میں	162
83	جب عرب ذلیل ہو جائیں گے تو اسلام ذلیل ہو جائے گا	163
86	مدبر غلام کو فروخت کیا جاسکتا ہے نہ ہیہ کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ ثلث مال سے آزاد ہوگا	164
87	انجیر تناول کرو اگر ایک پھل جنت سے اترا ہے جس میں گھنٹھی نہیں وہ انجیر ہے	165
88	بلاشبہ اہل بیت لوگ ان کی خوراک کم ہوتی ہے تو ان کے گھر روشن ہوتے ہیں	166
89	کھانے سے پہلے تربوز کا استعمال پیٹ کو صاف اور بیماری کو بالکل ختم کر دیتا ہے	167

119	جمعة المبارک فقراء کا حج ہے جبکہ ایک لفظ میں ہے کہ مساکین کا حج ہے	191
120	مرغی میری امت کے فقراء کیلئے بکری ہے جبکہ جمعہ کا دن امت کے فقراء کیلئے حج ہے	192
121	انسان کی سعادت ہے کہ اس کی داڑھی ہلکی ہو	193
123	زیتون کے تیل کیساتھ علاج کرو جبکہ یہ تیل بوا سیر کے مریض کو صحت عطا کرتا ہے	194
124	جب بیوی یا لونڈی سے جماع کرے تو اس کی شرم گاہ کی جانب نہ دیکھے اس لئے کہ	195
127	جماع کے وقت عورت کی شرم گاہ کی جانب نہ دیکھے بلاشبہ اس سے اعضاء گونا گون	196
128	عورتوں کیساتھ جماع کے وقت زیادہ کلام نہ کرو اس سے گونگا پن اور زبان میں لکنت کا	197
129	جو مال یا جسم کی وجہ سے تکلیف دیا گیا اور اس نے شکایت نہ کی تو اللہ پر واجب ہوتا ہے	198
130	بیٹے کا باپ پر حق ہے کہ اس کا نام خوبصورت رکھے اور اس کی اچھی تربیت کرے	199
131	حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے	200
133	جو پندرہ ہفت ہوتا ہے وہ اپنی قبر میں 40 روز گزارتا ہے تو اسکی روح اسکے جسم میں واپس	201
137	بلاشبہ انبیاء 40 راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں ہوتے البتہ اللہ کے آگے نوافل ادا	202
138	جس نے قریب سے مجھ پر درود بھیجا میں اسکے درود کو سنتا ہوں، دور سے درود بھیجا تو مجھ تک	203
142	جس نے حج کیا میری قبر کی زیارت کی جہاد کیا بیت المقدس میں، مجھ پر درود بھیجا تو.....	204
144	جو مجھ پر مشرق مغرب سے سلام کہتا ہے تو میں اور فرشتے اس پر سلام کا جواب دیتے ہیں	205
145	جس نے انبیاء کو گالیاں دیں اسے قتل جس نے میرے صحابہ کو گالیاں دیں اس کو کوڑے	206
145	افضل دن عرفہ کا ہے جبکہ جمعہ کا دن ہوا سا حج جمعہ کے علاوہ سے ستر بار حج کرنا بہتر ہے	207
146	جس کا حج قبول ہوتا ہے اسکے نکر جردوں سے اٹھائے جاتے ہیں یعنی غائب ہو جاتے	208
147	میری امت کے حق میں میری شفاعت درست ہے البتہ بدعت کرینوالے کیلئے نہیں	209
148	حج اتمام پذیر ہوگا جب آپ اپنی رہائش گاہ سے احرام باندھیں گے	210
149	: جس نے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کیلئے حج عمرہ کا احرام باندھا اسکے پہلے پچھلے تمام گناہ	211
150	حلال ہونکی صورت میں فائدہ اٹھانا واسلئے کچھ عظیم احرام کی حالت میں کیا کچھ پیش	212
151	عمان سے ایک حج کرنا بہتر، دوسرے مقامات سے دو حج کرنے سے افضل ہے	213

89	کھانے میں برکت ہوتی ہے جب کھانے سے پہلے اور اسکے بعد وضو کیا جائے	168
92	قرآن کا دل نہیں ہے جس نے اسکی تلاوت کی گویا اس نے قرآن کی دس بار تلاوت کی	169
94	ہاروت ماروت فرشتوں کو خوبصورت عورت کی شکل میں زمین کی جانب اتارنے کا بیان	170
98	جس کے ہاں بچہ ہو اس کا نام آپ ﷺ کیساتھ ترک سے محمد رکھتا ہے وہ اور بیٹا.....	171
100	داؤد علیہ السلام کا اللہ کا گھر بنانے سے پہلے اپنا گھر بنانے کا بیان	172
101	ایک ساعت غور و فکر کرنا ساٹھ (60) سال کی عبادت سے بہتر ہے	173
102	مسلمان سات یا نو ہاتھ دیوار تعمیر کرتا ہے اسکو منادی کجاتی ہے فاسق تو کہاں جا رہا ہے	174
103	ضرورت سے زیادہ عمارت تعمیر کرنے پر قیامت کے دن تکلیف دی جائے گی	175
104	ہر قسم کی عمارت کی تعمیر اس کے تعمیر کرنے والے پر وبال ہے البتہ ایسی عمارت.....	176
106	جس نے عمارت تعمیر کی یا درخت لگایا کسی پر ظلم نہیں کیا تو اس کا ثواب.....	177
106	جس نے مسلمان کو گناہ پر عار دلائی وہ فوت نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ.....	178
107	دعا ایماندار کا ہتھیار ہے دین کا ستون ہے، آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے	179
108	نجات اور رزق چاہتے ہو تو رات دن دعا کرتے رہو اس لئے کہ دعا.....	180
109	تا فرمانی سے رزق میں کمی جب کہ نیکی سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا	181
109	تم میں وہ بہتر ہے جو اپنے خاندان سے مدافعت کرتا ہے جب کہ گناہ کا کام نہ ہو	182
110	مسجد کے پڑوس کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں ہی ہوتی ہے	183
113	جب تم بیمار شخص کے ہاں جاؤ تو تم اس کی عمر کے بارے میں رغبت و دلدادہ	184
114	بیٹیوں کو دفن کرنا باعث عزت و شرف ہے	185
115	بیٹیوں کو دفن کرنا عظمت کے کاموں سے ہے	186
115	بلاشبہ اللہ تعالیٰ مکہ کی مسجد کے لوگوں پر رات دن میں 120 رحمتیں اتارتا ہے	187
117	بلاشبہ اللہ تعالیٰ روزانہ یک صد رحمتوں کو اتارتا ہے	188
117	دھوپ میں بیٹھنے سے خود کو بچاؤ، سورج کی دھوپ پڑوس کو بوسیدہ کرتی ہے	189
118	تم میں سے ہر شخص کے سر میں جذام بیماری کی رگ ہے جو جوش مارتی ہے	190

152	جس شخص نے مجھ پر درود نہ بھیجا اس کا کچھ دین نہیں ہے	214
153	جس نے مجھ پر جمعہ کے روز اسی بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اسکے ۸۰ سال کے گناہ معاف فرما	215
154	بلاشبہ ہم کچھ لوگوں کی تعریف کرتے ہیں جبکہ ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے ہیں	216
154	نیلاپن آنکھ میں ہونا برکت ہے اور اللہ تعالیٰ کی آنکھیں نیلی مائل نہیں	217
155	جو جمعہ کے دن سفر پر نکلتا ہے فرشتے اس کیلئے بددعا کرتے ہیں کہ اللہ اس کا ساتھی نہ بنے	218
156	جس نے جمعہ کے روز سفر کیا فرشتے اسکے حق میں بددعا کرتے ہیں کہ اس کی ضرورت پوری	219
157	بلاشبہ نبی ﷺ کے بیٹے ابراہیم کو جنت میں دودھ پلانے والی میسر ہے اگر وہ زندہ رہتا تو	220
158	نکاح سے پہلے حج کرنا چاہئے	221
159	جس شخص نے حج ادا کرنے سے قبل نکاح کیا اس نے معصیت کا آغاز کیا	222
159	حجر اسود زمین پر اللہ کا دایاں ہاتھ ہے اس کیساتھ اللہ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے	223
160	قرآن کے حاملین اللہ کے دلی ہیں جس نے ان سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی	224
161	قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں قبروں پر مسجدیں تعمیر اور چھاغ رکھنے پر لعنت کی گئی ہے	225
164	عقیق کی انگوٹھی پہننا اس لئے کہ اس میں برکت ہے	226
165	عقیق کی انگوٹھی پہننا اس لئے کہ وہ فقر و فاقہ کو ختم کر دیتی ہے	227
166	عقیق کی انگوٹھی کا سایا لی عطا کرتی ہے دایاں ہاتھ زیادہ لائق ہے کہ اس کو زینت عطا کی جائے	228
166	عقیق کی انگوٹھی پہننے سے کسی کو کوئی غم لاحق نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اسکے ہاتھ میں ہے	229
167	جس شخص نے عقیق کی انگوٹھی پہنی وہ ہمیشہ خیر و برکت کا ملاحظہ کرتا رہے گا	230
167	تم کبھی وہ پختہ کھجور ملا کر کھاؤ اسلئے کہ شیطان دیکھ کر ناراض ہوتا ہے اور کہتا ہے ابن آدم..	231
169	نہار منہ کھجور کھاؤ اس لئے کہ کھجور کھانا کبیروں کو مار دیتا ہے	232
170	جنت میں زیادہ خرز مہرے (مٹکے یا جواہر) عقیق کے ہوں گے	233
172	عورتوں کو نفاس میں کھجور کھلائیں اسلئے جس نے نفاس میں کھجوریں کھائیں اس کا لڑکا	234
173	دنیا کے ترک سے مقصود کم کھانا اور کم سیراب ہونا ہے اور لوگوں کی تعریف کو برا جانا ہے	235
174	دنیا میں نیک لوگ دنیا سے زہد جیسی چیز کے ساتھ مزین نہیں ہوتے	236

237	جو در پردہ کام کرتا ہے تو اللہ اس کو اس جیسی چادر پہنا دیتا ہے اگر اچھا ہے تو اچھی شہرت کی	175
238	جب دسترخوان بچھایا جائے تو کوئی شخص نہ اٹھے جب تک تمام کھانے سے فارغ نہ ہو	176
239	آپ ﷺ نے کھانے سے اٹھنے سے منع فرمایا جب تک کہ کھانا اٹھایا نہ جائے	177
240	آپ ﷺ نے جنوں سے تحفظ کے لئے جانوروں کے ذبح کرنے سے منع فرمایا	177
241	بلاشبہ یہ اسراف ہے کہ آپ جو چاہیں تناول کریں	178
242	تھوڑا ہنسنے اور تھوڑی خوراک کھا کر دلوں میں زندگی کو اجاگر کر دھوکے کرہ کو گویا کیزہ کرہ	179
243	افضل وہ ہے جس میں طبع نہیں جو کم ہنستا ہے اور کم لباس میں خوش رہتا ہے جو شرمگاہ کو	180
244	اللہ کے ہاں بلند ترین مرتبہ پر اور مغضوب ترین مرتبہ پر کون لوگ فائز ہوں گے	180
245	لباس دکھانے پہننے میں ضرورت سے نصف حاصل کرنا نبوت کا ایک حصہ ہوگا	180
246	کھانے پر کھانا برس کی بیماری پیدا کرتا ہے	181
247	بلاشبہ کوئی عمل بھوکے اور پیاسے رہنے سے زیادہ اللہ کے ہاں محبوب نہیں ہے	181
248	بھوکا رہنا تمام اعمال سے بہتر ہے اور اونی لباس پہننے سے نفس کو اکھساری ملتی ہے	181
249	تفکر نصف عبادت ہے اور کم خوراک کھانا ہی عبادت ہے	182
250	جب آپ صبح کھانا کھاتے تو رات کو نہ کھاتے اور جب رات کو کھاتے تو صبح کو نہ کھاتے	182
251	بھوک کی وجہ سے عظمت نمودار ہوتی ہے اور دل میں فطانت جلوہ گر ہوتی ہے	182
252	پیٹ بھرنا اصل بیماری ہے اس سے بچ کر رہنا اور پرہیز کرنا اصل علاج معالجہ ہے	183
253	روزے رکھو تم صحت و تندرستی سے ہسکتا رہو گے	184
254	سفر کیا کرو صحت مند رہو گے اور جہاد کیا کرو تم مالدار ہو جاؤ گے	185
255	سفر کیا کرو صحت مند رہو گے اور فوٹا نہ حاصل کرو گے	185
256	اللہ روزانہ 120 رحمتیں نازل فرماتا ہے ان میں 60 طواف 40 احکاف 20 دیکھنے	186
257	تم خود کو اسراف سے دور رکھو جن نشین رکھیں کہ ایک دن میں دو بار کھانا بھی اسراف ہے	187
258	بلاشبہ سنت یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے مہمان کیساتھ گھر کے دروازے تک نکلے	187
259	تکلف سے بیمار نہیں ہونا چاہئے اور اپنی قبروں کو خود تیار نہیں کرنا چاہئے وگرنہ..	188



260	نفاس والی عورتوں کو تازہ گھوڑیں کھلاؤ سب سے بہتر گھوڑی برنی قسم کی گھوڑی ہے جو شفاعطا	188
261	گھوڑی کیساتھ اچھا رویہ اختیار کرو واسلئے کہ اللہ نے آدم کی باقی مٹی سے گھوڑی کو پیدا کیا	189
262	گھوڑا نار اور گھوڑا آدم کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں	190
263	درخت معزز ہے وہ جس کے سائے میں مریم کی پیدائش ہوئی تم اپنی بیویوں کو تازہ گھوڑی	191
264	نفاس والی عورتوں کیلئے تازہ گھوڑی بہار کیلئے شہد بہترین شفاعطا کرتا ہے	192
265	تعلیم یافتہ کی قبر کی فرشتے زیارت کریں گے جیسا کہ اللہ کے گھر کی زیارت کی جاتی ہے	193
266	جب آپ ﷺ کو بھولنے کا خوف ہوتا تو اپنے ہاتھ میں دھاگہ ڈالتے تاکہ وہ کام یاد رہے	195
267	جس نے دھاگہ باندھا اس نے اللہ کیساتھ شریک کیا جبکہ وہ ضرورتوں کو یاد دلاتا ہے	195
268	جس نے بسم اللہ کی تحریک زین سے اٹھایا یا خوبصورت لکھا اس کے والدین کے عذاب	196
269	عالم فحش بے وقوفی کی باتیں نہیں کرتا ہے	197
270	قرآن کی قرأت کرنے والا شخص خرافات سے محفوظ رہتا ہے	197
271	جس نے قرآن کو کھٹا کیا اللہ اس کو عقل کی وجہ سے فائدہ عطا کرے گا حتیٰ کہ وہ موت سے	198
272	کسی شخص کی عقل کا اعتبار اسکی طویل داڑھی اگلی مٹی کے نقش اور اسکی کنیت میں دیکھو	199
273	سورہ نساء کے بعد وقف نہیں ہے	199
274	پڑوسی کے بارے میں 40 گھروں تک کی وصیت کا بیان دس دس گھر پر جانب	200
275	جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا کہ جس سے اس کا پڑوسی اس کی الکالی سے خنجر زد ہو	200
276	پڑوس کا حق چالیس گھروں تک ہے دائیں جانب اور بائیں جانب اور آگے اور پیچھے	202
277	وہ شخص جو چالیس گھروں کی مسافت پر آباد ہے وہ اس کا پڑوسی ہے	202
278	علم کیلئے کوشاں چار اشخاص اجر و ثواب سے ہمکنار ہوتے ہیں	203
279	ایک پیغمبر کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا (اس سے مقصود سطح نامی شخص ہے)	204
280	اگر محمد نہ ہوتا تو میں آدم کو پیدائے کرتا اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں جنت و دوزخ کو پیدائے کرتا	204
281	یہ ایسا پیغمبر ہے جس کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا مقصود خالد بن سنان ہے	205
282	اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدائے کرتا	206

206	تیراندازی کرو بلاشبہ تیراندازوں کی قسمیں لغو ہیں نہ قسم ٹوٹتی ہے اور نہ کفارہ ہے	283
207	اے معاذ! تو نے بتانا ہوگا آسمان پر کبکشاں تو عرش کے نیچے ایک سانپ کا لعاب ہے	284
208	روزوں میں کسی دن کو فضیلت نہیں البتہ رمضان کے مہینہ دو عاشرہء کے دن کو فضیلت ہے	285
210	بلاشبہ آدم بیت اللہ میں ہزار بار آئے پیادہ روانہ ہوئے 3 سوچ گئے اور 700 عمرے	286
211	قتل کرنے والا شخص اس آدمی پر کوئی گناہ نہیں چھوڑتا جس کو اس نے قتل کیا	287
211	آپ ﷺ اپنی داڑھی کو چوڑائی اور لمبائی کی جانب پکڑتے تھے	288
212	جس نے روزانہ رات کے لمحہ میں سورۃ الواقعة پڑھی وہ کسی فقر وفاقہ سے دوچار نہ ہوگا	289
213	جو شخص رات کے لمحات میں سورۃ واقعہ و قیامت کی قرأت کرے وہ فقیر نہ ہوگا اور قیامت	290
213	جس نے سورۃ الواقعة کی قرأت کی وہ فقر وفاقہ سے دوچار نہیں ہوگا	291
214	رات دن، سورج کے طلوع و غروب، کڑی بہاولوں، گرج، ہمد و عورت کی حقیقت کا بیان	292
215	سورج کیساتھ نافرشتے ہیں جو اس کی جانب برف پھیلتے ہیں اگر یوں نہ ہوتا تو جس چیز پر	293
217	زمین پانی پر پانی پتھر پتھر پھلکی کی کمر پر اسکے دونوں کنارے عرش کیساتھ ملے ہیں	294
218	جس نے قتل ہوا اللہ احد و دوسو بار پڑھا اس کے دو سو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں	295
219	بلاشبہ اللہ کسی مسلمان کو رمضان کے پہلے دن کی صبح تک اس کی مغفرت فرما دیگا	296
219	بلاشبہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن کسی کو نہیں چھوڑے گا مگر اس کو معاف کر دے گا	297
221	اللہ رمضان کی پہلی رات سب لوگوں کو معاف کر دینگے نبی ﷺ نے منافق کو کافر قرار دیا	298
223	جب ماہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کسی بندے کی طرف دیکھتا ہے تو اس کو معاف کر دیتا ہے	299
224	جس نے قتل ہوا اللہ کو آخر تک دو سو بار پڑھا تو اللہ اس کیلئے پندرہ سو تکیاں تحریر فرماتے ہیں	300

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰۱) «أَمَا إِنِّي لَا أُنْسِي، وَلَكِنْ أُنْسِي لِأُضْرِعَ»

ترجمہ: ”خبردار! بلاشبہ مجھے نسیان نہیں ہوتا البتہ میں بھلایا جاتا ہوں تاکہ میں احکام کا نفاذ کروں“

تحقیق: حدیث باطل ہے، اس کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے امام غزالی نے اس حدیث کو یقین کے ساتھ احياء العلوم (۳۸/۴) میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اس حدیث کی نسبت نبی ﷺ کی جانب کی ہے، چنانچہ علامہ عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج میں وضاحت کی ہے کہ امام مالک (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو بلا اسناد ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث مجھ تک پہنچی ہے۔

علامہ ابن عبد البر (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ مؤطا میں یہ حدیث مرسل کی صورت میں بلا اسناد بھی موجود ہے، حمزہ کنانی (رحمہ اللہ) کا قول بھی اسی طرح کا ہے اس نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث مالک کے طریق کے سوا سے وارد نہیں ہے جبکہ ابوطاہر انماطی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس حدیث کے بارے میں میری دریافت طول پکڑ گئی جب کہ میں نے ائمہ حدیث اور حفاظ سے اس کے بارے میں دریافت کیا لیکن مجھے کامیابی حاصل نہ ہو سکی بلکہ میں نے کسی راوی کے بارے میں نہیں سنا، کہ وہ اس حدیث کے بارے میں کامیابی سے ہمکنار ہوا ہو، نیز ابوطاہر (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ حدیث کے بعض طلبہ نے اس حدیث کے بارے میں دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث مسند سے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث مؤطا امام مالک (۱۶۱/۱) میں مذکور ہے کہ امام مالک (رحمہ اللہ) تک یہ حدیث پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بلاشبہ میں بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں نو اسی لئے تاکہ میں اس کو سنت قرار دوں“ حدیث کی ظاہری کیفیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ بشریت کے تقاضوں کے مطابق نسیان سے دوچار نہیں ہوتے البتہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھلا دیتا ہے تاکہ آپ اس کو بیان کریں۔

اس صورت میں یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے جو بخاری مسلم اور ان دونوں کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی وارد ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث وارد ہے کہ ”بلاشبہ میں تو انسان ہوں میں نسیان سے ہم کنار ہوتا ہوں جیسا کہ تم بھی نسیان سے ہم کنار ہوتے ہو تو جب مجھے نسیان لاحق ہو تو مجھے یاد دلا دیا کرو“ اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے نسیان پر کوئی حکم مرتب ہو اور فوائد حاصل ہوں، مقصود یہ ہے کہ نسیان کی نٹی جائز نہیں جس کا تعلق انسان کی طبیعت کے ساتھ ہے اس باطل

حدیث کے باعث جرمِ حدیث کے معارض ہے۔

(۱۰۲) «النَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوْا»

ترجمہ: ”لوگ نیند سے ہمکنار رہتے ہیں جب وہ موت سے ہمکنار ہوتے ہیں تو بیدار ہو جاتے ہیں“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲۰۱۴) میں مرفوع بیان کیا ہے جب کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے اور علامہ سبکی (رحمہ اللہ) (۱۷۱۳-۱۷۱۷) نے اس کی متابعت کی ہے کہ میں نے اس حدیث کو مرفوع نہیں پایا ہے البتہ اس حدیث کی نسبت اور اس کی مثل علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کی جانب الکشف (۳۱۲/۲) میں کی ہے۔

(۱۰۳) «جَالِسُوا التَّوَابِينَ فَإِنَّهُمْ أَرْقُ أَفْنِدَةً»

ترجمہ: ”ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھو جو توبہ کر نیوالے ہیں اس لئے کہ انکے دل بہت نرم ہوتے ہیں“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے جب کہ علامہ عراقی (رحمہ اللہ) نے (۳۱۴) میں اور علامہ سبکی (رحمہ اللہ) (۱۷۱۳) نے اس کی متابعت کی ہے کہ میں نے اس کو مرفوع معلوم نہیں کیا ہے، علامہ عراقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے یہ تو عون بن عبد اللہ (رحمہ اللہ) کا قول ہے، ابن ابی الدنیار (رحمہ اللہ) نے اس کو التوبہ میں ذکر کیا ہے۔

(۱۰۴) «مَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ صَدَقَةٌ فَلْيَلْعِنِ الْيَهُودَ»

ترجمہ: ”جس شخص کے پاس صدقہ نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ یہودیوں پر لعنت کرے۔“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، الخطیب (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو باربع بعداد (۱۴/۲۷۰) میں علی بن حسین بن حبان کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے بیان کیا میں نے اپنے والد کی کتاب میں اس کے ہاتھ کی تحریر سے پایا ہے کہ ابو زکریا (راوی) یعنی ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یعقوب بن محمد اثر ہری صدوق ہے البتہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا ہے کہ وہ کس سے روایت کرتا ہے جب کہ اس نے اس کو وشم بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو مرفوع نقل کیا ہے۔

ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے یہ جھوٹ اور باطل ہے کوئی بھی تھکنہ شخص اس حدیث کو بیان نہیں کرتا ہے جب کہ ابن جوزی نے اس کو السموات میں خطیب کے طریق سے ذکر کیا ہے، بعد



ازاں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے صراحت کی ہے کہ یعقوب (راوی) کے بارے میں امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ شخص ہرگز کچھ بھی نہیں ہے جب کہ علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے (۷۶۲) میں اس کا تعاقب کیا ہے اور یعقوب (راوی) کی توثیق کی ہے مزید برآں اس نے اس باطل حدیث کی علت سے پردہ کشائی نہیں کی ہے جب کہ علت انقطاع ہے، چنانچہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے یعقوب (راوی) کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ اس شخص سے غلطی ہوئی ہے جس نے بتایا ہے کہ اس نے ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے وہ اپنے والد سے وہ اس حدیث کو عاکشہ رضی (رحمہ اللہ) عنہما سے مرفوع بیان کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اور شاید کہ یہ شخص جس کا نام ذکر نہیں ہے اس سے مقصود عبداللہ بن محمد بن زاذان مدنی ہے جب کہ وہ ہذاکت والا ہے جیسا کہ اس کا ذکر آئے گا بلاشبہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس کے طریق سے جرجانی نے اپنی کتاب التاریخ (۲۸۲) میں اور اسی طرح المصیاء نے اپنی کتاب المنقذی من مسموعاتہ بمرؤ (۲/۳۳) (جس کو اس نے مرو شہر میں سنا) اس عبداللہ کے طریق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عاکشہ (رحمہ اللہ) عنہما سے اس کو مرفوع بیان کیا۔

ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو اس طریق سے بھی روایت کیا ہے اور اس کو معلول قرار دیتے ہوئے ابن عدی کا قول بیان کیا ہے: کہ عبداللہ بن محمد بن زاذان سے احادیث محفوظ نہیں ہیں جبکہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس راوی کو میزان الاعتدال میں کہا ہے: کہ وہ ہذاکت والا ہے، بعد ازاں اس سے اس حدیث کو ابن عدی کے طریق سے ذکر کیا ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

مزید برآں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المعیزان میں اس کا قرار کیا ہے کہ اس حدیث کی ایک اور اسناد ہے جس کا ذکر الخطیب (رحمہ اللہ) (۲۵۸/۱) نے اسماعیل بن محمد الطلحی کے طریق سے کیا ہے وہ سلیم کی سے روایت کرتا ہے وہ طلحہ بن عمرو سے وہ عطاء سے وہ ابو ہریرہ (رحمہ اللہ) سے اس کو مرفوع روایت کرتا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، طلحہ، سلیم اور الطلحی متروک راوی ہیں، البتہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے (۸۵/۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ طلحی (راوی) سے ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور مطین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کا تذکرہ ثقہ رواۃ میں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: گویا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) اس طرح سے اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ حدیث کی علت وہ

راوی ہے جو طلحی سے اوپر ہے اور یہی درست ہے ظاہر ہے کہ اس سلیم سے مقصود ابن مسلم خشاب (راوی) ہے، امام نسائی (رحمہ) نے اس کو متروک الحدیث قرار دیا ہے، امام احمد (رحمہ) کا قول ہے: ”اس کی بیان کردہ حدیث کچھ چیز نہیں“

طلحہ بن عمرو کے بارے میں امام نسائی (رحمہ) کا قول ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے جبکہ عبد الرحمن بن مہدی نے اس کے بارے میں بہت زیادہ احادیث کا انکار کیا ہے جس کو اس نے چہوڑہ پر بیٹھ کر روایت کیا ہے اس نے کہا: «استغفر الله العظيم واتوب إليه منها» ”میں اللہ کی ذات سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو عظمت والی ذات ہے اور اللہ کی جانب اس سے توبہ کرتا ہوں“ اس پر اس نے کہا کہ آپ چہوڑہ پر بیٹھیں اور لوگوں کو آگاہ کریں اس پر اس نے کہا: ”تم میری جانب سے لوگوں کو خبردار کر دو“

بعد ازاں امام سیوطی (رحمہ) نے آگاہ کیا ہے کہ اس حدیث کو ابو الحسن محمد بن احمد بن سہل الباہلی نے چوری کیا ہے اس نے اس حدیث کو وہب بن بقیہ سے بیان کیا اس نے سفیان بن عیینہ سے اس نے زہری سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ (رحمہ) سے روایت کیا ہے ابن ابی عمیر نے اس حدیث کو (۱۱۳۱۸) میں بیان کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ زہری نے اپنے باپ سے ایک حرف بھی بیان نہیں کیا ہے جب کہ حدیث باطل ہے اس حدیث کے بارے میں اس ابو الحسن (راوی) کا ہاتھ ہے اس لئے کہ وہ حدیث کے متن اور اسناد کو وضع کیا کرتا تھا اور ضعیف حدیث سے چوری کیا کرتا تھا اور ان کو ثقہ رواۃ کی جانب منسوب کیا کرتا تھا۔

تنبیہ: شیخ عجلونی نے اس حدیث کو الـکشف (۲۷۷/۱۲) میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں کچھ کلام نہیں کیا ہے اور نہ اس سے جس نے نقل کیا ہے وہ ابن حجر ہیتمی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عجلونی کا شمار تاقدرین سے نہیں ہے وگرنہ اس قسم کی باطل حدیث اس سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی تھی جب کہ شیخ ملا علی قاری (رحمہ) نے اس حدیث کے بارے میں (ص ۸۵) پر ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ موضوع ہے اور اس نے ابن القیم (رحمہ) سے (ص ۱۰۹) میں نقل کیا ہے کہ موضوع حدیث کی علامات سے ہے کہ وہ فی نفسہ باطل ہوتی ہے، معلوم ہوا یہ کلام نبی ﷺ کا نہیں ہے، بعد ازاں اس نے چند احادیث کو ذکر کیا ان میں یہ بھی ہے اور ذکر کیا ہے کہ لعنت ہرگز صدقہ کے قائم مقام نہیں ہے۔

(۱۰۵) «مَنْ وَافَقَ مِنْ أَخِيهِ شَهْوَةً غَفَرَ اللَّهُ لَهُ»

ترجمہ: ”جو شخص اپنے بھائی کی چاہت کی موافقت کرتا ہے اللہ اس کو معاف فرمادیتے ہیں“

**تحقیق:** حدیث من کھرت ہے عقیلی (رہ) نے اس حدیث کو الضعفاء (۳۳۶، ۳۳۷) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابو نعیم (رہ) نے اخبار اصہبان (۶۶/۲) میں نصر بن نجیح باہلی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عمر ابو حفص نے حدیث بیان کی اس نے زیاد الثمیری سے اس نے انس بن مالک سے اس نے ابوالدرداء (رہ) سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ عقیلی (رہ) کا قول ہے: کہ نصر اور عمرو دونوں راوی نقل کرنے کے لحاظ سے مجہول ہیں جب کہ حدیث محفوظ نہیں ہے، مزید برآں عقیلی (رہ) کے طریق سے ابن الجوزی (رہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

نیز اس نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اس کی اسناد میں عمر (راوی) متروک ہے جب کہ حافظ عراقی (رہ) نے تخریج الاحیاء (۱۱/۲) میں اس کا اقرار کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رہ) نے اللآلی (۸۷/۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ بزار اور طبرانی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور ابو حفص (راوی) کو قوی قرار نہیں دیا ہے، میں کہتا ہوں: اس قول میں بہت زیادہ تسامح ہے اس راوی میں شدید ضعف پایا جاتا ہے یہاں تک کہ ابن خراش نے اس کو کذاب قرار دیا ہے اور وہ احادیث وضع کرتا تھا، مزید برآں امام سیوطی (رہ) نے اس حدیث کا ایک شاہد ذکر کیا ہے اور وہ حدیث ہے جو آگے ذکر ہو رہی ہے مزید اس میں ایک راوی متہم ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ آئے گا اس لحاظ سے تعاقب کا کچھ فائدہ نہیں

(۱۰۶) ((مَنْ أَطْعَمَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ شَهْوَتَهُ حَرَمَهُ اللَّهُ النَّارَ))

ترجمہ: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو اس کی شہوت (یہاں شہوت سے مراد کسی انسان کی کوئی خواہش ہے) سے ہم کنار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام قرار دیتا ہے

**تحقیق:** حدیث موضوع ہے، امام بیہقی (رہ) نے اس حدیث کو شعب الایمان میں اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن عبدالسلام تک ذکر کی ہے اس نے آگاہ کیا کہ ہمیں عبداللہ بن مخلد بن خالد تمیمی نے بتایا جو ابو عبید کا ساتھی ہے اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک (رہ) نے بتایا اس نے ہشام سے اس نے ابن سیرین سے اس نے ابو ہریرہ (رہ) سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ امام بیہقی (رہ) کا قول ہے کہ یہ حدیث اس اسناد کے ساتھ منکر ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی علت محمد بن عبدالسلام ہے جو ابن العمان بھی کہلاتا ہے امام ابن عدی (رہ) نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ کذب بیانی کو جائز سمجھتا ہے، میں کہتا ہوں: امام سیوطی نے اس حدیث کو السلاسی (۸۷/۲) میں ذکر کیا ہے وہ اس حدیث کا شاہد

ہے جو اس سے پہلے ہے جب کہ یہ حقیقت واضح ہے کہ یہ دونوں موضوع ہیں اور ان دو احادیث کو امام سیوطی نے الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

(۱۰۷) «مَنْ لَدُوْ اٰخَاهُ بِمَا يَشْتَهِي كَتَبَ اللهُ لَهُ اَلْفَ اَلْفٍ حَسَنَةٍ وَمُعِي عَنْهُ اَلْفَ اَلْفٍ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهُ اَلْفَ اَلْفٍ دَرَجَةً وَأَطْعَمَهُ اللهُ مِنْ ثَلَاثِ جَنَابٍ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ وَجَنَّةِ عَدْنِ وَجَنَّةِ الْخُلْدِ»

ترجمہ: جو شخص اپنے بھائی کو ایسی شہوت سے ہم کنار کرتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دس لاکھ ثواب عطا کرتا ہے اور اس سے دس لاکھ برائیوں کو محو کر دیتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجات بلند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو تین (3) جنات سے رزق عطا کرتا ہے جنت الفردوس، جنت عدن، جنت خلد مراد ہے

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحیاء (۱۱۷۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ حدیث کو یقین کے ساتھ نبی ﷺ کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ امام سبکی (رحمہ اللہ) نے الطبقات میں ذکر کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کی اسناد کو معلوم نہیں کیا ہے جب کہ امام عراقی (رحمہ اللہ) نے تسخیر بیج الاحیاء میں ذکر کیا ہے کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو السموات میں داخل کیا ہے روایت محمد بن نعیم سے ہے اس نے ابی الزبیر سے اس نے جابر سے جب کہ امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث باطل جھوٹ ہے اور اسی طرح المیزان اور اللسان میں ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ ابن جوزی نے اس حدیث کو اس قول الف الف حسنة تک ذکر کیا ہے بقیہ الفاظ کو ذکر نہیں کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے السلاسی (۸۷۲) میں اس کو ثابت رکھا ہے بعد از ابن عراق (رحمہ اللہ) نے تنہیہ الشریعہ (۲۱۲۶۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ موفق الدین ابن قدامہ نے اس کو المستخب (۱۰-۱۹۶-۱) میں ذکر کیا ہے اور امام احمد (رحمہ اللہ) سے منقول ہے اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث جھوٹ ہے باطل ہے۔

(۱۰۸) «كَانَ يَأْكُلُ الْعَنْبَ خَرَطًا» ترجمہ: ”آپ انگور جھاڑ جھاڑ کر تناول کرتے تھے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الکامل (۲۱۲۸۰) میں اس سند کے ساتھ سلیمان بن ربیع سے ذکر کیا ہے اس نے کادح بن رحمہ سے اس نے بتایا کہ ہمیں حصین بن نمیر نے

آگاہ کیا اس نے حسین بن قیس سے اس نے عکرمہ سے اس نے ابن عباس سے اس نے عباس سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ کادح (راوی) اکثر جو روایات کرتا ہے وہ غیر محفوظ ہے اور اس کے اسانید و متون میں متابعت نہیں ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) کے طریق سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

نیز ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے وضاحت کی ہے کہ حسین کچھ راوی نہیں ہے اور کادح (راوی) کذاب ہے جب کہ سلیمان (راوی) کو دارقطنی (رحمہ اللہ) نے ضعیف قرار دیا ہے، بعد ازاں ابن جوزی نے اس حدیث کو عقلی کے طریق سے اس اسناد کے ساتھ داؤد ابن عبد الجبار ابو سلیمان کوئی سے روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ ہمیں جاہل نے بتایا اس نے حبیب بن یسار سے اس نے ابن عباس (رحمہم اللہ) سے اس نے کہا: کہ ”میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو دیکھا کہ آپ انگوڑوں کو اس کی شاخوں سے جھاڑ جھاڑ کر تناول کرتے تھے“ امام عقلی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ داؤد (راوی) ثقہ نہیں ہے، مزید برآں اس کی متابعت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس کے طریق سے ابو بکر اشعری (رحمہ اللہ) نے الفوائد (۱/۱۱۰) میں اور امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الکبیر (۲/۱۷۳) میں اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۱۱۲) میں اس کا تعاقب کیا ہے اور وضاحت کی ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس طریق سے ذکر کیا ہے جب کہ امام تہمی (رحمہ اللہ) نے الشعب میں دو طریق سے ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے بیان کیا ہے کہ اس کی اسناد قوی نہیں ہے جب کہ علامہ عراقی (رحمہ اللہ) نے فخر بیع الاحیاء میں اس کے ضعیف قرار دینے پر اقتصار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب میں کچھ فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ امام عراقی اور تہمی (رحمہم اللہ) کا ضعیف قرار دینا اجمالی طور پر ہے اس میں تفصیل نہیں ہے اور ان دونوں سے پہلے لوگوں نے علت کو تفصیل سے بیان کیا ہے اس لئے غلبہ مفصل کو مجمل پر حاصل ہوگا جبکہ داؤد (راوی) جس کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے جبکہ کبھی کہا ہے کہ وہ جھوٹ کہا کرتا تھا تو اس جیسا راوی کادح کذاب کی حدیث کا شاہد کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اس لئے امام ذہبی اور عقلی (رحمہم اللہ) نے اس کے قول کو ثابت رکھا ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، چنانچہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا ابن عباس کی حدیث کو الجامع الصغیر میں ذکر کرنا اس کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔



(۱۰۹) «عَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنَ الرَّجَالِ مِنَ أُمَّتِي الْخِيَاطَةُ وَعَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنْ أُمَّتِي مِنَ النِّسَاءِ الْمَغْزَلُ»

ترجمہ: میری امت سے صالح لوگوں کا عمل پارچہ جات کی سلائی کا کام ہے اور میری امت کی عورتوں میں سے صالحہ خواتین کا کردار سوت کا تنا ہے۔

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۱۱۵۳) میں اور ابو نعیم نے اخبار اصہبان (۳۰۳/۱) میں اور ابن عساکر نے (۱/۱۲۶۱/۱۱۵) میں ابوداؤد نخعی سلیمان بن عمرو سے اس نے ابی حازم سے اس نے سہل بن سعد سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ ابن عدی نے کہا ہے اس حدیث کو سلیمان بن عمرو نے ابو حازم سے وضع کیا ہے جبکہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں تمام اور خطیب اور ابن عساکر کی روایت کے ساتھ سہل بن سعد سے منسوب کیا ہے۔

جبکہ تاریخ بغداد (۱۵/۹) میں ابوداؤد نخعی کے طریق سے ہے اور مناوی نے الجامع پراپی شرح میں ذکر کیا ہے کہ مصنف کا ظاہری انداز یہ ہے کہ اس کی تخریج کرنے والے خطیب نے اس کی تخریج کرتے ہوئے اس کو برقرار رکھا ہے جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے بلکہ اس کی اسناد پر جرح کی ہے تعاقب کرتے ہوئے وضاحت کی ہے اس کا ایک راوی داؤد نخعی کذا اب ہے احادیث وضع کرنے والا ہے بلکہ دجال قسم کا ہے مزید وضاحت کی ہے کہ یہ راوی تو بہت زیادہ جھوٹ کہنے والا ہے جبکہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء میں یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہ راوی کذا اب دجال ہے جب کہ میزان الاعتدال میں امام احمد (رحمہ اللہ) نے منقول ہے یہ راوی احادیث وضع کیا کرتا تھا اور یحییٰ سے منقول ہے کہ یہ راوی حدیث کذا اب تھا بعد ازاں اس کی احادیث کو ذکر کیا جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔

مزید برآں لسان المیزان میں اس کی موافقت کی ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو موضوع قرار دیا ہے اور مؤلف نے اس کا تعاقب نہیں کیا ہے البتہ تمام (راوی) کی حدیث کا ذکر کیا ہے نیز اس نے کہا ہے کہ موسیٰ (راوی) متروک ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا ہے، میں کہتا ہوں: امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر السلاسی (۱۵۴/۱۲) میں کیا ہے اور اس طرح اس کے فتاویٰ (۱۰۷/۱۲) میں ہے اور موسیٰ سے مقصود ابن ابراہیم مروزی ہے یحییٰ نے اس کو کذا اب قرار دیا ہے چنانچہ اس کی متابعت پر خوشی کا اظہار نہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ ابن عراق نے اس حدیث کو المعاملات فصل اول میں ذکر کیا ہے کتاب کا نام ہے تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاخبار الشیعة الموضوعة

(۲/۱۹۳) جب کہ یہ فصل ایسی ہے کہ کتاب کے مقدمہ میں صراحت ہے کہ وہ اس میں ان روایات کو شامل کرے گا جن پر ابن جوزی نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے جب کہ کوئی مخالفت نہیں ہے اور ذہبی نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ جس شخص نے اس حدیث کو وضع کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قباحتوں سے ہمکنار کرے اس کا تذکرہ اس کذاب ابوداؤد کے ترجمہ میں ہے جبکہ اس کے احادیث سے ہے۔

(۱۱۰) «لَوْ خَشِعَ قَلْبٌ هَذَا خَشَعَتْ جَوَارِحُهُ»

ترجمہ: ”اگر کسی شخص کے دل میں خشوع جلوہ فرما ہے تو اسکے اعضاء میں بھی خشوع جلوہ فرما ہے“  
تحقیق: حدیث موضوع ہے علامہ سیوطی نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں حکیم کی روایت کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: شیخ زکریا انصاری نے تفسیر بیضاوی کے حواشی (۲/۲۰۲) میں اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ اس میں ضعف کی شدت زیادہ ہے چنانچہ شارح منادی کا قول ہے کہ السنوادر میں اس حدیث کو صالح بن محمد سے اس نے سلیمان بن عمرو سے اس نے ابن عجلان سے اس نے مقبری سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا:

کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کی حالت میں اپنی داڑھی کے ساتھ کھیل رہا ہے تو آپ نے وضاحت کی“ (اشارہ حدیث کی جانب ہے) زین عراقی نے شرح الترمذی، میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں سلیمان بن عمرو (راوی) وہ ابوداؤد نخعی ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہے سوائے اس کے نہیں اس کا علم ابن المسیب سے معلوم ہوا ہے صاحب المغنی نے اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ مشہور یہ ہے کہ یہ سعید کا قول ہے ابن ابی شیبہ نے اس کو المصنف میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں ایک راوی ایسا ہے جس کا نام معلوم نہیں ہے جب کہ اس کے لڑکے نے ذکر کیا ہے اس میں سلیمان بن عمرو راوی کے ضعف پر اجماع ہے۔

اور زیلعی کا قول ہے کہ ابن عدی نے وضاحت کی ہے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ سلیمان بن عمرو راوی احادیث وضع کیا کرتا تھا، میں کہتا ہوں: عبد اللہ بن مبارک نے اس حدیث کو کتاب الزہد (۱/۲۱۳) میں سعید پر موقوف روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ ہم کو معمر نے ایک شخص سے ذکر کیا ہے کہ یہ اسناد اس شخص کے نام معلوم ہونے کی وجہ سے موضوع ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ اسناد مرفوع ہونے کے اعتبار سے موضوع ہے اور موقوف ہونے کے اعتبار سے ضعیف ہے بلکہ مقطوع ہے۔

(۱۱۱) «كَذَّبَ النُّسَابُونَ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا﴾»

ترجمہ: ”نسب کے اہل علم جھوٹ کہتے ہیں ارشادِ باری ہے: ”ان کے درمیان کثرت کے ساتھ قرون ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے اس حدیث کو علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے الجامع الصغیر میں ابن سعد اور ابن عساکر کی روایت سے ابن عباس سے ذکر کیا ہے، اس کے بعد اس میں ان الفاظ کو داخل کیا ہے کہ ابن عباس جب نسب بیان کرتے تو نسب بیان کرنے میں معد بن عدنان بن اُد سے تجاوز نہ کرتے بعد ازاں رک جاتے اور کہتے: نسب نامہ بیان کرنے والے جھوٹے ہیں نیز اس نے آگاہ کیا کہ ابن سعد نے اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے جبکہ اس کے شارح منادی نے دونوں مقام میں اس پر خاموشی اختیار کی ہے گویا کہ اس کو اسناد پر اطلاع نہ ہو سکی وگرنہ اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہ تھا جب کہ ابن سعد نے اس کو الطبقات (ج ۱ ص ۲۸) میں بیان کیا ہے اس نے بتایا کہ ہشام نے ہمیں بتایا اس نے بتایا کہ مجھے میرے والد نے بتایا اس نے ابوصالح سے اس نے ابن عباس سے مکمل مرفوع ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ہشام راوی محمد بن سائب کلبی کا بیٹا ہے نسب نامہ بیان کرنے والا مفسر فحش ہے جب کہ اس سے روایت ذکر کرنے کو چھوڑا گیا ہے جیسا کہ دارقطنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے جب کہ اس کا باپ محمد بن السائب اس سے بھی برا ہے امام جوزجانی (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اس کو کذاب کہا ہے جب کہ خود اس نے اپنی کذب بیانی کا اعتراف کیا ہے۔

چنانچہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے صحیح اسناد کے ساتھ سفیان ثوری سے روایت کیا ہے اس نے کہا مجھ سے کلبی نے کہا جو کچھ میں تجھے ابوصالح سے بیان کروں وہ جھوٹ ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے اس کا مذہب دین اسلام میں واضح جھوٹ کہنا ہے اس کے وصف کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ ابوصالح سے وہ ابن عباس سے تفسیر روایت کرتا ہے جب کہ ابوصالح کی ابن عباس سے ملاقات نہیں ہے اور نہ ہی کلبی نے ابوصالح سے سنا ہے البتہ حرفاً حرفاً اس کا تذکرہ کتب میں درست نہیں ہے تو اس کو دلیل کیسے باور کیا جاسکتا ہے جب کہ اسی طریق سے امام ابن عساکر (رحمہ اللہ) نے اس کو (تاریخ دمشق) ۱/۱۹۷، ۲/۱۹۸) دمشق کے مخطوطہ ظاہریہ میں ذکر کیا ہے۔

(۱۱۲) «الْجَرَادُ نَشْرَةٌ خُوتٌ فِي الْبَحْرِ»

ترجمہ: مکڑی تو سمندر میں مچھلی کا چھینک لینا ہے۔

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۲۹۲/۳) میں زیاد بن عبد اللہ بن علاقہ سے اس نے موسیٰ بن محمد بن ابراہیم سے اس نے اپنے باپ سے اس نے جابر اور انس سے روایت کیا ہے کہ ((نبی ﷺ جب مکڑی پر بدعا کرتے تو فرماتے: اللہ تعالیٰ اس کے بڑے اور چھوٹے کو تباہ و برباد کر اس کے انڈوں کو خراب کر دیتے اور اس کی نسل کو ختم کر دیں اور اس کے مونہہ کو ہماری معیشت اور رزق سے باز رکھ بلاشبہ تو پکار کو سننے والا ہے اور اس پر ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے پیغمبر! تعجب ہے! آپ کیسے اللہ کے لشکروں میں سے کسی لشکر کے بارے میں بدعا کرتے ہیں کہ اس کی نسل کشتی ہو جائے تو آپ نے حدیث کے الفاظ پڑھ کر فرمائے۔))

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد عایت درجہ ضعیف ہے موسیٰ بن محمد راوی تھیں مدنی منکر الحدیث ہے جیسا کہ نسائی وغیرہ نے ذکر کیا ہے جب کہ امام ذہبی نے اس کی منکر احادیث سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے جب کہ ابن الجوزی نے الموضوعات میں اس موسیٰ کی روایت سے ذکر کیا ہے اس کے بعد وضاحت کی ہے کہ روایت صحیح نہیں ہے موسیٰ (راوی) متروک ہے امام سیوطی نے اللآلی (۳۳۳/۴) میں اس کو ذکر کیا ہے اس کا کچھ تعاقب نہیں کیا ہے صرف یہ کہا ہے کہ ابن ماجہ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اس کے ساتھ اس کو الجامع الصغیر میں روایت کیا ہے۔

بعد ازاں میں نے ابن قتیہ کو دیکھا ہے اس نے اس کو غریب الحدیث (۱۱۴/۳) میں ابو خالد واسطی کی روایت سے ذکر کیا ہے اس نے ایک شخص سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوف روایت کیا ہے جب کہ یہ حدیث موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی اسناد بہت کمزور ہے اس لئے کہ ابو خالد راوی عمرو بن خالد ہے جو متروک ہے جب کہ کعب نے اس کو کذب بیانی کے ساتھ متہم کیا ہے، میں کہتا ہوں: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا شمار اسرائیلی روایات سے ہے۔

(۱۱۳) «إِتَّقُوا مَوَاضِعَ التَّهْمِ» ترجمہ: ”تہمت کے مقامات سے خود کو بچاؤ“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے امام فزالی نے اس کو الإحیاء (۳۱/۳) میں ذکر کیا ہے حافظ عراقی نے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس کے اصل کو نہیں پایا ہے اور اسی طرح السبکی نے الطبقات (۱۴/۱۶۲) میں ذکر کیا ہے۔

(۱۱۳) «مَنْ رَمَى صَبِيًّا حَتَّى يَقُولَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَمْ يُحَاسِبْهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ»

ترجمہ: ”جس شخص نے بچے کو پالا پوسا یہاں تک کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تو اللہ عزوجل اس کا محاسبہ نہیں کریں گے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے الخورانی نے اس حدیث کو مکارم الاخلاق (ص ۷۵) میں ذکر کیا ہے اور ابن عدی نے (۲/۱۶۲) میں اور ابن الجار نے ذیل تاریخ بغداد (۲/۱۶۳/۱۰) میں ابو عبید اللکیر بن محمد بن عبد اللہ سے انس کی اولاد سے اس نے سلیمان شاذکونی سے اس نے بتایا کہ ہمیں عیسیٰ بن یونس بتایا اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد موضوع ہے یہ عبد اللکیر راوی اور اس کا استاذ شاذکونی دونوں جھوٹ کہنے کے ساتھ تہتم ہیں جب کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو السموعیات میں شامل کیا ہے ابن عدی کے طریق سے اس اسناد کے ساتھ عبد اللکیر سے اس نے بیان کیا ہے حدیث صحیح نہیں ہے، ابن عدی کا قول ہے شاید اس حدیث میں اصل مصیبت ابو عمرو راوی ہے اس نے بیان کیا کہ اس حدیث کو ابراہیم بن براء نے شاذکونی سے روایت کیا ہے جب کہ ابراہیم باطل احادیث بیان کرتا ہے جب کہ امام سیوطی نے اللآلی (۹۱/۹۰/۴) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں ذکر کیا ہے وہ عبد اللکیر سے روایت کرتا ہے جب کہ اس کا ایک اور طریق بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر اس نے اس حدیث کو ظہمی کی روایت سے ذکر کیا ہے اس کی اسناد ابو علی حسن بن علی بن الحسن السمریری الاعسم سے اس نے کہا ہے مجھے اشعث بن محمد کلابی نے بتایا اس نے ذکر کیا ہمیں عیسیٰ بن یونس نے بتایا پھر اس نے بتایا کہ (اشعث) راوی دونوں مقام میں دراصل اشعث ہے اور یہ معمولی سی خطا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب میں کچھ فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ اشعث راوی اس اسناد میں ہی معروف ہے اور اسی وجہ سے اس کو میزان الاعتدال میں وارد کیا ہے، بعد ازاں اس نے بتایا ہے کہ اس نے موضوع حدیث کو ذکر کیا ہے اس حدیث کی جانب اشارہ ہے، مزید برآں حافظ ابن حجر نے اس کو لسان المیزان میں برقرار رکھا ہے جب کہ ابراہیم بن براء کے حالات میں المیزان میں ہے کہ عقلی نے بتایا



ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے باطل احادیث بیان کرتا تھا جب کہ ابن حبان نے آگاہ کیا ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع احادیث بیان کرتا تھا، بعد ازاں اس نے واضح کیا ہے کہ یہ راوی تو وہ شخص ہے جس نے شاذ کوئی سے اس نے دروردی سے اسی طرح اس نے ہشام سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ پہلا شخص نہیں ہے جب کہ شاذ کوئی راوی تو بلاکت کے ساتھ ہم کنار ہے البتہ ابن حبان نے ان دونوں کو ایک قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: بلاشبہ ان حفاظ ابن حبان ابن عدی ذہبی اور عسقلانی نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے جبکہ اس حدیث کے بطلان پر دلیل قائم کی ہے کہ جن رواۃ نے ضعیف رواۃ سے روایت کی ہے وہ سبھی ضعیف اور مجہول راوی ہیں اس کے برعکس ہے جو سیوطی نے طرز عمل اختیار کیا ہے اس نے حدیث کی تقویت کا ارادہ کیا ہے کہ یہ حدیث ایک دوسری طریق سے مروی ہے جس میں اضعف راوی ہے جس کے بارے میں ذہبی نے اشارہ کیا ہے کہ وہ اس حدیث کے باعث منہم ہے پس آپ اس فریق پر غور کریں جو اس شخص کے درمیان ہے جو تنقید کرتا ہے اور جو جمع کرتا ہے مزید برآں امام سیوطی نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں طبرانی اور ابن عدی کی روایت سے ذکر کیا ہے جبکہ اس کے شارح منادی نے اس کا تعاقب کیا ہے جس کو ہم نے ذہبی اور عسقلانی سے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔

(۱۱۵) ((أَذْبُوْا اطْعَامَكُمْ بِدَعْوَى اللَّهِ وَالصَّلَاةِ وَلَا تَنَامُوا عَلَيْهِ فَتَقْسُوا قُلُوْبُكُمْ))

ترجمہ: اپنے کھانے کو اللہ کے ذکر اور نماز کے ساتھ پگھلاؤ اور اس پر نیند نہ کرو کہ تمہارے دل سخت ہو جائے۔“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ہشام نے اس حدیث کو قیام اللیل (ص ۱۹، ۲۰) میں ذکر کیا ہے اور عقیلی نے الضعفاء (ص ۵۷) میں اور ابن عدی نے الکامل (۲/۳۰) میں اور ابو نعیم نے اخبار اصہبان (۹۶/۱) میں اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ (ص ۱۵۶ رقم ۲۸۲) میں بزلیح ابی الخلیل کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے بتایا وہ اپنے باپ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کرتا ہے، میں کہتا ہوں: یہ روایت موضوع ہے، عقیلی کا قول ہے کہ بزلیح راوی کی متابعت نہیں ہے جب کہ ابن عدی نے اس کے بعد دوسری احادیث کو ذکر کیا ہے کہ یہ سب احادیث منکر ہیں ان میں سے کسی کی متابعت نہیں ہے جب کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کو منہم قرار دیا ہے ابن حبان کا قول ہے کہ یہ ثقہ رواۃ سے موضوعات کو بیان کرتا ہے گویا کہ ان کو عمداً پیش کر رہا ہے اس نے

ہشام سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو روایت کیا مزید اللسان میں ہے براقانی نے امام دارقطنی (رحمہ اللہ) سے ذکر کیا ہے کہ یہ راوی متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: اس نے ہشام سے عجائبات کو ذکر کیا ہے اس نے انہیں باطل قرار دیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ اس کی ہر چیز باطل ہے امام حاکم (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے کہ وہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے جبکہ ان کو ثقہ رواۃ سے ذکر کرتا ہے، ابن الجوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس وجہ سے ابن عدی کی روایت کے ساتھ ذکر کیا ہے نیز اس کی روایت سے (۲۱۳۷) میں ہے اصرم بن حوشب کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن ابراہیم شیبانی نے بتایا اس نے اس حدیث کو ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے کہ بزیج (راوی) متروک ہے اور اصرم (راوی) کذاب ہے امام ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے وہ بزیج کے نام کے ساتھ معروف ہے شاید اصرم نے اس سے حدیث کو چوری کیا ہے۔

جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب السلاسی (۲۵۴/۱۲) میں کیا ہے اس کا قول ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو پہلے طریق کے ساتھ الاوسطین اور ابن اسنی نے عمل الصوم واللیلۃ میں اور ابو نعیم نے الطب میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے، نیز اس نے آگاہ کیا ہے کہ اس میں بزیج (راوی) متفرد ہے جب کہ وہ ضعیف راوی ہے اور ابن اسنی نے اس کو دوسرے طریق سے الطب میں ذکر کیا ہے اور عراقی نے تخریج الاحیاء میں اس کے ضعیف قرار دینے پر اقتصار کیا ہے جب کہ مناوی نے شرح الجامع میں ذکر کیا ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ تعاقب مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے اور عراقی نے درست کہا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے آمین۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس جھوٹی حدیث کے ساتھ زیادہ سعادت والے لوگ وہ ہیں جو پیٹ بھرنے والے ہیں اور رقص کرنے والے ہیں جو اپنے پیٹوں کو مختلف قسم کے کھانوں اور مشروبات کے ساتھ بھرتے ہیں بعد ازاں کھڑے ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کے ہاتھ کو پکڑتے ہیں ذکر الہی کرتے ہیں دائیں بائیں آگے پیچھے جھکاؤ کرتے ہیں خوبصورت اشعار کو عمدہ آوازوں کے ساتھ گنگناتے ہیں یہاں تک کہ ان کے پیٹوں کی جڑبی پکھل جاتی ہیں اس کے ساتھ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں، اور کسی کہنے والے شاعر نے درست کہا ہے: ”جب لوگوں کو ہمارے دین کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ گانا وغیرہ ایسا انداز ہے جس کے پیچھے لگایا جاتا ہے اور ہر شخص گدھے کے

مانند کھائے اور اجتماع میں رخص کرے یہاں تک کہ وہ مستی میں زمین پر گر پڑے۔

اور انہوں نے کہا کہ ہم تو اللہ کی محبت میں سرمست ہیں جبکہ لوگوں کو تو صرف شراب کے پیالے سرمست کرتے ہیں اسی طرح اگر چار پائے سیر ہو جائیں تو ان کو کھانے کی فراوانی اور سیرابی ڈانس پر آمادہ کرتی ہے، ہائے رے تعجب! انسانی عقولوں پر، کیا تم میں کوئی نہیں جو بدعات کا انکار کرنے والا ہے؟ ہماری مساجد کو نفوس کیساتھ ذلیل کیا جا رہا ہے جبکہ اس قسم نعمات سے گرجوں کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔

(۱۱۶) «تَعَسُوا وَلَوْ بَغْتٍ مِنْ حَشْفٍ، فَإِنَّ تَرَكَ الْعَشَاءِ مَهْرَمَةٌ»

ترجمہ: رات کو کھانا تناول کرو اگر چہ رومی کجھوڑ ہتھیلی کے برابر میسر آئے اس لئے کہ رات کو کھانا تناول نہ کرنا بڑھاپے کو نمایاں کرتا ہے۔

تحقیق: حدیث شدید قسم کی ضعیف ہے امام ترمذی نے اس حدیث کو (۱۰۰/۳) اور قضاوی نے (۱/۶۳) میں عننبہ بن عبد الرحمن قرشی کے طریق سے اس نے عبد الملک بن علاق سے اس نے انس رضی اللہ عنہ مرفوع روایت کیا ہے جبکہ امام ترمذی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے نیز واضح کیا ہے کہ ہم اس حدیث کو صرف عننبہ کے طریق سے جانتے ہیں جو اس حدیث میں ضعیف ہے اور عبد الملک بن علاق مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس عننبہ راوی کے بارے میں ابو حاتم نے آگاہ کیا ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا جیسا کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) کی میزان میں ہے اور اس نے اس کی احادیث کو ذکر کیا ہے ان میں سے یہ بھی ایک ہے جب کہ ابو نعیم نے اس حدیث کو الحلیۃ (۲۱۵، ۲۱۳/۸) میں ذکر کیا ہے اور خطیب نے (۳۹۶/۳) میں عننبہ بن عبد الرحمن کے طریق سے اس نے مسلم سے اسی طرح اس کو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابو محمد بن ابی حاتم نے العلیل (۱۱/۲) میں ہے ہم پر ابو زرہ نے کتاب الاطعمہ کی قرأت کی وہ اس حدیث کی جانب پہنچا اس حدیث کو اسماعیل بن ابان وراق نے عننبہ بن عبد الرحمن سے بیان کیا اس نے علاق بن مسلم سے اسی طرح انس بن مالک سے کیا، ابو زرہ نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف ہے اور اس نے اس کی ہم پر قرأت نہیں کی ہے۔

بعد ازاں میں نے الکامل لابن ہدی (۲/۲۳۲) کا مطالعہ کیا کہ اس حدیث کو ایک دوسری صورت میں عبد الرحمن بن مسہر بغدادی کے طریق سے اس نے عننبہ بن عبد الرحمن سے اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس نے ابن انس سے اس نے اپنے باپ سے مرفوع روایت کیا، اور اس نے واضح کیا کہ یہ ابن مسہر راوی جس قدر روایات بیان کرتا ہے اس کی متابعت نہیں ہے اور یہ حدیث شاید اس کی

جانب سے نہیں ہے یہ تو عنسہ کی جانب سے ہے اس لئے کہ وہ ضعیف ہے جب کہ حدیث موسیٰ کی جانب سے محفوظ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: روایات پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عنسہ راوی اس حدیث کی اسناد میں اضطراب پیدا کر رہا ہے کبھی وہ عبدالملک بن علاق کہتا ہے جب کہ کبھی مسلم کہتا ہے اور اس کی نسبت بیان نہیں کرتا ہے اور کبھی علاق بن مسلم کہتا ہے اور کبھی موسیٰ بن عقبہ سے بیان کرتا ہے وہ ابن انس سے روایت کرتا ہے جب کہ یہ حدیث میں دوسرا ضعف ہے جو پایا جاتا ہے اور اس اسناد میں اضطراب ہے جب کہ علامہ صنعانی نے اس کو الاحادیث الموضوعہ (ص ۱۲) میں بیان کیا ہے جب کہ اس سے پہلے ابن جوزی نے اس کو ترمذی کی طریق سے نقل کیا ہے اور اس پر اپنے کلام کو نقل کیا ہے جب کہ اضافہ نہیں کیا ہے پس سیوطی (۲۵۵/۱۲) نے اس پر اپنے اس قول کے ساتھ تعاقب کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: جابر سے یہ حدیث مروی ہے ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے کہ ہمیں محمد بن عبداللہ الرقی نے بتایا اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن بابہ مخزومی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن میمون نے اس نے محمد بن المنکدر سے اس نے جابر بن عبداللہ سے اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ((تم رات کا کھانا نہ چھوڑو اگرچہ کھجور کی ایک ہتھیلی کے ساتھ ہو اس لئے کہ رات کا کھانا چھوڑنا بڑھانے کو لاتا ہے)) اور میں نے اس کی حدیث کے ایک اور طریق کو پایا ہے ابن النجار نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر اس نے اس کی اسناد ابو الہیثم قرشی کے طریق سے اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس اسناد پر خوشی کا اظہار نہ کیا جائے ذہبی نے المیزان میں ذکر کیا ہے، ابو الہیثم القرشی نے موسیٰ بن عقبہ سے، ابو الفتح ازدی نے کہا ہے: کہ وہ کذاب ہے اور اسی طرح السلسان میں ہے، جب کہ جابر کی حدیث ابن ماجہ (۳۲۲/۱۲) میں ذکر کر رہے سند کے ساتھ موجود ہے جب کہ اسناد قایت درجہ ضعیف ہے۔

ابراہیم بن عبدالسلام راوی متروک راویوں میں سے ایک ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب اور لسان المیزان میں ہے، ابن عدی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے نیز اس نے ذکر کیا ہے کہ میرے نزدیک وہ حدیث میں چوری کا ارتکاب کرتا تھا جب کہ عبداللہ بن میمون راوی اگرچہ اس سے مقصود القدرح راوی ہے تو وہ متروک ہے اگر اس کے علاوہ کوئی اور ہے تو وہ مجہول ہے پہلی بات کو حافظ ابن

حجر نے التقویٰ میں راجح قرار دیا ہے اور دوسری بات کو امام مزنی نے التہذیب میں ترجیح دی ہے اس نے واضح کیا ہے کہ القدرح نے ابن المنکدر کو نہیں پایا ہے اگرچہ ابراہیم بن عبد السلام اس کی روایت میں صادق راوی ہے۔

(۱۱۷) «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُكْثِرَ اللَّهُ خَيْرَ بَيْتِهِ فَلْيَتَوَضَّأْ إِذَا حَضَرَ غَدَاؤُهُ وَإِذَا رَفَعَ» ترجمہ: ”جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں خیر و برکت کا مزید اضافہ کرے تو وہ صبح کا کھانا پیش کئے جانے پر اور اس کے اٹھانے جانے پر وضو کرے“ (مراد کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرے)۔

تحقیق: حدیث منکر ہے ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۳۲۶۰) میں اور ابوالشیخ نے کتاب اخلاق النسبی ص ۲۳۵ (ص ۲۳۵) میں ذکر کیا ہے، اور ابن عدی نے الکامل (ق ۱/۲۵۷) میں اور ابن الجار نے ذیل تاریخ بھداد (ج ۲/۱۱۰۳) میں کئی طرق کیساتھ کثیر بن مسلم سے اس نے انس سے مرفوع ذکر کیا ہے، ابن عدی نے اس کو کثیر کے حالات میں ذکر کیا ہے اور اس نے اس کے بعد اس کی دوسری احادیث کو انس سے روایت کیا ہے جبکہ یہ روایات عام طور پر انس سے اکثر غیر محفوظ ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس کثیر (راوی) کے ضعف پر محدثین نے اتفاق کیا ہے بلکہ امام نسائی نے اس کو تروک قرار دیا ہے جب کہ امام بصری نے السنن میں دوسری علت کے باعث معقول قرار دیا ہے، چنانچہ اس نے ذکر کیا ہے کہ بخارہ اور کثیر دونوں راوی ضعیف ہیں، جب کہ اس سے یہ بات رہ گئی ہے کہ بخارہ متفرق نہیں ہے اس کی متابعت موجود ہے جیسا کہ ہم نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اس کے کئی طرق ہیں جب کہ ابن ابی حاتم کی العلل (۲۲۱) میں ہے، ابو زرعد نے کہا ہے: کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس نے اس کی قرأت سے روکا ہے لیکن اس کو سنا نہیں گیا اور اس مسئلہ میں مشہور اس کا ضعف ہے حدیث نمبر ۱۶۸ آگے آ رہی ہے کہ ((کھانے کی برکت اس سے پہلے وضو کرنا اور اس کے بعد وضو کرنا ہے)) اس کی جانب مراجعت کریں۔

(۱۱۸) «لَا تَسْتَفْهِوْا مِنَ الْمَيْتَةِ بِشَيْءٍ» ترجمہ: ”مردار کی کسی چیز سے فائدہ حاصل نہ کرو“ تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابن وہب نے اس کو اپنی مسند میں زمعہ بن صالح سے اس نے ابی الزبیر سے اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ زمعہ راوی پر گفتگو ہے اسی طرح نصب الراية (۱۲۲۱) میں

ہے، میں کہتا ہوں: اور ابن وہب کے طریق سے امام طحاوی (رحمہ اللہ) نے اس کو شرح معانی الآثار (۱/۲۷۱) میں جابر سے اس اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا: کہ ”ایک بار میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اچانک آپ کی خدمت میں کچھ لوگ آئے انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ حقیقت ہے کہ ہماری کشتی ٹوٹ چکی ہے اور ہم نے ایک موٹی تازی مردار اونٹنی کو پایا ہے ہمارا ارادہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ کشتی کو ٹیل لگائیں جب کہ کشتی لکڑی کی ہے اور وہ پانی میں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے روک دیا“

اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے اس میں دو علین ہیں پہلی علت: یہ زمرہ راوی ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التقریب میں اس کا ذکر کیا ہے اور التلخیص (۲۹۷/۱) میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسری علت: ابوالزبیر کا لفظ عن کے ساتھ روایت کرنا ہے جبکہ وہ مدلس راوی ہے اور ذکر کردہ وضاحت سے یہ حقیقت ثابت ہوگئی ہے کہ شیخ سلیمان محمد بن عبدالوہاب (رحمہ اللہ) کے پوتے کا قول المقنع کے حاشیہ (۲۰۱) میں ہے کہ دارقطنی نے اس حدیث کو عمدہ اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اس کا یہ قول درست نہیں ہے، علاوہ ازیں میں بہت زیادہ شک میں ہوں کہ اس حدیث کو دارقطنی کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ میں نے اس حدیث کو مسند دارقطنی میں نہیں پایا ہے جب کہ مطلق طور پر نسبت سے مقصود یہی ہوتا ہے اور میں نے شیخ کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جس نے اس کو اس کی جانب منسوب کیا ہو۔

اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے جب اس کو التحقیق (۱/۱۱۵) میں ذکر کیا ہے تو اس کی نسبت کسی کی جانب نہیں کی ہے بلکہ کہا ہے: کہ اس کو ہمارے اصحاب نے جابر کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اگر یہ حدیث دارقطنی میں ہوتی تو حسب عادت اس کی جانب نسبت کرتے البتہ موفق بن قدامہ نے اس کو المعنی (۶۷/۱) میں ذکر کیا ہے جو ابوبکر الشافعی کی تالیف ہے اس کی اسناد کے ساتھ ابوالزبیر سے اس نے جابر سے اس نے کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے التلخیص (۲۹۷/۱) میں اس کو زمرہ کے طریق کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد کہا ہے، ابوبکر الشافعی نے اس حدیث کو الفوائد میں دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے شیخ موفق نے اس کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: آپ کو اس سے معلوم ہو چکا ہے جس کو میں نے موفق سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی ابوالزبیر کے طریق سے ہے اس نے جابر سے روایت کیا ہے اور آپ کو اس کی علت کا علم ہو چکا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے پس اسناد بہر حال ضعیف ہے، جبکہ میں نے ابوبکر الشافعی کی فوائد کی جانب مراجعت کی

ابن غیلان اس سے روایت کرتا ہے جبکہ میں نے اس حدیث کو نہیں پایا ہے البتہ نسخہ میں نقص ہے جو پہلی اور دوسری جز کی کچھ اوراق میں ہے جیسا کہ میں نے اس کی حدیث کی بارے میں دوسرے اجزا کی جانب مراجعت کی ہے تو مجھے اس پر اطلاع نہیں ہو سکی ہے، واللہ اعلم۔

البتہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے کہ ((تم مردار جانور کے چمڑے اور پٹھوں سے فائدہ حاصل نہ کرو)) جبکہ اس کے اثبات میں علماء کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہے البتہ ہمارے نزدیک ترجیح اس کی صحت کو حاصل ہے جیسا کہ ہم نے اپنی تالیف ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل (رقم ۳۷) میں تحقیق کی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

جب کہ اس کے درمیان اور اس ضعیف حدیث کے درمیان واضح فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اس چمڑے اور پٹھے کے ساتھ خاص ہے جس کی وباغت نہیں ہوئی ہے ان دونوں سے فائدہ تب حاصل کیا جاسکتا ہے جب ان دونوں کی وباغت ہو جائے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ”جس چمڑے کو رنگ دیا جائے وہ پاک ہو جاتا ہے“ جب کہ یہ حکم عام ہے بالوں، پشم، ہڈی، سینک وغیرہ کو شامل ہے جب کہ اس مقام میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ فائدہ حاصل نہ کیا جائے البتہ یہ ضعیف حدیث ہے اور وہ دلیل نہیں ہے جب کہ اصل حکم اباحت (جواز) کا ہے اس سے دوسری جانب جایا جاسکتا ہے جبکہ نقل صحیح ہو لیکن نقل صحیح نہیں ہے۔

تنبیہ: اس مقام میں اس مضمون کی حدیث ہے: ((اے ایمان دار عورتو! تم لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے کلمات کہتی رہو تم خود کو غفلت میں نہ ڈالو کہ تم کو رحمت سے فراموش کر دیا جائے گا)) بعد ازاں میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ایک گواہ کو پایا کہ اس کا حکم مرفوع جیسا ہے تو مجھے اس جانب راہ نمائی حاصل ہوئی کہ اس مقام میں اس کو گواہ کے ساتھ ذکر کرنا نہیں چاہئے جب کہ میں نے اس کا تذکرہ اپنے بعض رسائل میں کیا ہے شائد وہ تعاقب پر رد ہے اور کاش کہ وہ لوگ جو ہمارے ہاں آتے ہیں وہ ہمیں اس طرح کے فائدہ سے آگاہ کریں تاکہ ہم راہ صواب کی جانب لوٹ آئیں اس کے ساتھ ان کا شکر یہ ادا کریں اور ان کی علمی حیثیت کا اعتراف کریں جب کہ معصوم تو صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔

(۱۱۹) ((عِنْدَ اتِّخَاذِ الْغَنِيَاءِ الدَّجَاجِ يَأْذُنُ اللَّهُ بِهَلَاكِ الْقُرَى))

ترجمہ: ”جب مالدار لوگ مرغی کو پالنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ ان بستیوں کے بارے میں حکم دے گا کہ انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے،“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۲۸/۲) میں اور ابوسعید بن اعرابی نے اپنی معجم (۲/۱۷۶) میں اور اس سے ابن عساکر نے (۱/۲۳۸/۱۲) میں عثمان بن عبدالرحمن کے طریق سے "ابن الاعرابی نے الحرائی کا اضافہ کیا ہے" اس نے کہا ہمیں علی بن عروہ نے حدیث سے آگاہ کیا اس نے مقبری سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس نے بیان کیا: کہ ((رسول اللہ ﷺ نے مال داروں کو حکم دیا کہ وہ بکریوں کی پرورش کریں جب کہ فقراء کو حکم دیا کہ وہ مرغیوں کی پرورش کریں))

علامہ سندھی نے ابن ماجہ کے حواشی میں تحریر کیا ہے اور السزو اندمیس اس کی اسناد میں علی بن عروہ ہے جس کو محدثین نے متروک قرار دیا ہے، جب کہ ابن حبان کا قول ہے کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا، مزید عثمان بن عبدالرحمن مجہول ہے جب کہ اس کے متن کو ابن جوزی نے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور امام ذہبی کا قول المیزان میں ہے کہ صالح جزره وغیرہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: السزو اندمیس بوسیری کا قول ہے کہ عثمان بن عبدالرحمن مجہول ہے یہ بات درست نہیں ہے بلکہ یہ راوی تو معروف ہے اور یہ راوی حرائی ہے جیسا کہ ابن الاعرابی نے اپنی روایت میں اس کی وضاحت کی ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے التقریب میں اس کے حالات میں اس کو سچا قرار دیا ہے لیکن اس کی اکثر روایات ضعیف اور مجہول روایات سے ہیں اس وجہ سے وہ ضعیف ہے یہاں تک کہ ابن نمیر نے اس کو جھوٹ کی جانب منسوب کیا ہے جبکہ ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی نے اس حدیث کو اسناد کے ساتھ ابن عدی کے طریق سے ذکر کیا ہے جب کہ علی بن عروہ ابن جریج سے وہ عطاء سے وہ ابن عباس سے مرفوع روایت کرتا ہے البتہ عند اتخاذ..... کا لفظ نہیں ہے پھر اس کو عقیلی کے طریق سے اسناد کے ساتھ غیاث بن ابراہیم کی جانب منسوب کیا ہے اس نے طلحہ بن عمرو سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے۔

بعد ازاں اس نے اس کو غیر صحیح قرار دیا ہے کہ علی بن عروہ اور غیاث دونوں فن حدیث میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب السلاسی (۲۷۷/۲) میں کیا ہے اس نے کہا ہے کہ اس کا ایک اور طریق ہے، بعد ازاں اس نے ابن ماجہ کے طریق کو ذکر کیا ہے جس میں علی بن عروہ وضاع ہے اور اسی لئے ابن عراق نے (۱/۳۲۵) میں اس تعاقب کے ضعیف ہونے کی وضاحت کی ہے جب کہ حدیث عقیلی کی الضعفاء (۳۵۱) میں ابن عدی کی روایت کی مانند ہے اور اس



نے بیان کیا ہے کہ غیاث راوی کو ابن معین (رحمہ اللہ) نے کذاب کہا ہے اور وہ ثقہ نہیں ہے نہ امانت دار ہے، امام بخاری (رحمہ اللہ) کا قول ہے محدثین نے اس کو متروک قرار دیا ہے جب کہ اس کی متابعت ان لوگوں نے بھی کی ہے جو اس سے کم یا اس کے برابر ہیں۔

(۱۲۰) «يَا حُمْرَاءُ مَنْ أَعْطَى نَارًا فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقُ بِجَمِيعِ مَا نَصَبَتْ تِلْكَ النَّارُ، وَمَنْ أَعْطَى مِلْحًا فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقُ بِجَمِيعِ مَا طَيَّبَ ذَلِكَ الْمِلْحُ، وَمَنْ سَقَى مُسْلِمًا شُرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَيْثُ يُوجَدُ الْمَاءُ فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً، وَمَنْ سَقَى مُسْلِمًا شُرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَيْثُ لَا يُوجَدُ، فَكَأَنَّمَا أَحْيَاَهَا»

ترجمہ: ”اے عائشہ رضی اللہ عنہا جس شخص نے کسی کو آگ کا عطیہ دیا گویا کہ اس نے ان سب چیزوں کا صدقہ کیا جن کو آگ نے پکایا اور جس شخص نے نمک دیا تو اس نے ان سب چیزوں کا صدقہ کیا جن کو نمک نے عمدہ بنایا اور جس شخص نے کسی مسلمان کو پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پانی پایا جاتا ہے تو گویا کہ اس نے گردن کو آزاد کیا اور جس شخص نے کسی مسلمان کو پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پانی موجود نہیں تو گویا کہ اس نے اس کو زندگی عطا کی،“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۹۲/۲) میں علی بن غراب کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے زہیر بن مرزوق سے اس نے علی بن زید بن جدعان سے اس نے سعید بن المسیب سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کونسی چیز ہے جس کو روک لینا جائز نہیں آپ نے فرمایا پانی، نمک، آگ ہیں اس نے بتایا: کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پانی کے بارے میں تو ہمیں معلوم ہے لیکن نمک اور آگ کی افادیت کیا ہے آپ نے فرمایا اے حمیراء (آخر تک)“

اس کی اسناد ضعیف ہے، علی بن غراب مدلس ہے جب کہ اس نے لفظ غن کے ساتھ ذکر کیا ہے اور زہیر بن مرزوق کے بارے میں ابن معین نے کہا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا ہوں، جب کہ امام بخاری نے اس کو منکر الحدیث اور مجہول قرار دیا ہے اور ذہبی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ اس میں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

امام طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں ابن زہیر کے طریق سے روایت کیا ہے جیسا کہ

مجمع الزوائد (۱۳۳/۱۳) میں ہے نیز ابن جوزی نے اس حدیث کوالموضوعات میں دوسرے طریق سے عائد فرمایا ہے، ابن عدی کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس کی آفت احمد بن محمد بن علی بن الحسین بن شیبہ راوی ہے جب کہ امام سیوطی نے السلاسی (۵۸/۱۲) میں ابن ماجہ کے طریق سے اس کا تعاقب کیا ہے جب کہ اس میں یہ احمد (راوی) نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: میں نے اس حدیث کا ایک تیسرا طریق معلوم کیا ہے جس کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۳/۱۲) میں عبید بن واقد کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے عرضی بن زیاد الدوسی سے اس نے عبید قیس کے شیخ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ اسناد بھی ضعیف ہے، عبید ضعیف ہے اور عرضی بن زیاد کے حالات مجھے معلوم نہیں ہو سکے ہیں جب کہ اس کا استاذ مجہول ہے اس کا نام معلوم نہیں۔

(۱۲۱) ((قُلْ مَا يُوجَدُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دِرْهَمٌ مِّنْ حَلَالٍ، أَوْ أُخٌ يُؤْتَقَى بِهِ))

ترجمہ: ”آخری زمانے میں کم ہی حلال درہم دستیاب ہوگا یا ایسا بھائی جس پر اعتماد کیا جاسکے، تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف یا موضوع ہے، ابو نعیم نے اس حدیث کو (۹۳/۱۳) میں محمد بن سعید الحرانی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں ابو فرودہ رهاوی نے خبر دی اس نے کہا ہمیں میرے والد نے خبر دی اس نے کہا ہمیں محمد بن یعقوب الرقی نے خبر دی اس نے میمون بن مہران سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے محمد بن سعید الحرانی کے بارے میں امام نسائی نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں وہ کون ہے جب کہ ابو فرودہ رهاوی کا نام یزید بن محمد بن یزید بن شان بن یزید ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے اس کے حالات (۲۸۸/۲/۱۳) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کے بارے میں جرح، تعدیل کا ذکر نہیں کیا ہے اس کے والد محمد بن یزید کے بارے میں ابن ابی حاتم نے بتایا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ کوئی مضبوط شخص نہ تھا اس میں تو اس کے والد سے بھی زیادہ غفلت پائی جاتی تھی باوجود اس کے کہ وہ صالح شخص تھا اس کا شمار ان لوگوں سے نہ تھا جو ناٹ کی مانند بنے رہتے تھے راست باز تھے۔

مزید برآں ان کی زندگی کا محور پردہ ڈالنا تھا وہ اس صلاحیت سے موصوف تھے جب کہ نقلی اس کو پسند سمجھتا تھا اور امام بخاری کا قول ہے کہ وہ اپنے باپ سے منکر روایات کو بیان کرتا تھا، امام نسائی کا

قول ہے کہ وہ قوی راوی نہیں ہے جب کہ محمد بن ایوب الرقی کے بارے میں ابن ابی حاتم نے (۱۹۲/۱۳) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ ضعیف حدیث کے ساتھ موصوف ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ امام ذہبی نے اس کے ساتھ اس کے حالات کا تذکرہ میزان الاعتدال میں کیا ہے اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ محمد بن ایوب الرقی دوسرا شخص ہے جو مالک سے باطل حدیث لاتا ہے اور اس سے زہیر بن عباد ذکر کرتا ہے بعد ازاں پانچ افراد کے تراجم کے بعد اس کے حالات کا اعادہ کیا ہے تو اس نے کہا محمد بن ایوب مالک بن انس سے بیان کرتا ہے ابن حبان کا قول ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا، بعد ازاں ابن حبان نے اس کی باطل حدیث کو جو اہلس کی فضیلت میں ہے ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس ترجمہ کے بعد لسان المیزان میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن ایوب الرقی نے میمون بن مہران سے اور اس سے محمد بن یزید بن سنان نے روایت کیا امام ابو حاتم نے اس کو ضعیف الحدیث قرار دیا ہے جب کہ نہائی نے اس کے درمیان اور اس شخص کے درمیان فرق کیا ہے جو مالک سے روایت کرتا ہے اور جو حقیقت بظاہر مجھے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ دونوں ایک ہیں۔

(۱۲۲) «نَهَى عَنِ الْغِنَاءِ، وَالْإِسْتِمَاعِ إِلَى الْغِنَاءِ، وَنَهَى عَنِ الْغَيْبَةِ، وَعَنِ الْإِسْتِمَاعِ إِلَى الْغَيْبَةِ، وَعَنِ النَّوْمِ وَعَنِ الْإِسْتِمَاعِ إِلَى النَّوْمِ»

ترجمہ: ”گانے اور گانے کے سننے سے منع کیا ہے اور غیبت کرنے اور غیبت سننے سے روک دیا ہے اور چغلی کرنے اور اس کے سننے سے روک دیا ہے،“

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، خطیب نے اس کو اپنی تاریخ (۲۲۶/۸) میں اور طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں الگ الگ ذکر کیا ہے جیسا کہ المسجع (۹۱/۸) میں ہے اور ابو نعیم نے (۹۳/۳) میں لیکن گانے کا ذکر نہیں ہے یہ سبھی فرات بن السائب کے طریق سے اس نے میمون بن مہران سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس فرات راوی کے بارے میں نسائی اور دارقطنی نے کہا ہے کہ یہ متروک ہے، جب کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منکر الحدیث کہا ہے، امام احمد نے کہا ہے: کہ وہ محمد بن طحان کے قریب ہے جس کے رحمۃ اللہ علیہ اس کو بھی متہم کیا جاتا ہے۔

وہ احمد بن محمد بن مفرج اشعری وہ ابن روی سے معروف ہے وہ فن حدیث اور فن رجال میں امام بارع ہے اس کی کتاب المحافل خمیس ہے اور یہ ابن عدی کی الکامل کے ذیل میں ہے اس نے ۶۳۷ کو وفات پائی

میں کہتا ہوں: یہ طحان راوی ابن زیاد بکری ہے احمد اور اس کے سوانے اس کو کذاب کہا ہے اس سے مروی کچھ احادیث (حدیث نمبر ۱۶-۱۹) پہلے گزر چکی ہے آپ وہاں ملاحظہ کریں اور اس پر یہ فرات راوی امام احمد کے نزدیک متہم ہے جب کہ عراقی نے اس حدیث کو تخریج الاحماء (۱۲۷/۳) میں طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے اس کے بعد اس نے اس کو ضعیف کہا ہے، علامہ بیہقی نے بتایا ہے کہ اس کی اسناد میں فرات بن سائب متروک ہے،

جب کہ چغلی اور غیبت کی حرمت کے بارے میں صحیح احادیث موجود ہیں جو اس ضعیف حدیث سے بے پرواہی کی جانب لے جاتی ہیں آپ اگر چاہتے ہیں تو الشرح غیب (۳۰۳، ۲۹۶/۳) کا مطالعہ کریں جب کہ ہر قسم کا گانا حرام نہیں ہے بلکہ وہ گانا حرام ہے جس میں رخسار اور شراب اور پہلو کا ذکر ہو اس قسم کا گانا قطعاً حرام ہے اور جو ان سے خالی ہوں ان میں اکثر مکروہ ہیں البتہ گانے وغیرہ کے آلات تو بہر حال حرام ہیں، ارشاد نبوی ہے: ”میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو شرم گاہ رشتم شراب اور گانے بجانے کو طلال سمجھیں گے“ اس حدیث کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے تعلیقاً ذکر کیا ہے، جب کہ ابوداؤد (۱۷۳/۲) نے اس کو صحیح اسناد کے ساتھ موصول ذکر کیا ہے۔

(۱۲۳) «إِنَّ اللَّهَ يَسْأَلُ عَنْ صُحْبَةِ سَاعَةٍ»

ترجمہ: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک لمحہ کے بارے میں بھی دریافت کرے گا“

تحقیق: یہ حدیث اسی طرح زبان پر مشہور ہے جب کہ میں اس کو اس لفظ کے ساتھ معلوم نہیں کرتا ہوں جب کہ وہ اس حدیث کے مفہوم میں ہے جس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

(۱۲۴) «مَنْ صَاحِبٍ يَصْحَبُ صَاحِبًا وَلَوْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ إِلَّا سُئِلَ عَنْ صُحْبَتِهِ هَلْ أَقَامَ فِيهَا حَقَّ اللَّهِ أَمْ أَضَاعَهُ؟»

ترجمہ: ”جو شخص بھی کسی دوسرے شخص کے ساتھ رفاقت رکھتا ہے اگرچہ دن میں ایک ساعت ہو تو لازماً اس سے اس کی رفاقت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا، کہ کیا اس نے اس میں اللہ کے حق کو ادا کیا یا اس کو ضائع کیا؟“

■ امام ابن حزم نے اس کو بغیر دلیل کے ضعیف کہا ہے اس پر میں نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کو شائع کرنے کی توفیق طلب کرتا ہوں میں نے اس حدیث کو بیان کیا اور ابن حزم کے ضعیف کہنے پر کلام کی ہے اور اسکی صحت کو سلسلہ الاحادیث الصحیحہ حدیث نمبر ۹۰ میں بیان کیا ہے پس جو شخص چاہے اس کی طرف رجوع کرے

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الإحصاء (۱۵۴/۲) میں اس کی نسبت یقین کے ساتھ نبی ﷺ کی جانب کی ہے الفاظ یہ ہیں: کہ ”نبی ﷺ ایک جنگل میں اپنے صحابہ کرام کے ساتھ داخل ہوئے آپ نے وہاں سے دو سواکیں حاصل کیں ایک سواک نیڑھی تھی جب کہ دوسری سیدھی تھی آپ نے درست سواک اپنے ساتھی کو عطا کی اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! درست سواک کے تو آپ مجھ سے زیادہ حقدار تھے تو آپ نے فرمایا:

پھر اس حدیث کو ذکر کیا، حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے الإحصاء کی تخریج میں ذکر کیا ہے کہ مجھے اس کے اصل کا علم نہیں ہے اسی طرح امام سبکی نے الطبقات (۱۵۶/۴) میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ مجھے اس کا اصل معلوم ہوا ہے البتہ وہ بناوٹی ہے اس لئے کہ وہ روایت احمد بن محمد بن عمر بن یونس الیمامی سے ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں (۱۱/۱۱) ذکر کیا ہے، میں نے اپنے والد سے اس کے بارے میں سوال کیا اس نے کہا وہ ہمارے پاس آیا اور وہ جھوٹا انسان تھا اور میں نے اس سے تحریر کیا ہے، جب کہ میں اس سے بیان نہیں کرتا ہوں۔

امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں السميزان سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اس نے عمر بن یونس سے یعنی اپنے دادا سے اس نے اپنے باپ سے سنا جو حمزہ بن عبد اللہ بن ربیعہ اس نے اپنے باپ سے بیان کیا: کہ ”رسول اللہ ﷺ ایک جنگل میں داخل ہوئے آپ نے وہاں سے دو سواکیں حاصل کیں ایک ان میں سے سیدھی تھی“ اس نے اس حدیث کو کھل ذکر کیا ہے البتہ اس نے کہا ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی رفیق کے ساتھ اگرچہ ایک ساعت رفاقت کرتا ہے تو اس سے اس کی مصاحبت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔

(۱۲۵) «سَوْءُ الْخُلُقِ ذَنْبٌ لَا يُغْفَرُ، وَسَوْءُ الظَّنِّ حَاطِيَةٌ تَفْوُحُ»

ترجمہ: ”بد اخلاقی ایسا گناہ ہے جسے معاف نہیں کیا جائے گا اور بدظنی ایسی غلطی ہے جو مہکتی رہتی ہے“

تحقیق: حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے، جبکہ اس حدیث کو امام غزالی (رحمہ اللہ) نے (۴۵/۳) میں ذکر کیا ہے اس حدیث کی نسبت جزم کے ساتھ نبی ﷺ کی جانب کی ہے جب کہ ہو سکتا ہے کہ جدید انداز سے اس پر اس حدیث کا باطل ہونا محتمل ہو پس مجھے معلوم نہیں کہ کس طرح اس پر فقہی انداز سے اس

حدیث کا باطل ہونا مخفی رہا ہو جبکہ حدیث مکمل طور پر ارشاد ربانی کے معارض ہے ملاحظہ فرمائیں۔  
 ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾  
 ”بلاشبہ اللہ معاف نہیں کرتا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے البتہ شرک کے سوا کو اللہ معاف کر  
 دیتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے“

اور شاید اس میں ان لوگوں کیلئے عبرت ہے جو احادیث کے روایت کرنے میں سہل انگاری  
 سے کام لیتے ہیں اور احادیث کی نسبت نبی ﷺ کی جانب کرتے ہیں وہ اس کی صحت کو محدثین کے طریق  
 پر نہیں جانچتے ہیں اللہ پاک محدثین کو مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے، آمین جب کہ اس  
 حدیث کو امام سبکی (رحمہ اللہ) نے الطبقات (۱۶۲/۳) میں ان احادیث کی فصل میں ذکر کیا ہے جن کی اسناد  
 کو معلوم نہیں کیا ہے جو کہ احياء العلوم میں ہیں البتہ حافظ عراقی نے اس استشہاد کے لئے اس حدیث  
 کی تخریج کی ہے جس کا آنے والی حدیث میں ذکر ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۲۶) ﴿مَنْ هَمَّ بِإِلَّا لَهُ تَوْبَةٌ، إِلَّا صَاحِبُ سُوءِ الْخُلُقِ، فَإِنَّهُ لَا يَتُوبُ مِنْ  
 ذَنْبٍ إِلَّا عَادَ فِي شَرِّ مَنَّهُ﴾

ترجمہ: ”کوئی گناہ نہیں ہے مگر اس کی توبہ ہے البتہ بد اخلاق شخص وہ کسی گناہ سے تائب  
 نہیں ہوتا مگر اس سے برے گناہ میں لوٹ آتا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو المعجم الصغير (ص ۱۱۴) میں  
 ذکر کیا ہے عمرو بن حبیب کے طریق سے اس نے یحییٰ بن سعید انصاری سے اس نے محمد بن ابراہیم التیمی سے  
 اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ)  
 نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو یحییٰ بن سعید انصاری سے عمرو کے سوا کسی نے ذکر نہیں کیا ہے جب کہ  
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث اس اسناد کے ساتھ ہی مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: حدیث موضوع ہے جب کہ اس عمرو راوی کے بارے میں نقاش نے وضاحت کی ہے کہ  
 اس کی بیان کردہ احادیث موضوع ہیں جب کہ یحییٰ بن معین نے اس کو کذاب قرار دیا ہے اور ابن عدی کا  
 قول ہے کہ وہ حدیث وضع کرنے میں متہم ہے جب کہ آپ اس سے معلوم کر سکتے ہیں کہ حافظ عراقی (رحمہ  
 اللہ) کا قول تخریج الاحیاء (۲۵/۳) میں اس کے بعد ہے کہ اس نے اس کی نسبت طبرانی کی جانب  
 کی ہے مزید برآں اس کی اسناد ضعیف ہے جب کہ موضوع روایت ضعیف کی اقسام سے ہے جیسا کہ یہ

حقیقت اصطلاح میں ثابت ہے حافظ بیہقی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۲۵/۸) میں ذکر کیا ہے کہ طبرانی نے اس حدیث کو الصغیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں عمرو بن صحیح راوی کذاب ہے۔

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو الجامع میں ابوالفتح صابونی کی روایت کے ساتھ الاربعین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا ہے جب کہ اس پر دو انداز سے اعتراض ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کو اس کتاب میں روایت کرنا سیوطی کی شرط پر نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کو ایک جموٹے آدمی اکیلے نے بیان کیا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کو صرف صابونی کی طرف منسوب کرنا اس سے وہم لازم آتا ہے کہ باقی مشہور محدثین کے نزدیک یہ حدیث موجود نہیں ہے، پھر اس حدیث کو عراقی نے بھی روایت کیا ہے یہ شاہد ہے اس حدیث کی جو اس سے پہلے ہے اور وہ حدیث دو امور کی وجہ سے صحیح نہیں ہے، اول یہ کہ اس میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ بد اخلاقی ایسا گناہ ہے جو قابل عفو نہیں ہے، دوم یہ کہ اس میں ذکر نہیں ہے کہ بد ظنی ایسی غلطی ہے جس سے غلطی کی مہک آتی ہے اس نے پہلی حدیث کو مکمل کیا ہے۔

(۱۲۷) «صَلَاةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ خُمْسًا وَعِشْرِينَ صَلَاةً بِغَيْرِ عِمَامَةٍ. وَجُمُعَةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ سَبْعِينَ جُمُعَةً بِغَيْرِ عِمَامَةٍ. إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَيَشْهَدُونَ الْجُمُعَةَ مُعْتَمِنِينَ وَلَا يَزَالُونَ يُصَلُّونَ عَلَىٰ أَصْحَابِ الْعِمَامَةِ حَتَّىٰ تَغْرُبَ الشَّمْسُ»

ترجمہ: ”پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا بلا پگڑی کے پچیس نمازوں کے برابر ہے جب کہ جمعہ کی نماز پگڑی باندھ کر ادا کرنا بغیر پگڑی کے ستر جمعہ کے برابر ہے یہ حقیقت ہے کہ فرشتے جمعہ کی نماز پگڑی باندھ کر شریک ہوتے ہیں اور ہمیشہ پگڑی والوں پر رحمت کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جاتا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن حجر نے اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن مہدی مروزی تک پہنچایا ہے اس نے بتایا ہے کہ ہمیں ابو بشر بن سيار الرقی نے بیان کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں عباس بن کثیر الرقی نے بیان کیا اس نے یزید بن حبیب سے اس نے کہا ہے کہ مجھے مہدی بن یسویں نے بتایا کہ ”میں سالم بن عبد اللہ بن عمر کے ہاں گیا جب کہ وہ پگڑی باندھ رہا تھا اس نے مجھے مخاطب کیا اے ابو ایوب! کیا میں تجھے ایسی حدیث سے آگاہ نہ کروں جس کو تو محبوب باور کرے گا اور اس کو نقل کرے گا میں نے عرض کیا ضرور! اس نے بتایا: میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں گیا جب کہ وہ سر پر پگڑی باندھ رہا تھا اس

نے کہا اے میرے بیٹے! میں پگڑی باندھنے کو پسند کرتا ہوں اے میرے بیٹے! آپ بھی پگڑی باندھیں اس سے جلال رونما ہوتا ہے، مزید برآں عزت و توقیر کا عمل ہے اور جب بھی شیطان تجھے دیکھے گا وہ بھاگ جائیگا" بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا: "پھر اس نے یہ حدیث بیان کی۔

اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان (۳/۲۳۳) میں کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور میں نے عباس بن کثیر کا الغرہاء میں ذکر نہیں دیکھا ہے جو ابن یونس کی ہے بلکہ اس کی ذیل میں بھی تذکرہ نہیں پایا ہے جو ابن الطحان کی ہے جب کہ ابو بشر بن سيار کو ابو احمد الحاکم نے الکافی میں ذکر نہیں کیا ہے جب کہ میں نے محمد بن مہدی الروزی کو معلوم نہیں کیا ہے اور مہدی بن میمون کو بھی اس حدیث کیلئے جس کو سالم سے ذکر کیا گیا ہے جبکہ اس سے مقصود بصری راوی نہیں ہے جس کی روایات بخاری، مسلم میں ہیں جب کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس آفت کا درود کہاں سے ہے۔

اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ (ص ۱۱۰) میں ذکر کیا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے اور ابن عراق (۲/۱۵۹) اس کے پیچھے چلا ہے، بعد ازاں علامہ سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ ابن عساکر نے اس حدیث کو اپنی تاریخ میں عیسیٰ بن یونس کے طریق سے ذکر کیا ہے جب کہ ویلی نے سفیان بن زیاد بخاری سے ان دونوں نے عباس بن کثیر سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) اس سے غافل ہوئے اور اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شامل کر دیا ابن عساکر کی روایت سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں جب کہ امام مناوی نے اپنی شرح میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس کو موضوع قرار دیا ہے اور سخاوی نے اس کو نقل کیا اور اس کو پسند قرار دیا، میں کہتا ہوں: اگر مناوی نے اس کا تعاقب کیا ہے اس پر جس کو سیوطی نے الدلیل میں حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے تو یہ زیادہ مناسب ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے کہ جب امام سخاوی (رحمہ اللہ) کا کلام جس کی جانب المقاصد (ص ۱۲۳) میں اشارہ کیا گیا ہے۔

جب کہ ملا علی قاری نے اپنی موضوعات (ص ۵۱) میں منونی (اس سے مقصود ابو الحسن علی بن محمد مصری شاذلی (م ۹۳۹ھ) ہے جو فقہاء مالکیہ میں سے ہیں) سے اس کو نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے، بعد ازاں ملا علی قاری نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس نے التزام کیا ہے کہ اس نے اس میں موضوع حدیث کا ذکر نہیں کیا ہے جب کہ مجلونی نے اس کا مثل النجم میں نقل کیا ہے۔



میں کہتا ہوں: یہ تعاقب غلط ہے اس کا بیان کرنا ہی اس کا زیادہ رد کرنے سے کفایت کرتا ہے جب کہ ان کے پاس اس کا علم پہنچا ہے کہ انہوں نے امام سیوطی کے علم کے بارے میں حسن ظن کیا ہے جب کہ انہیں معلوم نہیں ہے کہ جو کچھ الجامع الصغیر میں ہے مقصود موضوع احادیث ہیں جن کے بارے میں اس نے الجامع کے سوا میں بھی ذکر کیا ہے کہ اس میں کچھ احادیث موضوع ہیں جیسا کہ یہ اور دیگر احادیث ہیں تو آپ ایسے شخص ہوں جو حق کو رداۃ کے ساتھ نہیں پہنچانتے بلکہ حق کو زیادہ پہچاننے والے وہ ہیں جو رداۃ کو پہنچانتے ہیں جو کچھ گزر چکا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے موضوع ہونے کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس میں کسی کام کی فضیلت کو مبالغہ آرائی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جب کہ عقل سلیم اس کی گواہی دینے پر آمادہ نہیں ہو پاتی اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کی تضعیف ہوتی جبکہ اس کی اسناد میں متہم شخص نہیں ہے پس جب آپ نے اس کی حقیقت کو معلوم کر لیا ہے تو آپ کیلئے ممکن ہے کہ آپ اس حدیث کے حکم سے آگاہ ہوں گے جو اس کے بعد ہے یہ زیادہ بہتر ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۲۸) «رَكْعَتَانِ بِعِمَامَةٍ خَيْرٌ مِنْ سَبْعِينَ رَكْعَةً بِلاَ عِمَامَةٍ»

ترجمہ: ”گپڑی پہن کر دو رکعت نماز ادا کرنا ستر رکعات سے بہتر ہے جو بلا گپڑی کے ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو دلیلی کی روایت کے ساتھ جو مسند الفردوس میں ہے الجامع الصغیر میں جابر سے ذکر کیا ہے جبکہ اس کے لئے لائق تھا کہ اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعہ میں شامل کرتے جیسا کہ اس حدیث کے ساتھ طرز عمل اختیار کیا گیا ہے جو اس سے پہلے ہے اس لئے کہ وہ حدیث گپڑی باندھ کر نماز ادا کرنے کی فضیلت میں زیادہ مبالغہ آرائی ہے تو اس پر موضوع ہونے کا فیصلہ کرنا زیادہ بہتر ہے آپ خود سے سمجھیں۔

جب کہ امام مناوی شرح الجامع میں تحریر کرتے ہیں کہ جابر سے اس حدیث کو بھی ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور اس کے طریق سے اس کو دلیلی نے اس سے لیا ہے اگر وہ اس کو اصل کی جانب نسبت کرتے تو زیادہ بہتر تھا مزید برآں اس میں طارق بن عبد الرحمن کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے جب کہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے اس نے محمد بن عجلان سے ذکر کیا ہے بخاری نے اس کو الضعفاء میں ذکر کیا ہے جب کہ حاکم نے اس کو کزور حافظ والا کہا ہے اسی لئے سخاوی نے کہا ہے یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ محمد بن عجلان راوی ثقہ ہے اور اس کی احادیث حسن ہیں اس جیسے شخص کی حدیث کو معلول قرار نہیں دیا جاسکتا جب کہ طارق بن عبد الرحمن دو الگ الگ راوی ہیں ایک الجلی الکونی ہے جو سعید بن مسیب کے مثل سے بیان کرتا ہے اور یہ راوی ثقہ ہے اور بخاری، مسلم کے رواد سے ہے جب کہ دوسرا قرشی حجازی ہے وہ علاء بن عبد الرحمن اور اس کے مثل سے روایت کرتا ہے امام ذہبی (رحمہ) نے اس کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ تو پچھانا نہیں جاتا ہے نسائی کا قول ہے: کہ وہ قوی نہیں ہے پس ظاہر ہی مقصود ہے اور پہلا مراد نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس کے طبقہ میں ہے جب کہ ابن حبان نے اس کو ثقہ رواد میں ذکر کیا ہے۔

پس شاید یہی حدیث کی علت ہے وگرنہ وہ راوی جو اس سے نیچے ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں حدیث کی اسناد پر اطلاع نہیں پاسکا ہوں تاکہ میں اس پر غور و فکر کرتا جب کہ امام مناوی نے پہلے ذکر کیا ہے کہ ابو نعیم نے بھی اس کو روایت کیا ہے جب کہ میں نے اس حدیث کو البغیۃ فی ترویج احادیث الحلیۃ میں نہیں پایا ہے یہ کتاب شیخ محمد بن صدیق الغماری کی ہے، فاللہ اعلم۔

بعد ازاں میں نے حافظ ابن رجب (رحمہ) کی تحریر میں ملاحظہ کیا جو ترمذی کی شرح (۲/۸۳) میں ہے، اصل عبارت ملاحظہ کریں کہ امام احمد بن حنبل سے شیخ نعیمی کے بارے میں دریافت کیا گیا جو محمد بن نعیم کے ساتھ معروف ہے اس سے کہا گیا کہ اس نے سہیل سے کچھ بیان کیا ہے اس نے اپنے والد سے بیان کیا اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ”پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا بلا پگڑی کے ستر نمازوں سے افضل ہے“ انہوں نے کہا یہ کذاب ہے باطل ہے۔

(۱۲۹) ((الصَّلَاةُ فِي الْعَمَامَةِ تَعْدِلُ بِعَشْرَةِ آلَافٍ حَسَنَةً))

ترجمہ: ”پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعہ (ص ۱۱۱) میں دیلی کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ ابان راوی تک وہ انس سے مرفوع روایت کرتا ہے اور اس نے کہا ہے کہ ابان راوی متہم ہے جبکہ ابن عراق تنزیہ الشریعہ (۲/۲۵۷) میں اس کے پیچھے چلا ہے، میں کہتا ہوں: اور حافظ سخاوی (رحمہ) نے المقاصد (ص ۱۲۳) میں اپنے استاذ حافظ ابن حجر (رحمہ) کی متابعت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ امام منوفی نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے جیسا کہ شیخ ملا علی قاری کی الموضوعات (ص ۵۹) میں ہے، میرے نزدیک اس حدیث

کے باطل ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اسی طرح اس سے پہلے جو حدیث ذکر ہوئی ہے۔

ظاہر ہے کہ شارح حدیث (رحمہ اللہ) جو حکمت کے ساتھ موصوف ہیں وہ سبھی معاملات کو درست ترازو کے ساتھ وزن کرتے ہیں پس یہ حقیقت ہرگز غیر معقول نہیں ہے کہ پگڑی پہن کر نماز ادا کرنے والے شخص کو جماعت کی نماز کے اجر کے برابر کیا جائے بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ فرق ہے پگڑی سر پر باندھنے کے حکم میں اور باجماعت نماز ادا کرنے میں ظاہر ہے کہ سر پر پگڑی کو پہننا ایسا عمل ہے جس کو مستحب قرار دیا جاسکتا ہے، جب کہ راجح یہ ہے کہ اس کا شمار عادات کی سنن سے ہے عبادات کی سنن سے نہیں ہے۔

البتہ نماز باجماعت ادا کرنا کم از کم اس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ سنت مؤکدہ ہے جب کہ بعض نے اس کو رکن قرار دیا ہے اس کے بغیر نماز کی ادائیگی صحیح نہیں ہے درست بات یہ ہے کہ یہ فرض ہے اس کے چھوڑنے پر نماز صحیح ہو جاتی ہے البتہ سخت قسم کا گناہ ہے پس اس شخص کے لئے کیسے لائق ہے جو حکیم ہے علم سے آشنا ہے کہ اس کے ثواب کو پگڑی پہن کر نماز ادا کرنے کے برابر قرار دے بلکہ بغیر پگڑی کے نماز ادا کرنا کئی درجات کم ہے۔

اور شاید کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس معنی کا ملاحظہ کیا ہے جب اس نے حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے جب کہ اس قسم کی احادیث سیدہ کے آثار اور اس کی غلط توجیہات کے باعث ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں جب وہ نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ اپنے سر پر پگڑی باندھتے ہیں یا رومال باندھتے ہیں تاکہ ان کو ان کے خیال کے مطابق اس طرح کا ثواب حاصل ہو جس کا ذکر ہوا ہے حالانکہ انہوں نے ایسا کام نہیں کیا ہے جس کے باعث ان کے نفس کو پاکیزگی حاصل ہو۔

جب کہ عجائبات سے ہے کہ آپ ان میں سے کچھ لوگوں کو دیکھتے ہیں جو داڑھی کے منڈوانے کے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں جب نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان میں ان کے تسامیل کے سبب کون سا نقص آدھکا ہے جب کہ انہیں اس تسامیل کا خیال تک نہیں آتا ہے البتہ پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا یہ ایسا عمل ہے جو ان کے ہاں معمولی نہیں ہے۔

جب کہ اس پر دلیل یہ ہے کہ جب ایک ایسا شخص جس کے چہرے پر داڑھی ہے آگے ہو کر نماز کی امامت کرتا ہے تو اس کو اس وقت تک پسند نہیں کرتے جب تک کہ وہ پگڑی سر پر نہیں باندھتا ہے اور جب پگڑی والا شخص امامت کرتا ہے اگرچہ وہ گناہ گار کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس نے داڑھی کو منڈوا رکھا ہے تو ان کو اس سے گھبراہٹ نہیں ہوتی اور نہ وہ اس امام کو متمم باور کرتے ہیں گویا کہ انہوں نے اللہ پاک کی شریعت کو الٹا کر دیا جب انہوں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا بلکہ واجب باور کیا، یا اس کو جائز

کے قریب کر دیا۔

جب کہ پگڑی سر پر باندھنے کو اگر فضیلت حاصل ہے تو اس سے مقصود وہ پگڑی ہے جس کے باعث مسلمان شخص اپنے معمولات میں زینت اختیار کرتا ہے اور پگڑی زیب تن کرنے کے باعث وہ دیگر رنقاء سے متمیز ہوتا ہے جب کہ اس سے مقصود وہ پگڑی نہیں جس کو عاریتہ حاصل کیا گیا ہے تاکہ اس کو پہن کر چند لمحات میں نماز کی ادائیگی کر سکے تو وہ ابھی فارغ ہونے کے قریب نہیں ہوتا ہے کہ نہایت تیزی کے ساتھ اس کو سر سے اتار کر اپنی جیب کے حوالہ کر دیتا ہے۔

جبکہ مسلمان شخص نماز کی ادائیگی کے علاوہ بھی پگڑی کا زیادہ محتاج ہوتا ہے اس لئے کہ پگڑی کی ضرورت بہت زیادہ ہے اس لئے کہ پگڑی تو مسلمان کا شعار ہے جو اس کو کافر سے الگ کرتی ہے بالخصوص اس دور میں جس میں ایمان دار کی بود و باش رہن بہن کافر کے ساتھ ملی جلی ہوئی ہے یہاں تک مشکل ہو چکا ہے کہ مسلمان سلام کہنے کو عام کرے اس شخص کو جس کو وہ پہچانتا ہے اور جس کو نہیں پہچانتا ہے آپ غور فرمائیں کہ شیطان نے کس طرح ان کو اس پگڑی سے محروم کر دیا ہے جو افادیت کی حامل ہے اس پگڑی کی جانب جس کو ایجاد کیا گیا ہے اور ان کے لئے آراستہ کر دیا ہے کہ یہی صورت کافی ہے اسی طرح داڑھی کے چھوڑنے سے روک دیا ہے جو مسلمان کو کافر سے متمیز کرتی ہے جب کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ”موتخچوں کو ترشواؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو“

یہ اس شخص کی مثال نہیں ہے جو نماز کے وقت عاریتہ پگڑی باندھتا ہے مگر اس شخص جیسی ہے جو عاریتہ داڑھی زیب تن کرتا ہے جب نماز کی ادائیگی کیلئے کھڑا ہوتا ہے اور اگر ہم ان داڑھیوں کا مشاہدہ نہیں کرتے ہیں جو ہمارے ملک میں عاریتہ ہیں تو میرے خیال میں کچھ بعید نہیں کہ ایک دن ان کا مشاہدہ ضرور کروں گا اس لئے مسلمان کثرت کیساتھ یورپین لوگوں کی تقلید کر رہے ہیں چنانچہ میں نے جسریدۃ العلم (شمارہ نمبر ۲۸۵) ۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۶۳ھ میں اس کی وضاحت کی ہے لندن میں جب گرمی کا حملہ شدت اختیار کر جاتا ہے تو مجلس شوریٰ کا انعقاد ہوتا ہے اس مجلس میں شوریٰ کاربیس ان کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنی مستعار داڑھیوں کو اتار دیں یہ مقام عبرت ہے اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

(۱۳۰) ((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَعْذِبُ حَسَنَ الْوُجُوهِ سُوْدًا لِحَدَقٍ))

ترجمہ: ”یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جن کے چہرے خوبصورت ہیں ان کی آنکھوں کی پتلیاں سیاہ ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام دیلمی (رحمہ اللہ) نے اس کو ذکر کیا ہے کہ ہمیں بسنجیر بن منصور نے اس نے جعفر بن محمد الحسین الابہری سے اور علی بن احمد المحروری سے اس نے جعفر بن احمد دقاق سے اس نے عبد الملک بن محمد الرقاشی سے اس نے عمرو بن مرزوق سے اس نے شعبہ سے اس نے قتادہ سے اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو السلاسی (۱۱۳-۱۱۲) میں اس کے کلام کے قریب اس حدیث پر بیان کیا ہے جو اس کے بعد آ رہی ہے گویا کہ اس کو بطور گواہ کے چلایا ہے اور اس سے خاموشی اختیار کی ہے تو میں نے محسوس کیا کہ میں اس کے بارے میں کلام کروں اور اس کی علت کو واضح کروں بالخصوص جبکہ مجھ سے اس کا تقاضا اس شخص نے کیا جو میرے بہت زیادہ قریب تھا میں کہتا ہوں: اس حدیث کی علت الرقاشی راوی ہے اور وہ جو اس کے نیچے ہیں سبھی مجہول ہیں میں نے ان کا تذکرہ کسی رجال کی کتاب میں نہیں پایا ہے سوائے الرقاشی کے جبکہ اس کا شمار ابن ماجہ کے رجال سے ہے اور اس کے حالات نہایت وضاحت کے ساتھ تہذیب التہذیب (۴۱۹/۶-۴۲۱) اور تاریخ بغداد (۳۲۵/۱۰-۳۲۷) میں کیا ہے اور اس کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہی نفسہ سچا راوی ہے لیکن اس کے حافظہ میں اختلاط ہو گیا جب وہ بغداد میں آیا تو اس کی غلطیاں اسانید اور متون میں زیادہ ہیں، پس یہ حدیث اس کی ان روایات سے ہے جو مخلوط ہیں وگرنہ یہ حدیث ان مجہول لوگوں میں سے کسی کا وضع کردہ ہے اور مجھے ہرگز شک نہیں کہ یہ حدیث باطل ہے جبکہ یہ حدیث اگلے معارض ہے جو شریعت میں وارد ہیں اس لئے کہ بدلہ تو کسب اور عمل پر ہوتا ہے، ارشاد بانی ہے:

﴿لَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾

”جو شخص ذرہ بھرتی کرے گا تو وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا“

البتہ اس پر نہیں جس کو اس نے نہیں کیا ہے نیز اس میں جس میں انسان کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ خوبصورتی اور بد صورتی ہے اسی جانب اشارہ ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اجسام اور تمہاری صورتوں کی جانب نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی جانب دیکھتا ہے“ اس کو صحیح مسلم (۱۱/۸) نے روایت کیا ہے جب کہ اس حدیث کی مثل وہ حدیث بھی باطل ہے جس کا ذکر آگے ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۳۱) ﴿عَلَيْكُمْ بِالْوُجُوهِ الْمَلَّاحِ وَالْحَدَقِ السُّودِ فَإِنَّ اللَّهَ يَسْتَحْيِي أَنْ يُعَذِّبَ وَجْهًا مَلِيحًا بِالنَّارِ﴾

ترجمہ: ”تم خوبصورت چہروں اور سیاہی مائل آنکھوں کو اختیار کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شرم کرتے ہیں کہ وہ کسی خوبصورت چہرے کو دوزخ کے عذاب میں مبتلا کرے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث کی اصل آفت حسن بن علی بن زکریا العدوی ہے سیوطی نے السلاسی (۱۱۳/۱) میں کہا ہے کہ وہ احادیث کو وضع کرنے والے مشہور وضاعین میں سے ایک تھا، ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے (ص ۱۱۰) میں کہا ہے کہ ”اس حدیث کو وضع کرنے والے خبیث پر اللہ کی لعنت ہو“

پھر میں نے اس حدیث کے دوسرے طریق کو معلوم کیا لاقح بن محمد نے اپنی کتاب شیوخہ (۲/۱۱۱۳) میں کہا کہ ہمیں ابو مسعود نے خبر دی اس نے کہا ہمیں لاقح بن حسین مقدسی نے خبر دی اس نے بتایا ہمیں محمد بن عبداللہ بن ابی درة القاضی نے خبر دی اس نے بتایا ہمیں محمد بن طلحہ العروقی نے خبر دی اس نے بتایا ہمیں ابراہیم بن سلیمان الزیات نے خبر دی اس نے بتایا ہمیں شعبہ نے خبر دی اس نے توبہ عنبری سے اس نے اس بن مالک سے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا

میں کہتا ہوں: یہ حدیث اسی طرح کی ہے جس طرح کی پہلی حدیث ہے یا اس سے بھی زیادہ شراغیز ہے اور اس حدیث میں متعدد علتیں بھی پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) الزیات کے بارے میں ابن عدی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے (۲) عروقی راوی اور اس سے روایت کرنے والا محمد القاضی دونوں کو میں نہیں جانتا (۳) لاقح راوی ہی اس حدیث میں اصل آفت ہے اس لئے کہ وہ کذاب اور وضاع ہے، حافظ اور کسی نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ کذاب ہے اور بہتان طراز ہے وہ ثقہ راویوں سے احادیث وضع کرتا ہے اس سے بڑا کذاب اور جھوٹا ہم نے اپنے دور میں کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

امام شیرازی (رحمہ اللہ) نے اللقباب میں کہا ہے: ہمیں ابو عمر لاقح بن حسین بن ابی الورد نے خبر دی پس اس نے اس موضوع اور ظاہری طور پر اس جھوٹی خبر کو ذکر کیا اور اس کے متن علیکم بالوجوہ الملاح ..... کو ذکر کیا، میں کہتا ہوں: اور عدوی کذاب کی احادیث میں سے ایک حدیث آگے بھی آ رہی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳۲) «النَّظْرُ إِلَى الْوَجْهِ الْحَسَنِ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَالنَّظْرُ إِلَى الْوَجْهِ الْقَبِيحِ يُورِثُ الْكَلْبَحَ»

ترجمہ: ”خوبصورت چہرے کی طرف دیکھنے سے آنکھیں زیادہ روشن ہو جاتی ہیں اور برے

چہرے کی طرف دیکھنے سے تنگی اور بد صورتی کا وارث بن جاتا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، الخطیب (رحمہ اللہ) نے اس کو (۲۲۶/۳) میں حسن بن علی بن زکریا بصری کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں بشر بن معاذ نے بتایا اس نے کہا ہمیں بشر بن فضل نے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابی الجوزاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے، نیز اس روایت کو محمد بن محمد بن احمد بن عثمان طرازی نے روایت کیا ہے اس نے حسن بن علی بن زکریا سے دوسری اسناد کے ساتھ اس سے مرفوع روایت کیا ہے لیکن اس روایت میں طرازی نے غلطی کی ہے جب کہ اس نے منکر اور باطل روایات کو ذکر کیا ہے جب کہ درست یہ ہے کہ یہ روایت حسن بن زکریا سے ہے جیسا کہ خطیب نے کہا ہے اور اسی حسن راوی کے بارے میں امام ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے: اس کی اکثر احادیث موضوع ہیں سوائے چند احادیث کے اور ہم اس کو متم قرار دیتے ہیں بلکہ یقین کرتے ہیں کہ اس نے ان کو وضع کیا ہے، ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے: شاید اس نے ثقہ رواۃ سے موضوعات کو ذکر کیا ہے جو ایک ہزار سے زائد ہیں اور اس کی مثل حدیث ملاحظہ کریں۔

(۱۳۳) ((النَّظْرُ إِلَى الْوَجْهِ الْمَرْأَةِ الْحَسَنَاءِ وَالْخَصْرَةَ يَزِيدَانِ فِي الْبَصَرِ))

ترجمہ: ”یہ خوبصورت عورت کے چہرے کی جانب اور سبزہ کی جانب دیکھنا دونوں آنکھوں کی بصارت میں اضافہ کرتی ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابو نعیم نے الحلیۃ (۲۰۱/۳-۲۰۲) میں احمد بن حسین انصاری کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن حبیب بن سلام کی نے اس نے کہا ہمیں ابی فدیک نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں جعفر بن محمد نے اس نے اپنے والد سے اس نے جابر سے مرفوع روایت کی، اس ابراہیم کے حالات کو میں نے نہیں پایا ہے اور اسی طرح اس کے حالات بھی معلوم نہیں جن سے احمد بن حسین روایت کر رہے ہیں جب کہ اس کی متابعت محمد بن یعقوب نے ابی الشیخ سے التصاریخ (۲۳۶) میں کی ہے، البتہ اس نے کہا ہے کہ ہمیں ابراہیم بن سلام کی نے حدیث بیان کی نیز اس کی متابعت محمد بن احمد قاضی البورانی نے کی ہے، اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن حبیب بن سلام نے اس کی خبر دی، اس حدیث کو ابو نعیم نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے السلاسی (۱۱۶/۱) میں ذکر کیا ہے اور البورانی نے اس کو ترجمۃ الخطیب (۲۹۵/۱) میں روایت کیا ہے نیز اس نے دارقطنی سے روایت کیا ہے البتہ اس نے اس میں کہا ہے کہ اس راوی میں کچھ حرج نہیں ہے البتہ وہ

ضعیف قسم کے شیوخ سے روایت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ ابراہیم جو بورانی کے شیخ ہیں اس حدیث میں ان شیوخ سے شمار ہوتے ہیں جو ضعیف ہیں اس لئے وہ شخص اس حدیث کی آفت ہے جبکہ منادی نے فیض القدیور میں ذکر کیا ہے کہ ذہبی نے المیزان میں بیان کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے، میں کہتا ہوں: کہ صفانی نے اس حدیث کو الاحادیث الموضوعۃ (ص ۷) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن قیم نے کہا ہے یہ اور اس جیسی احادیث بددین اور زندیق لوگوں کی وضع کردہ ہیں، میں کہتا ہوں: ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے البتہ الفاظ اور ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳۴) ((ثَلَاثَةٌ يَزِدْنَ فِي قُوَّةِ الْبَصْرِ: النَّظْرُ إِلَى الْخَصْرِ، وَالْيَ الْمَاءِ الْجَارِي،  
وَالْيَ الْوَجْهِ الْحَسَنِ))

ترجمہ: ”تین چیزیں بصارت میں اضافہ کرتی ہیں سبزہ کی جانب دیکھنا، جاری پانی کی جانب دیکھنا، اور خوبصورت چہرے کی جانب دیکھنا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے وہب بن وہب القرشی کے طریق سے اس نے جعفر بن محمد صادق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے علی بن حسین سے اس نے اپنے دادا علی بن ابی طالب سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی نے اس کو باطل قرار دیا ہے کہ وہب راوی کذاب ہے اور سیوطی نے السلاسی (۱۱۵/۱-۱۱۷) میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ اس حدیث کے دیگر طرق ہیں جو حدیث کو درجہ وضع سے بلند کر دیتے ہیں، بعد ازاں اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہما اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ یہ حدیث اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوف ہے۔

میں کہتا ہوں: ان سبھی طرق میں ضعیف یا مجہول یا متہم راوی ہیں ان کی وضاحت سے کلام میں طوالت رونما ہو جائے گی اس لئے اشارہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے جب کہ اس حدیث اور دیگر احادیث جو کہ معنی میں ایک جیسی ہیں ان پر موضوع ہونے کا حکم لگانا معنی کے لحاظ سے ہے اسناد کے لحاظ سے نہیں ہے چنانچہ ابن قیم کا قول ہے: فصل: اور ہم چند امور پر خبردار کر رہے ہیں جن کے ذریعہ سے حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے، بعد ازاں اس مقام میں نہایت قیمتی فصلوں کا ذکر ہے کہ ان کو اس سے شیخ ملا علی قاری نے الموضوعات (ص ۱۰۹) میں ذکر کیا ہے۔



فصل: ان کلی امور میں یہ بھی ہے کہ حدیث انبیاء کرام کے کلام کے مشابہ نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام کے کلام کے مشابہ بھی نہیں جیسا کہ یہ حدیث ہے جب کہ یہ کلام ایسا ہے جس سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن مسیب، حسن بصری، امام احمد اور امام مالک رضمہم کا مقام اونچا ہے جب کہ شیخ ملا علی قاری رحمہم نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں ہے، میں کہتا ہوں: ان دونوں کے درمیان تعارض نہیں ہے یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے جبکہ متن کے لحاظ سے موضوع ہے اس کی بعض مثالیں گزر چکی ہیں۔

(۱۳۵) (( إِذَا سَمِعْتُمْ بِجَنَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهِ فَصَدِّقُوا وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خُلُقِهِ فَلَا تُصَدِّقُوا، وَإِنَّهُ يَصِيرُ إِلَى مَا جِبِلَّ عَلَيْهِ ))

ترجمہ: ”یہ جب تم کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو تم اس کی تصدیق کرو اور جب تم کسی شخص کے بارے میں سنو کہ اس کی عادت میں تبدیلی آگئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو بلاشبہ وہ شخص اس جانب جا رہا ہے جس پر اس کی جبلت ہوتی تھی“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام احمد رحمہم نے اس حدیث (۲۲۳/۱۶) کو زہری کے طریق سے روایت کیا ابوالدرداء نے بیان کیا کہ ایک بار کا ذکر ہے: ”ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ہم مذاکرہ کر رہے تھے کہ کیا ہوگا؟ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس حدیث کی اسناد منقطع ہے امام مناوی کا شرح الجامع الصغیر میں قول ہے: بیٹھی نے کہا ہے کہ اس روایت کے راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں، البتہ زہری نے ابوالدرداء کو نہیں پایا ہے جب کہ سخاوی رحمہم نے حدیث کو منقطع قرار دیا ہے اور وہ اسی کے ساتھ پچھانا جاتا ہے جب کہ اس میں مؤلف کا اشارہ اس کی صحت کی جانب ہے۔

میں کہتا ہوں: گویا کہ شیخ عجلونی سے دھوکہ کیا گیا ہے اس اشارہ کے باعث جس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جب کہ اس نے الکشف (۸۷/۱) میں کہا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد رحمہم نے صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ اس کا معاملہ عجیب ہے کہ اس نے ایک دوسرے مقام (۸۲/۱) میں احمد کی روایت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے اس کو صحیح قرار نہیں دیا ہے اس کے بعد اس نے اس کو تیسری جگہ (۲۵۹/۱) میں ذکر کیا ہے اور المقاصد سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے جب کہ اس حدیث سے انسان کے مجبور ہونے کی بو آ رہی ہے۔

مزید برآں مسلمان شخص اپنے اخلاق کو بہتر بنانے کا مالک نہیں ہے جب کہ اس کو اس میں تبدیلی کا اختیار نہیں ہے اور اس وقت ان تین احادیث کو بیان کرنا لازمی ہے جن میں اچھے اخلاق کے اختیار کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے: ”میں جنت کے بلند درجہ میں اس شخص کے لئے ضمانت دیتا ہوں جس کا خلق اچھا ہے“ (ابوداؤد (۲۸۸/۲) ابوداؤد کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی یہ حدیث موجود ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اس باب میں جو حدیث ذکر ہوئی ہے وہ منکر ہے، واللہ اعلم۔

(۱۳۶) (( مَنْ حَدَّثَ حَدِيثًا فَقَطَسَ عِنْدَهُ فَهُوَ حَقٌّ ))

ترجمہ: ”جس شخص نے کوئی حدیث بیان کی تو اس شخص کے پاس چھینک لی گئی تو وہ حدیث درست ہے“

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، تمام نے اس حدیث کو الفوائد (۲/۱۳۸) میں اور اسی طرح امام ترمذی، ابو یعلیٰ اور طبرانی (رمع ۱۸) نے الاوسط میں اور ابن شاپین نے بقیہ کے طریق سے معاویہ بن یحییٰ سے اس نے ابی الزناد سے اس نے الاعرج سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رمع ۱۸) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن شاپین کے طریق سے ذکر کیا ہے، اندازاں اس نے بتایا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے معاویہ اسناد میں اکیلا اور وہ کچھ چیز نہیں ہے، جب کہ اس کی متابعت عبد اللہ بن جعفر مدینی نے کی ہے اس نے ابوعلیٰ سے اس نے ابی الزناد سے روایت کی ہے جب کہ عبد اللہ راوی متروک ہے۔

امام سیوطی (رمع ۱۸) نے اس السلاسیء (۲۸۶/۲) میں اس کا تعاقب ان احادیث کیساتھ کیا ہے ان میں کچھ مرفوع اور کچھ موقوف ہیں، مزید برآں ان احادیث میں سے بعض مطلق طور پر چھینک مارنے کی فضیلت کو نمایاں کر رہی ہیں اگر وہ صحیح بھی ہیں تب بھی ان میں شاہد کہلانے کی صلاحیت نہیں ہے البتہ امام نووی کا قول اس کے اپنے فتاویٰ (ص ۳۶-۳۷) میں ہے اس نے اس کو ابوعلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے اس کی اسناد عمدہ بہتر ہے اس کے سبھی رواۃ بقیہ بن ولید کے سوا ثقہ اچھے حافظے والے ہیں البتہ بقیہ بن ولید راوی کے بارے میں اختلاف ہے جب کہ اکثر ائمہ اور حفاظ اس کی ان روایات کو حجت تسلیم کرتے ہیں جو شامی رواۃ سے ہیں جبکہ وہ اس حدیث کو معاویہ بن یحییٰ شامی سے روایت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ اس کے ادہام سے ہے (اللہ اس پر رحم فرمائے) ظاہر ہے کہ بقیہ راوی مدلس قرار پائے

جانے کے ساتھ معروف ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو معادیہ سے لفظ عن کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام نسائی (رحمہ اللہ) اور دیگر ائمہ نے کہا ہے جب وہ نبی اور اہل انبیا سے کہے تو وہ ثقہ ہے جب کہ ایک سے زائد اہل علم نے اس کو مدلس قرار دیا ہے کہ جب وہ لفظ عن کے ساتھ روایت کرے تو حجت نہیں ہے، اسی لئے مسہر (راوی) نے کہا ہے کہ بقیہ کی احادیث صاف نہیں ہیں آپ ان سے بچاؤ اختیار کریں، امام ذہبی نے اس کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ بقیہ راوی غریب اور منکر احادیث روایت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ بقیہ کی کیفیت کی وضاحت ہے وگرنہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کے کلام سے ظاہر ہے جو الالسی میں ہے کہ وہ اس روایت کے بیان کرنے میں معادیہ سے متفرق نہیں ہے جب کہ حدیث کی علت یہی معادیہ ہے اس لئے کہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ ابن معین نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے کوئی چیز نہیں اور ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اس کی بیان کردہ حدیث منکر ہے امام نسائی نے اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے امام حاکم ابو احمد (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس سے معقل بن زیادہ زہری سے منکر احادیث کو بیان کرتا ہے جو موضوع احادیث کے مشابہ ہیں جب کہ امام ساجی نے اس کو غایت درجہ ضعیف حدیث والا قرار دیا ہے اور اسی طرح دیگر سبھی ائمہ کے اقوال ہیں جو اس کو ضعیف قرار دینے میں متفق ہیں ان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جس نے اس کی توثیق کی ہو۔

پس آپ غور کریں کہ امام نووی (رحمہ اللہ) کس طرح حدیث کی حقیقی علت سے پھر گئے اور بقیہ کی جانب سے مدافعت کر رہے ہیں حالانکہ کسی شخص نے اس حدیث کو اس پر محمول نہیں کیا ہے چنانچہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ امام نووی نے وہم کیا ہے تو جائز نہ تھا کہ وہ یحییٰ کو ثقاہت اور مضبوطی کے ساتھ موصوف کرتے جب کہ معلوم ہے کہ وہ اس کی تضعیف پر متفق ہے، مزید برآں اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے اور اس نے اس کو منکر قرار دیا ہے جیسا کہ المناوی میں ہے اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۵۹/۸) میں ذکر کیا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاو مسط میں روایت کیا ہے اس نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث نبی ﷺ سے اسی اسناد اور ابو یعلیٰ کے ساتھ روایت کی گئی ہے اس کی اسناد میں معادیہ بن یحییٰ الصدیقی ضعیف ہے۔

جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلیل (۳۳۲/۲) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو داؤد بن رشید نے بقیہ سے اس نے معادیہ بن یحییٰ سے ذکر کیا ہے اس نے ابو الزناد سے اس نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے: ”جو شخص کوئی حدیث بیان کرے تو

اسکے پاس اسے چھینک آجائے تو وہ حدیث درست ہے“ تو میرے والد نے کہا یہ حدیث تو کذب بیانی ہے، تو اس جیسے امام جس کا شمارناقدین سے ہوتا ہے تو اس کی گواہی کے بعد یہ حدیث جھوٹی ہے، ان لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوگا جو بہل انگاری کا ذہن رکھتے ہیں کہ وہ کوشاں ہوں کہ اس حدیث کی اسناد کو موضوع ہونے سے تحفظ عطا کیا جائے اس کو ضعیف یا حسن کے درجہ پر رکھا جائے اس لئے کہ اس قسم کی مسامی حدیث کے قواعد کیساتھ کسی طرح بھی متفق نہیں ہو سکتی جبکہ کس قدر بہترین قول وہ ہے جو ابن قیم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس قول کو اس سے شیخ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے الموضوعات (ص ۱۰۶-۱۰۷) میں ذکر کیا ہے اس حدیث کو اگرچہ بعض لوگوں نے اس کی اسناد کے لحاظ سے صحیح قرار دیا ہے جب کہ عالمانہ حس اس کے موضوع ہونے پر گواہی دے رہی ہے جب کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ چھینک مارنا اور جھوٹ کہنا ان دونوں کا اپنا اپنا عمل ہے اور اگر ایک لاکھ افراد بھی کسی حدیث کے بیان کے وقت جس کو نبی ﷺ سے نقل کیا گیا ہے چھینک ماریں تو چھینک مارنے کے بعد اس کے صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اگرچہ اس کے پاس ایک آدمی کی گواہی کے ساتھ انہوں نے چھینک لگائی ہے تو اس حدیث پر صحت کا حکم نہیں لگایا جائے گا، جب کہ اس کا تعاقب اس کے علاوہ زرکشی نے بھی اس سے پہلے کیا ہے، مزید برآں ان دونوں کے علاوہ نے بھی کیا ہے چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ اس کی اسناد جب صحیح ہے اور عقل اس کا انکار نہیں کرتی ہے تو اس کو قبولیت سے ہم کنار کرنا ضروری ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد کہاں صحیح ہے جب کہ اسناد میں ایسے رداۃ ہیں جن کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے اور امام ابو حاتم گواہی دیتے ہیں کہ اس کی یہ حدیث کذب بیانی ہے، مزید برآں عقل بھی اس کا انکار کرتی ہے جیسا کہ ابن قیم کا بیان پہلے گزر چکا ہے اور اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو ہر اس اس حدیث نبوی کو حق اور درست قرار دیا جائے جس پر چھینک کا ظہور ہو کہ وہ بالکل درست ہے اگرچہ ائمہ حدیث کے نزدیک وہ جھوٹ اور طبع سازی کا کرشمہ کیوں نہ ہو اور یہ ایسی بات ہے میرے خیال میں جس کا کوئی شخص قائل نہیں۔

(۱۳۷) ((أَصْدَقُ الْحَدِيثِ مَا عَطَسَ عِنْدَهُ))

ترجمہ: ”جس حدیث کے بیان کے وقت چھینک آئے وہ حدیث بالکل درست صحیح ہے“ تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، علامہ بیہقی (رحمہ اللہ) نے المجموع (۵۹/۸) میں انس کی حدیث سے اس کا ذکر کیا ہے بعد ازاں کہا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں اپنے شیخ جعفر بن محمد

بن ماجہ سے بیان کیا ہے جب کہ میں اس کو پہچانتا نہیں ہوں اور عمارہ بن زاذان راوی کو ابو زرعہ اور ایک جماعت نے لفتہ قرار دیا ہے جب کہ اس میں ضعف ہے اور اس کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں، میں کہتا ہوں: اس عمارہ (راوی) کے بارے میں امام احمد (رحمہ اللہ) نے کہا کہ وہ ثابت سے وہ انس سے منکر احادیث بیان کرتا ہے، میں کہتا ہوں: جب کہ یہ حدیث اس کی روایت سے ہے وہ ثابت سے وہ انس سے بیان کرتا ہے، واللہ اعلم، جب کہ حدیث کے باطل ہونے پر معنی کے لحاظ سے اس سے پہلے حدیث میں اس کا ذکر ہو چکا ہے اب دوبارہ اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۱۳۸) «ثَلَاثٌ يَفْرَحُ بِهِنَّ الْبَدَنُ وَيَسْرُبُو عَلَيْهَا: الطَّيِّبُ، وَالثُّوبُ اللَّيِّنُ وَشَرْبُ الْعَسَلِ»

ترجمہ: ”تین چیزیں ایسی ہیں جن کے باعث جسم کو خوشی حاصل ہوتی ہے اور جسم میں فراخی ہوتی ہے، خوشبو، نرم و نازک لباس، شہد پینا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابو نعیم نے اس حدیث کو (۳۴۰/۶) میں طبرانی کے طریق سے اس کی اسناد کے ساتھ محمد بن روح القتیری سے اس نے کہا ہمیں یونس بن ہارون ازدی نے بتایا اس نے مالک بن انس سے (اصل میں حدیثنا ابی عن مالک بن انس ہے اور یہ غلط ہے) اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے اس نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے اور ابو نعیم نے کہا ہے حدیث غریب ہے اس کو مالک نے اپنے باپ سے بیان کیا اس حدیث میں القتیری راوی متفرد ہے (جو اصل میں دونوں جگہوں میں قتیری ہے دراصل تبدیلی ہو گئی۔

میں کہتا ہوں: قتیری قاف کے فتنہ کے ساتھ اور اس کے بعد تا ہے ابن ماکولا (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اس کو ضبط کیا ہے جب کہ ابن السمعانی میں تصحیف ہے اس نے اس کو قتیری ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ نسبت قنبر کی جانب ہے جو علی رضی اللہ عنہ کا غلام تھا منکر الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن یونس نے بھی اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے جب کہ وار قطنی (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں اور اس کے شیخ کے بارے میں جو یونس بن ہارون ہے دونوں کو ضعیف کہا ہے، جب کہ اس نے غرائب مالک میں کہا ہے کہ یہ حدیث مالک سے صحیح نہیں ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے یونس بن ہارون کے حالات ذکر کئے ہیں کہ اس نے عجیب باتوں کو بیان کیا ہے اس سے روایت کرنا جائز نہیں، بعد ازاں اس کی اس حدیث کو قتیری کے طریق سے روایت کیا ہے بعد ازاں اس نے بیان کیا ہے

کہ اس حدیث کو مالک سے یونس کے علاوہ نے ذکر نہیں کیا ہے۔

(۱۳۹) ((أَشَقَى الْأَشْقِيَاءَ مَنِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ فَقْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ))

ترجمہ: ”سبھی بد بخت لوگوں سے زیادہ بد نصیب وہ شخص ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں فقیر رہا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم (رہ) نے اس حدیث کو (۳۲۲/۴) میں اور طبرانی نے الاوسط میں اور قضاعی نے خالد بن یزید بن عبدالرحمن بن ابی مالک دمشقی کے طریق سے اس نے اپنے والد سے اس نے عطاء بن ابی رباح سے اس نے ابی سعید خدری سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ حاکم نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، میں کہتا ہوں: ان دونوں کا وہم ہے جو حد سے گزرا ہوا ہے جب کہ خالد راوی کے بارے میں امام احمد نے کہا ہے وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

اور ابن ابی الحواری نے کہا ہے کہ میں نے ابن معین (رہ) سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ملک شام میں ایک کتاب ہے ضروری ہے کہ اسے زمین میں دفن کیا جائے اس سے مقصود خالد بن یزید بن ابی مالک کی کتساب الندیات ہے وہ اپنے باپ پر کذب بیانی سے باز نہیں آیا بلکہ اس نے صحابہ کرام کے بارے میں بھی کذب بیانی کی ہے احمد بن ابی الحواری کا قول ہے کہ میں نے اس کتاب کو خالد سے سنا بعد ازاں میں نے یہ کتاب عطار کو دی اس نے لوگوں کو عطا کر دی اس کتاب میں کچھ ضروری باتیں ہیں۔

امام ذہبی (رہ) نے اس کو السمیزان میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم نے الجرح والتهلیل (۳۵۹/۲۱) میں کہا ہے کہ میرے والد سے اس خالد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا وہ منکر احادیث بیان کرتا ہے جب کہ اس حدیث کو طبرانی نے دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے، بیہوشی نے مجمع الزوائد (۲۷۶/۱۰) میں ذکر کیا ہے کہ اس میں احمد بن طاہر حرمہ کذاب ہے۔

اس حدیث کا ایک تیسرا طریق بھی ہے ابن ابی حاتم (رہ) نے المعلل (۲۷۸/۲) کہا ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا اور اس نے ہمیں حرمہ سے بیان کیا اس نے ابن وہب سے اس نے ماضی بن محمد الغافقی ابو مسعود سے اس نے ہشام سے اس نے حسن سے اس نے ابو سعید خدری سے مرفوع ذکر کیا، میرے باپ (ابو حاتم) (رہ) نے بتایا یہ حدیث باطل ہے جب کہ ماضی راوی کو میں نہیں پہچانتا ہوں اور اس کے مثل الجرح والتهلیل (۲۳۲/۱۴) میں ہے جب کہ امام ذہبی (رہ) نے السمیزان میں اس کا اقرار کیا ہے، نیز اس نے وضاحت کی کہ اس سے ابن وہب کے سوانے ذکر نہیں کیا

ہے، جب کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے۔

نیز اس حدیث کو ابوسعید بن الاعرابی نے المعجم (۲/۱۱۹۹) میں دوسرے طریق سے ابن وہب سے اس نے کہا مجھے ماضی بن محمد نے ہشام بن حسام سے اس نے حسن سے اس نے ابوسلمہ سے اس نے اس حدیث کو ابوسعید سے روایت کیا ہے جب کہ اس کا ایک چوتھا طریق بھی ہے وہ عنقریب ان الفاظ کے ساتھ آئے گا ((اللہم توفنی الیک فقیراً)) "اے اللہ مجھے اپنی جانب فوت فرما میں تیرا محتاج ہوں" جب کہ پانچواں طریق وہ ہے جس کو القضاوی (رحمہ اللہ) نے (۱/۹۴) میں محمد بن یزید سنانی سے اس نے اپنے والد سے اس نے عطاء سے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس کا سبب یزید بن سنان اور اس کا بیٹا محمد ہے وہ تو اپنے باپ سے بھی زیادہ ضعیف ہے جب کہ اس حدیث کو امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے الجامع میں طبرانی کی روایت سے ذکر کیا ہے بعد ازاں اس پر منادی نے کلام کی ہے جس کو اس نے امام بیہقی (رحمہ اللہ) سے نقل کیا ہے جب کہ میں نے اس کا کچھ حصہ ابھی ابھی بیان کیا ہے بعد ازاں امام مناوی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے: نہایت عجیب بات ہے کہ اس نے اس کی صحت کی جانب اشارہ کیا ہے جب کہ حدیث کو مکمل طور پر مصنف کے مسودہ میں ضعیف قرار دیا گیا ہے، جب کہ ماضی کی احادیث میں سے ہے۔

(۱۴۰) ((الزَّيْنَانُ يُورِثُ الْفَقْرَ)) ترجمہ: "زنا کا فعل فقر وفاقہ کو جنم دیتا ہے"

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے قضای نے اس حدیث کو مسند الشہاب (۲/۷) میں احمد بن عبد الرحمن بن انخی وہب سے اس نے کہا مجھے میرے چچا نے بتایا اس نے کہا مجھے الماضی بن محمد نے اس نے لیث بن ابی سلیم سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع بیان کیا، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس حدیث میں دو علتیں ہیں: پہلی علت: لیث بن ابی سلیم کا ضعیف ہونا ہے۔

دوسری علت: الماضی بن محمد کا مجہول ہونا منکر الحدیث ہونا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع میں قضای اور بیہقی کی روایت کے ساتھ ابن عمر سے روایت کیا ہے جب کہ امام منذری (رحمہ اللہ) نے التسرغیب (۱۹۰/۳) میں کہا ہے کہ اس کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں الماضی بن محمد ہے، میں کہتا ہوں: وہ منکر الحدیث ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ اس کی احادیث منکر ہیں ان میں یہ حدیث بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلیل (۳۱۰/۱-۳۱۱) میں ذکر کیا ہے میں نے

اپنے باپ سے سنا ہے اور اس نے ہمیں حرمہ سے بیان کیا اس نے ابن وہب سے اس نے ماضی بن محمد سے اس نے ہشام سے اس نے لیث بن ابی سلیم سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا پس اس حدیث کا ذکر کیا، میرے باپ نے آگاہ کیا کہ یہ حدیث باطل ہے میں اس کو نہیں جانتا ہوں، پھر مجھے اس کا دوسرا طریق ملا کہ ابو بکر کلابازی نے مفتاح المعانی (۲/۳۵۹) میں بیان کیا کہ ہمیں عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں قاسم بن عباد نے اس نے کہا ہمیں احمد بن حرب نے اس نے حسان سے اس نے اسماعیل سے اس نے اس کو لیث سے بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: حدیث کی علت لیث میں بند ہو کر رہ گئی ہے جبکہ اصل میں شاید یہ حدیث موقوف ہے لیث راوی نے وہم کیا اس کو مرفوع بنا دیا جبکہ ابن حبان نے الثقات (۲/۹۵۱) میں کھول شامی کے طریق سے روایت کیا مجھے مخاطب کر کے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ”اے کھول! تو نے خود کو زنا سے بچانا ہے یہ حقیقت ہے کہ زنا فقر وفاقہ کو جنم دیتا ہے“ اس حدیث کا ایک اور شاہد ہے لیکن وہ بھی کمزور ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۴۱) «إِيْسَاكُمْ وَالزَّوْنَا فَإِنَّهُ فِيهِ سَيْتٌ حِصَالٍ ثَلَاثًا فِي الدُّنْيَا وَثَلَاثًا فِي الْآخِرَةِ فَأَمَّا السَّلْوَاتِي فِي الدُّنْيَا فَإِنَّهُ يَذْهَبُ بِالْبَهَاءِ، وَيُورِثُ الْفَقْرَ، وَيَنْقُصُ الرِّزْقَ، وَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي الْآخِرَةِ: فَإِنَّهُ يُورِثُ سَخَطَ الرَّبِّ، وَسَوْءَ الْحِسَابِ وَالْخُلُودَ فِي النَّارِ»

ترجمہ: ”تم خود کو زنا سے تحفظ عطا کرو بلاشبہ اس میں چھ خصلتیں ہیں تین دنیوی ہیں جب کہ تین اخروی ہیں دنیوی یہ کہ (۱) زندگی کی بہار رونق ختم ہو جاتی ہے (۲) زنا کا فعل فقر وفاقہ کو جنم دیتا ہے (۳) رزق میں کمی آ جاتی ہے، جب کہ آخرت کی یہ ہیں کہ (۱) اس سے اللہ کی ناراضگی جنم لیتی ہے (۲) اور شدید محاسبہ ہوگا (۳) اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہوگا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن عدی نے اس حدیث کو (۲۳/۱۲۰) میں اور ابو نعیم نے (۱۱۱/۴) میں مسلمہ بن علی کے طریق سے اس نے اعمش سے اس نے شقیق سے اس نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، ابن عدی کا قول ہے کہ یہ حدیث اعمش سے غیر محفوظ ہے اور منکر ہے جبکہ ابو نعیم نے اس کو غریب کہا ہے کہ یہ حدیث اعمش سے ہے اس میں مسلمہ متفرد ہے اور وہ حدیث میں ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: اس کے متروک ہونے پر اجماع ہے بلکہ امام حاکم نے کہا ہے: کہ اس نے اوزاعی اور زبیدی سے منکر موضوع روایات ذکر کی ہیں ان میں سے یہ حدیث بھی ہے جبکہ ایک دوسری روایت کے بارے میں ابو حاتم نے



کہا ہے کہ وہ باطل ہے موضوع ہے اور عنقریب اس کا ذکر حدیث نمبر (۱۳۵) میں ہوگا ان شاء اللہ۔

جبکہ ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابو نعیم کے طریق سے ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے کہا ہے کہ مسلمہ راوی متروک ہے جبکہ اس کی متابعت ابان بن ہشمل نے کی ہے اس نے اسماعیل بن ابی خالد سے اس نے اعمش سے اس کو روایت کیا ہے جبکہ ابان (راوی) غایت درجہ منکر الحدیث ہے حافظ ابن حبان نے کہا ہے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے جبکہ امام سیوطی نے اللالی (۱۲) میں اس کا تعاقب کیا ہے اس سبب سے کہ اس نے اس حدیث کو ابو نعیم سے نقل کیا ہے اس میں مسلمہ کو ضعیف قرار دینے پر انحصار کیا ہے، مزید برآں امام بیہقی نے اس حدیث کو شعب الایمان میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اسکی اسناد ضعیف ہے مسلمہ (راوی) متروک ہے جبکہ ابو عبد الرحمن کوئی راوی مجہول ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ ابو عبد الرحمن ابن جوزی کی روایت میں واقع ہوا ہے وہ مسلمہ اور اعمش کے درمیان ہے جب کہ الحلیمہ میں یہ نہیں ہے بلکہ المیزان میں بھی حدیث کی اسناد نہیں ہے، فائدہ اعلم۔

بعد ازاں میں نے اس حدیث کا شاہد امالی الشریف ابی القاسم الحسینی (۱/۵۵) میں ذکر کیا جب کہ اس کی اسناد میں یہ ابو عبد الرحمن کوئی راوی ہے بعد ازاں میں نے اس کے ایک دوسرے طریق کو پایا جو اعمش سے ہے الواحدی نے اس کو الوسیط (۱/۱۰۰/۳) میں معاویہ بن یحییٰ کے طریق سے اس نے سلیمان سے اس نے اعمش سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ معاویہ الصدقی غایت درجہ ضعیف ہے، نسائی نے کہا ہے: کہ وہ ثقہ نہیں ہے، بلکہ اس کو ایک روایت اور اس کے سوا میں ضعیف قرار دیا گیا ہے، اور یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ امام سیوطی اور ابن حجر کا تعاقب جس کا ذکر کیا جا چکا ہے اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ بیہقی کا کلام اور اسی طرح ابو نعیم کا کلام بھی وہ اس لحاظ سے واضح نہیں ہے کہ حدیث موضوع نہیں ہے یہاں تک کہ اس کا معارضہ ابن جوزی کے حکم کے ساتھ ہے کہ اس نے اس کو موضوع قرار دیا ہے جب کہ ہم نے کئی بار آپ کو آگاہ کیا ہے کہ موضوع حدیث ضعیف حدیث کی انواع سے ہے آپ آگاہ رہیں جب کہ یہ حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں۔

(۱۳۲) ((إِسَّاكُمْ وَالزَّنَا فَإِنَّ فِي الزَّنَا سِتًّا خِصَالٍ ثَلَاثٌ فِي الدُّنْيَا وَثَلَاثٌ فِي الْآخِرَةِ، فَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي دَارِ الدُّنْيَا فَذِهَابُ نُورِ الْوَجْهِ وَانْقِطَاعُ الرِّزْقِ وَ سُرْعَةُ السَّفَا. وَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي الْآخِرَةِ فَغَضَبُ الرَّبِّ وَسُوءُ

الْحِسَابِ، وَالْخُلُودُ فِي النَّارِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ»

ترجمہ: ”تم خود کو زنا سے دور رکھو جب کہ زنا کے باعث چھ نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے تین کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے جب کہ تین کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے جن کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے وہ یہ ہیں، کہ چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے، رزق کی فراوانی ختم ہو جاتی ہے، اور موت جلد آ جاتی ہے، جب کہ اخروی زندگی کے نقصانات اللہ کی ناراضگی ہے، اور محاسبہ شدت کے ساتھ ہوتا ہے اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے البتہ جب اللہ چاہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب بغدادی نے اس کو (۴۹۳/۱۲) میں کعب بن عمرو بن جعفر بلخی کے طریق سے بطور اطباء کے اس نے کہا ہمیں ابو جابر عرس بن فہد موصلی نے موصل میں بیان کیا اس نے کہا ہمیں حسن بن عرفہ عبدی نے بتایا اس نے کہا مجھے یزید بن ہارون نے حمید الطویل سے روایت کیا اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا، جب کہ خطیب نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے اسناد کے راوی کعب کے علاوہ کبھی ثقہ ہیں البتہ کعب ثقہ نہیں ہے پھر اس نے محمد بن ابی الفوارس سے بیان کیا اس نے بتایا کہ اس کا حال حدیث میں صحیح نہ تھا جب کہ معتقی نے کہا ہے کہ اس کو حدیث میں تسامح تھا۔

جب کہ حدیث کو اس وجہ سے الواحد نے اپنی تفسیر (ق ۱/۱۱۵) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کو الموضوعات میں خطیب کی روایت سے ذکر کیا ہے، جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے السلاسی (۱۹۱/۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے، میں کہتا ہوں: اس کا ایک اور طریق بھی ہے جو ضعیف ہے ابو نعیم نے اس کو نکالا ہے جب کہ ہمیں ابو بکر المفید نے بتایا اس نے کہا ہمیں ابو الدین الاشج نے اس نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کو اللہ معاف فرمائے اس نے ہم سے شرم نہ کی کہ وہ باطل اسناد کے ساتھ استشہاد کرتا جب کہ ابو الدین (راوی) کذاب ہے، الزام تراشی کرنے والا ہے اس کا حال سیوطی سے پوشیدہ نہیں ہے امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں اس کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ وہ کذاب اور چال باز تھا اس نے تین صد سال کے بعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع کا دعویٰ کیا ہے جب کہ اس کا نام عثمان بن خطاب ابو عمرو ہے اس نے محمد بن احمد المفید نے روایت کیا ہے اس نے چند احادیث کا ذکر کیا ہے جب کہ اس کے اکثر متن معروف ہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جب کہ اس

قسم کی روایات کے بارے میں جاہل لوگ ہی خوشی کا اظہار کرتے ہیں، جب کہ اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ وہ ایک ہے جو بغداد کے باشندوں کے سامنے آ گیا اور اس نے بے حیائی کے عالم میں تین صد سال کے بعد علی بن ابی طالب ؓ سے احادیث کو ذکر کیا تو اس کے باعث اس نے شرمندگی کو محسوس کیا جب کہ ناقدین نے اس کو کذاب قرار دیا۔

آپ سمجھ لیں کہ جب امام سیوطی (رحمہ اللہ) اس حدیث کو مرفوع قرار نہیں دیتے ہیں جس کو اس قسم کا شخص روایت کرتا ہے جس کا کاذب ہونا واضح ہو تو یہ واضح دلیل ہے کہ احادیث کے بارے میں اس کا حکم مبالغہ کی حد تک تسائل پر مبنی تھا آپ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں فراموش نہ کریں تم اس کے تحفظ کے باعث جھگڑوں میں فائدہ سے ہم کنار ہو سکو گے جب کہ یہی حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۴۳) ((إِيَّاكُمْ وَالزَّانَا فَإِنَّ فِيهِ أَرْبَعٌ خِصَالٍ: يَذْهَبُ بِالْبَهَاءِ مِنَ الْوُجْهِ، وَيَقْطَعُ الرِّزْقَ، وَيَسْخَطُ الرَّحْمَنُ، وَالْخُلُودُ فِي النَّارِ))

ترجمہ: ”تم خود کو زنا کے فعل سے بچاؤ اس کے باعث چار (۴) قسم کے نقصانات ظہور پذیر ہوتے ہیں (۱) چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے (۲) رزق ختم ہو جاتا ہے (۳) اللہ رحمن ن راض ہوتا ہے (۴) جب کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۱۸۳/۲) میں اس کے زوائد سے ذکر کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ابن عدی کی روایت سے ذکر کیا ہے اس نے عمرو بن جمیع سے اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ طبرانی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس حدیث کو ابن جریج سے صرف عمرو نے بیان کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے عمرو (راوی) کو کذاب قرار دیا ہے اس نے درست کیا ہے جو کہا ہے جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے المعجم (۶/۲۵۵) میں بتایا ہے کہ امام طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں بیان کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں عمرو بن جمیع متروک ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱۸۹/۲) میں اس کا تعاقب کیا ہے اس نے بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط میں ذکر کیا ہے جب کہ اس تعاقب پر بنیاد رکھنا ہرگز افادیت کا حامل نہیں اس لئے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع میں طبرانی کی اور ابن

عدی کی روایت کے ساتھ ذکر کیا ہے تو شارح مناوی (رحمہ اللہ) نے سیوطی کے تعاقب کے ذکر کے بعد جو ابن جوزی کا تھا کہا ہے کہ یہ تعاقب تو کٹری کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے اس لئے کہ ابن جمیع وہ راوی ہے جس نے حدیث کو موضوع کہا ہے اس لئے کہ وہ طبرانی کی اسناد میں بھی ہے تو پھر وہ کیا کریگا۔

بعد ازاں میں نے اس کا ایک اور متابع معلوم کیا کہ ابوسعید بن اعرابی نے اپنی معجم (۱۹۹/۲) میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں ابراہیم بن اسماعیل <sup>لطی</sup> الحکی نے بتایا جو ابواسحاق کوئی ہے ابن جہد کے ساتھ مشہور ہے کہ ہمیں مختار بن عسنان نے خبر دی اس نے کہا میں نے اسماعیل بن مسلم سے سنا ہے اس نے اس حدیث کو ابن جریج سے ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں: کہ ابن اعرابی کے طریق سے اس کو الحماوی الصوفی نے منتخب من مسموعاته (۲/۳۳۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ یہ اسناد پہلی اسناد سے بہتر ہے جب کہ اس کو تین وجہ سے معلول قرار دیا گیا ہے:

پہلی وجہ: یہ ہے کہ اس کی اسناد میں اسماعیل راوی جو بصری مکی ہے وہ ضعیف ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ مختار بن عسنان راوی کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم راوی کے حالات کا مجھے علم نہیں ہے مزید برآں دونوں اسناد کا دارودار ابن جریج راوی پر ہے جب کہ اس نے لفظ عن کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۱۳۴) «أَكْذَبُ النَّاسِ الصَّبَاغُونَ وَالصُّوَاغُونَ»

ترجمہ: ”سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے لوگ کپڑا رنگنے والے اور زیورات بنانے والے زرگر ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طیلوسی (رحمہ اللہ) نے اس کو اپنی مسند (۲۶۲/۱) میں مسند کی ترتیب سے ذکر کیا ہے اس نے کہا: ہمیں ہمام نے بیان کیا اس نے فرقد السبعی سے اس نے یزید بن عبد اللہ الشخیر سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا اور اسی طرح اس حدیث کو ابن ماجہ نے (۶/۲) میں اور احمد نے (۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵) میں اور ابوسعید بن اعرابی نے اپنی معجم (۲/۷۸) میں چند طرق سے اس نے ہمام سے اس کو ذکر کیا ہے اور یہ ایسی اسناد ہے جس کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں سوائے اس فرقد کے جب کہ اس کا شمار بصرہ کے زاہد لوگوں میں ہوتا ہے۔

ابو حاتم (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ یہ راوی حدیث میں قوی نہیں ہے امام نسائی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے جبکہ امام بخاری (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس کی احادیث میں منکر روایات ہیں اسی

طرح المیزان میں ہے اس کے بعد اس کی منکر احادیث کو ذکر کیا ہے سب سے پہلے اس کا ذکر ہے اور اسی لئے ابن جوزی نے اس کو العلل میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ اس حدیث کا ایک اور طریق بھی ہے جس کو ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۲۷۸) میں یحییٰ بن سلام کے طریق سے اس نے عثمان بن مقسم سے اس نے نعیم بن المجمر سے اس نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مرفوع ذکر کیا ہے، الفاظ اس طرح ہیں «اکذب الکاذبین الصیغ» «سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے رنگریز ہوتے ہیں» اس کے بعد اس نے کہا ہے کہ میرے باپ نے بیان کیا کہ یہ حدیث جھوٹ ہے جب کہ عثمان راوی سے مقصود البری ہے اور یحییٰ بن سلام وہ راوی ہے جس سے عبدالحکم نے بیان کیا وہ بصری راوی ہے بعد میں مصر چلا گیا تھا۔

میں کہتا ہوں: اس کے حالات میں الجرح والتعديل (۱۵۵/۲/۳) سے اضافہ ہے اور یہ سچا راوی ہے جب کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ اس کی حدیث کو تحریر کیا جائے اگرچہ اس میں ضعف ہے، البتہ عثمان البری کو ابن معین اور جوز جانی نے جھوٹا قرار دیا ہے پس وہ اس طریق کی علت ہے، امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے، جب کہ اس کا ایک تیسرا طریق ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے ہے ابن عدی نے اس کو (۲/۳۱۶) میں محمد بن یونس الکدیمی سے ذکر کیا اس نے کہا ہمیں ابو نعیم الفضل بن دکین نے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں اعمش نے ابوصالح سے اس نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے ذکر کیا ہے جب کہ اس نے کدیمی راوی کے بارے میں کہا ہے اس کا معاملہ واضح ہے ضرورت نہیں ہے کہ اس کے ضعف کو بیان کیا جائے۔

میں کہتا ہوں: اشارہ اس جانب سے ہے کہ وہ کذاب اور احادیث وضع کرنے والا تھا جب کہ حدیث کا ایک اور شاہد ہے جس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۳۱۵) میں محمد بن ولید بن ابان سے اس نے کہا ہمیں حدیث نے بیان کی اس نے کہا ہمیں امام نے اس نے قتادہ سے اس نے انس (رضی اللہ عنہ) سے مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث اس سے اس اسناد کے ساتھ باطل ہے جب کہ ابن الولید نقلی احادیث وضع کیا کرتا تھا جب کہ ابن طاہر نے اس حدیث کو تذکرۃ الموضوعات (ص ۱۵) میں پہلے دونوں طریقوں سے ذکر کیا ہے۔

جب کہ امام ابن قیم (رحمہ اللہ) کا قول ہے: فطری احساس اس حدیث کو رد کرتا ہے یہ حقیقت ہے کہ نہت ان کے کئی گنا زیادہ جھوٹ بولا جاتا ہے جیسا کہ ردائف ہیں وہ تو اللہ کی مخلوق میں سے سب

سے زیادہ جھوٹے ہیں اور اسی طرح کہانت کا پیشہ کرنے والے پھندا ڈالنے والے اور نجومی لوگ۔

جب کہ بعض نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا ہے کہ صباغ سے مقصود جو حدیث میں الفاظ کا اضافہ کرتا ہے تاکہ حدیث میں حسن رونما ہو اور صواغ سے مقصود وہ شخص ہے جو احادیث وضع کرتا ہے جن کا ہرگز اصل نہیں ہے دراصل یہ خواجواہ تکلف ہے جس سے باطل حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے، جب کہ شیخ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اپنی تالیف الموضوعات (ص ۱۰۷) میں تعاقب کیا ہے کہ یہ تو نہایت عجیب ہے جب کہ اسی حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ (رحمہم اللہ) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے جبکہ الجامع الصغیر میں ہے، میں کہتا ہوں: یہ تو کچھ نہیں ہے اس لئے کہ جب کسی حدیث کی اسناد کا ضعف ثابت ہو جائے تو کسی شخص کیلئے ہرگز گنجائش نہیں ہے کہ وہ حدیث کی معنویت کے پیش نظر اس پر تنقید کرے جبکہ اس طرح کا تعاقب تب درست ہے اگر حدیث کی اسناد صحیح ہو جبکہ ایسا نہیں ہے۔

(۱۴۵) «كَانَ لَا يَعُوذُ مَرِيضًا إِلَّا بَعْدَ ثَلَاثٍ»

ترجمہ: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت کے لئے تیسرے دن کے بعد تشریف لے جاتے تھے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۳۳۹/۱) میں اور ابوالشیخ نے الأخلاق میں (ص ۲۵۵) پر اور ابن عساکر نے (۱/۱۳۱/۱۹۲/۲۲۶/۱۶) میں مسلمہ بن علی کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں ابن جریج نے حمید الطویل سے اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: ابن جریج راوی مدلس ہے جب کہ اس نے حدیث کو لفظ عن کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کا مزاج ہے کہ وہ ضعیف رواۃ سے تدلیس کے ساتھ ذکر کرتا ہے جب کہ مسلمہ راوی کا شمار ان سے ہے جیسا کہ اس کی وضاحت حدیث (نمبر ۱۴۱) میں گزر چکی ہے اور یہ شخص اس حدیث کی اصل آفت ہے۔

ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلیل (۳۱۵/۲) میں بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ حدیث باطل ہے موضوع ہے میں نے سوال کیا کس وجہ سے انہوں نے بتایا کہ مسلمہ راوی ضعیف ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کو الشعب میں ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس کی اسناد مغبوط نہیں ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو تہذیب التہذیب میں مسلمہ راوی کی منکرات احادیث سے شمار کیا ہے جب کہ ان کے بعض نے اس بات کا ارادہ کیا کہ اس حدیث کو

دوسری حدیث کے ساتھ تقویت عطا کی جائے جو اس کے معنی میں ہو جب کہ وہ کامیاب نہ ہو سکا اس لئے کہ وہ بھی اسی طرح موضوع ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۳۶) «لَا يَعَاذُ الْمَرِيضُ إِلَّا بَعْدَ ثَلَاثٍ»

ترجمہ: ”بیمار کی عیادت تیسرے دن کے بعد کی جائے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۷۰) میں اپنی زوائد سے نصر بن حماد ابی الحارث وراق سے اس نے روح بن جناح سے اس نے زہری سے اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث کی اسناد کسی چیز کے بھی برابر نہیں ہے، نصر بن حماد راوی کے بارے میں ابن معین نے کہا ہے کہ وہ بہت زیادہ جھوٹ کہنے والا ہے، امام بخاری (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ محدثین اس کے بارے میں کلام کرتے ہیں، جب کہ روح راوی متہم ہے جب کہ اس سے مروی دوسری حدیث کا عنقریب ذکر ہوگا جب کہ اس حدیث کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ابن عدی کی روایت سے اس کی اسناد نصر راوی سے ہے جب کہ اس نے روح بن جناح کی جگہ روح بن غطفیف کہا ہے۔

بعد ازاں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے روح (راوی) متروک ہے اور اسی طرح نصر بھی متروک ہے جبکہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا الالاسی (۴۰۳/۱۲) میں ذکر کیا ہے جو اس سے پہلے ہے تو اس نے کچھ کام نہ کیا اس لئے کہ وہ پہلی حدیث کی طرح موضوع ہے جیسا کہ اس کا ذکر ہو چکا ہے بعد ازاں اس کے ایک اور شاہد کا ذکر کیا ہے جو نوح بن ابی مریم کے طریق سے ہے کہ ہمیں ابان نے حدیث بتائی اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ یہ نوح (راوی) جھوٹ کہنے کے ساتھ تہمت لگایا گیا ہے اس کا ذکر ہو چکا ہے اسی طرح ابان کا ذکر بھی گزر چکا ہے جو کہ ابان بن ابی عیاش ہے۔

(۱۳۷) «تَزَوُّ جُؤَاوِلًا تَطْلِقُوا فَإِنَّ الطَّلَاقَ يَهْتَرُ لَهَ الْعَرْشُ»

ترجمہ: ”نکاح کرو اور طلاق نہ دو اس لئے کہ طلاق ایسا فعل ہے جس سے اللہ کا عرش کانپ جاتا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب بغدادی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو تاریخ بغداد (۱۹۱/۱۲) میں

عمر بن جمیع (راوی) کے احوال میں اس نے جوہیر سے اس نے ضحاک سے اس نے نزال بن سبرہ سے وہ علی بن ابی طالب ؓ سے مرفوع روایت کرتا ہے جبکہ عمرو بن جمیع (راوی) کذاب ہے پہلے بھی اس سے مروی روایات گزر چکی ہیں، جب کہ جوہیر (راوی) غایت درجہ ضعیف ہے اور اس کے بارے میں پہلے کچھ ذکر ہو چکا ہے، جبکہ امام صفحانی نے اس حدیث کو الموضوعات (ص ۸) میں اور اس سے پہلے ابن جوزی نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے جبکہ خطیب کا قول ہے عمرو بن جمیع کذاب ہے وہ منکر روایات کو مشہور روایت سے اور موضوعات کو ان روایت سے جو درست ہیں بیان کرتا ہے۔

امام سیوطی نے اللآلی (۱۷۹/۲) میں اس کا اقرار کیا ہے پس اس سے تعجب ہے کہ کس طرح اس نے اس حدیث کو ابن عدی کی روایت سے الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے جبکہ اس نے اس کے مقدمہ میں شرط لگائی ہے کہ وہ اس کو ان روایات سے تحفظ عطا کریگا جس میں کذاب یا موضوع روایات بیان کرنے والا متفرد ہے جبکہ اس سے بھی زیادہ تعجب نیز یہ حقیقت ہے کہ شیخ عجلونی نے السنن (۱) میں امام صفحانی (رحمہ اللہ) کے اس پر موضوع کے فیصلہ کے بعد کہا ہے لیکن الجامع الصغیر میں اس کی نسبت ابن عدی کی جانب کی ہے کہ یہ حدیث علی ؓ سے ضعیف اسناد کیساتھ مروی ہے جبکہ اس حدیث کو کیسے موضوع قرار نہ دیا جائے جبکہ اسلاف کی ایک جماعت نے اپنی بیویوں کو طلاق دی ہے جبکہ یہ بھی درست ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی بیوی حفصہ ؓ کو طلاق دی جو عمر ؓ کی بیٹی تھی۔

(۱۳۸) ((تُعَادُ الصَّلَاةُ مِنْ قَدْرِ الدَّرْهِمْ مِنَ الدَّمِّ، (وَفِي لَفْظٍ): إِذَا كَانَ فِي الثُّوبِ قَدْرُ الدَّرْهِمْ مِنَ الدَّمِّ غُسِلَ الثُّوبُ وَأُعِيدَتِ الصَّلَاةُ))

ترجمہ: ”ایک درہم کے برابر خون سے نماز کا اعادہ کیا جائے جب کہ یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب کپڑے میں درہم کے برابر خون ہو تو اس کو دھویا جائے اور نماز کو لوٹایا جائے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام دارقطنی نے اس حدیث کو اپنی سنن (ص ۱۵۴) میں جب کہ امام بیہقی نے (۴۰۴/۱۲) میں روح بن غطیف سے اس نے زہری سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے ابو ہریرہ ؓ سے مرفوع بیان کیا ہے امام دارقطنی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ اس حدیث کو زہری سے روح بن غطیف کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا ہے جبکہ وہ متروک الحدیث ہے، اور امام بخاری (رحمہ اللہ) نے التاريخ الصغیر (ص ۱۳۸) میں ذکر کیا ہے کہ روح بن غطیف کی متابعت نہیں ہے۔

جب کہ بیہقی نے حافظ ابن عدی (رحمہ اللہ) کے طریق سے اس کی اسناد کے ساتھ احمد بن عباس



تک پہنچائی ہے اس نے وضاحت کی کہ میں نے ابن معین سے دریافت کیا آپ زہری سے وہ ابی سلمہ سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: اس حدیث کو بیان کیا ابن معین (رحمہ اللہ) نے اللہ کی قسم! اٹھا کرفٹی میں جواب دیا پھر اس نے کہا: روایت کس سے ہے؟ میں نے کہا: ہمیں محرز بن عون نے حدیث بیان کی، اس نے کہا: یہ راوی ثقہ ہے وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا: قاسم بن مزنی سے اس نے کہا: وہ ثقہ ہے وہ کس سے میں؟ نے جواب دیا: روح بن غطفیف سے اس نے کہا: درست ہے ابن عدی کا قول ہے: اس روایت کو زہری سے جیسا کہ مجھے معلوم ہے روح بن غطفیف ہی بیان کرتا ہے جب کہ وہ اس اسناد کے بیان کرنے میں منکر الحدیث ہے اور وہ بات جو مجھے یحییٰ ذہلی سے پہنچی ہے اس نے بتایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، جب کہ اس حدیث کو امام بیہقی نے الضعفاء (۱۳۳) میں اس طریق سے ذکر کیا ہے۔

بعد ازاں اس نے بتایا کہ مجھے آدم نے بتایا اس نے بیان کیا میں نے امام بخاری (رحمہ اللہ) سے سنا ہے وہ اس حدیث کو باطل قرار دیتے تھے جبکہ یہ روح راوی منکر الحدیث ہے اور ابن جوزی نے اس کو عقلی کے طریق سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے جبکہ امام سیوطی نے اس کو السلائی میں برقرار رکھا ہے، بعد ازاں ابن عراق نے تنزیہ الشریعة (۲/۳۲۸) میں ذکر کیا ہے، پس امام سیوطی سے تعجب ہے اس نے کیسے اس کو الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے جبکہ امام زیلعی (رحمہ اللہ) نے نصب السراۃ (۲۱۲) میں ابن حبان سے روایت کیا ہے اس نے بتایا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے البتہ کوفہ کے لوگوں نے اس کا اختراع کیا ہے جب کہ روح بن غطفیف راوی ثقہ رواۃ سے موضوعات بیان کرتا تھا اور اس کی مثل الخلاصة ابن الملقن (۱/۳۰) میں ہے جب کہ اس حدیث کا ایک اور طریق ہے اس کے الفاظ اور ہیں ملاحظہ کریں۔

(۱۳۹) (( أَلْدَمُّ مِقْدَارُ الدِّرْهِمِ يُغَسَّلُ وَتُعَاذُ مِنْهُ الصَّلَاةُ ))

ترجمہ: ”درہم کے بقدر خون جسم (کپڑے) کو لگ جائے اس کو دھویا جائے اور اس کے باعث نماز کو لوٹایا جائے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب نے اس حدیث کو (۳۳۰/۱۹) میں نوح بن ابی مریم کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے یزید ہاشمی سے اس نے زہری سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ یہ اسناد موضوع ہے نوح بن ابی مریم متہم ہے جبکہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں اس طریق سے ذکر کیا ہے اور نوح راوی کو کذاب قرار دیا ہے جبکہ امام زیلعی نے اس کو نصب الرایۃ (۲۱۲/۱) میں اس طریق سے ذکر کیا ہے جبکہ امام سیوطی نے اس کو اللآلی (۳/۱) میں ذکر کیا ہے، آپ سمجھ لیں کہ یہ حدیث احناف کی حجت ہے جبکہ وہ درہم کے برابر نجاست کو مغلطہ قرار دیتے ہیں اور جب آپ کے علم میں یہ حقیقت آچکی ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے تو اس سے واضح ہو گیا کہ یہ حدیث باطل ہے اور یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی ہے کہ نجاست سے بچاؤ اختیار کرنا ضروری ہے اگرچہ درہم سے کم کیوں نہ ہو جب کہ وہ احادیث عام ہیں جو پاکیزگی کا حکم دیتی ہیں۔

(۱۵۰) «ثَلَاثٌ لَا يُعَادُ صَاحِبُهُنَّ: الرِّمْدُ وَصَاحِبُ الضَّرْسِ وَصَاحِبُ الدَّمَلَةِ»

ترجمہ: ”تین بیماریوں کے باعث ان میں مبتلاء لوگوں کی بیمار پرسی نہ کی جائے آنکھ کی بیماری درد وغیرہ، داڑھ کے درد کی بیماری، اور جس کے جسم میں پھوڑا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۷۰) میں اپنی زوائد سے اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے (۳۲۱) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۳۱۹) میں مسلمہ بن علی الحنفی سے اس نے کہا مجھ سے اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابو جعفر سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ طبرانی اور ابن عدی کا قول ہے کہ اوزاعی سے مسلمہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ راوی متہم ہے جیسا کہ آئندہ بھی اس کا تذکرہ ہوگا اور عقیلی نے بیان کیا کہ ابن معین (رحمہ اللہ) نے اس کو لاشیء قرار دیا ہے جب کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے منکر الحدیث کہا ہے۔

ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں عقیلی کے طریق سے ذکر کیا ہے اور اس نے اس کو موضوع قرار دیا ہے جب کہ اس حدیث میں بنیادی شخص مسلمہ ہے اور وہ یحییٰ بن ابی کثیر کے کلام سے روایت کرتا ہے، میں کہتا ہوں: اس نے اس کو عقیلی سے روایت کیا ہے اور اس نے اس کو بہتر قرار دیا ہے یعنی کہ یہ یحییٰ کا کلام ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس کو التہذیب میں خشعی راوی کی منکرات میں ذکر کیا ہے اور اس نے ابو حاتم کا قول ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث باطل منکر ہے جب کہ ابن جوزی نے امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا اللآلی (۳۰۶/۲) میں تعاقب کیا ہے اور کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: مسلمہ راوی جھوٹ کے ساتھ متہم نہیں ہے جب کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو

الواسط میں اور تہذیبی (ردہ) نے الشعب میں ذکر کیا ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: حق بات تو ابن جوزی کی ہے اس لئے کہ مسلمہ راوی نے کثرت کے ساتھ موضوع روایات ذکر کی ہیں بعض کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے آپ حدیث (نمبر ۱۳۱-۱۳۵) ملاحظہ کریں نیز آگے ذکر ہونے والی حدیث کا بھی ملاحظہ کریں اور وہ کیا سبب ہے جو اس حدیث کو موضوع قرار دے رہا ہے کہ نبی ﷺ تو اس شخص کی بیمار پرسی کرتے تھے جس کی آنکھوں میں درد نمودار ہوتا تھا۔

اس ﷺ نے بیان کیا ہے نبی ﷺ نے ارقم کی بیمار پرسی کی جب کہ اس کی آنکھیں درد میں مبتلا تھیں، امام حاکم (ردہ) نے اس حدیث کو (۳۳۲/۱) میں ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی (ردہ) نے اس کی موافقت کی ہے اور وہ اس طرح ہے جیسا کہ ان دونوں نے کہا ہے جب کہ نشی کی موضوعات سے ہے۔

(۱۵۱) ((الْعَنْكَبُوتُ شَيْطَانٌ مَسْخُوهُ اللَّهُ فَاقْتُلُوهُ))

ترجمہ: ”مکڑی شیطان ہے اللہ نے اس کو مسخ کر دیا ہے تم اس کو قتل کرو“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن عدی (ردہ) نے اس حدیث کو مسلمہ بن علی نشی کے حالات میں اس نے بیان کیا ہمیں سنان بن سعید نے بتایا اس نے ابی الزاہریہ سے اس نے عبد اللہ بن عمر ﷺ سے مرفوع روایت کیا ہے، جب کہ ابن عدی کا قول ہے کہ مسلمہ سے روایت کردہ سبھی احادیث یا اکثر احادیث غیر محفوظ ہیں جب کہ اس حدیث کے بطلان پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ صحیح مرفوع حدیث کے مخالف ہے وہ حدیث یہ ہے کہ ”اللہ نے مسخ شدہ کی نسل کو باقی نہیں رکھا ہے“ (مسلم: ۵۵۱۸)

جب کہ ابن حزم (ردہ) نے المحلی (۳۳۰/۷) میں ذکر کیا ہے ہر وہ حدیث جو مسخ کے بارے میں وارد ہے اور وہ بندر اور خزیر کے علاوہ میں ہے وہ باطل ہے اور جھوٹ ہے موضوع ہے۔

(۱۵۲) ((اسْتَشْفُوا بِمَا حَمَدَ اللَّهُ بِهِ نَفْسَهُ قَبْلَ أَنْ يَحْمَدَهُ خَلْقُهُ وَبِمَا مَدَحَ اللَّهُ بِهِ نَفْسَهُ: (الْحَمْدُ لِلَّهِ) وَقَوْلُهُ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) فَمَنْ لَمْ يَشْفِهِ الْقُرْآنُ فَلَا يَشْفَاهُ اللَّهُ))

ترجمہ: ”ان الفاظ کے ساتھ سفارشی کلمات کہو جن کلمات کے ساتھ اللہ نے اپنی حمد کی ہے اس سے پہلے کہ اس کی مخلوق اس کی حمد کرے اور وہ کلمات (الحمد للہ) ہیں کہ سب تعریف اللہ کی ذات کے لئے خاص ہے اور (قل ہو اللہ احد) ہے آپ کہیں اللہ کی ذات ہی ایک

اکائی ہے پس جس شخص کو قرآن شفا نہیں دیتا ہے اس کو اللہ بھی شفا نہیں دیتا“

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، اس حدیث کو ابو محمد الحلال نے فضائل قل هو اللہ احد (۲/۱۹۸) میں ذکر کیا ہے اور مسند دیلمی (۱/۱) میں اس حدیث کا اختصار ہے کہ ہمیں یزید بن عمرو بن براء ابوسفیان الشوف نے خبر دی اس نے کہا ہمیں احمد بن الحارث الغسانی نے اس نے کہا ہمیں ساکنہ بنت العبد نے اس نے کہا: میں نے رجاء الغنوی سے سنا وہ بیان کرتا تھا پس اس کا تذکرہ کیا جبکہ الواحدی (رحمہ اللہ) نے اس کو اپنی تفسیر (۲/۱۸۵/۲) میں دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے احمد بن الحارث الغسانی سے اس کے آخری جملہ پر اقتصار کیا ہے اور اسی طرح اس کو ثعلبی نے بیان کیا جیسا کہ کشف کی احادیث کی تخریج (ص ۱۰۳ رقم ۳۰۴) میں ہے جس کے مرتب حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) ہیں۔

میں کہتا ہوں: ابن الحارث کے بارے میں امام ابن ابی حاتم نے الجرح والتعديل (۱/۱۷۱) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اس کے بارے میں اپنے والد سے دریافت کیا اس نے اس کو متروک الحدیث قرار دیا ہے جب کہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے منکر الحدیث کہا ہے اور امام بخاری اور دولابی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس میں نظر ہے اور عقیلی نے کہا ہے اس سے مروی منکر احادیث ہیں جن کی متابعت نہیں ہے اس نے بیان کیا کہ رجاء غنوی شخص کیلئے کوئی روایت پہچانی نہیں جاتی ہے اور نہ ہی وہ صحابی ہے، نیز امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو السجامع میں ابن قانع کی روایت کے ساتھ رجاء غنوی سے ذکر کیا ہے امام مناوی (رحمہ اللہ) نے اس کی شرح میں بیان کیا ہے کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے تدریج صحابہ میں اس حدیث کے غیر صحیح ہونے کی جانب اشارہ کیا ہے۔

چنانچہ اس نے رجاء راوی کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ یہ شخص شرف صحبت کے ساتھ مشرف ہے اس نے بصرہ میں رہائش اختیار کی اور اس نے فضیلت قرآن کے بارے میں غیر صحیح حدیث کا ذکر کیا ہے اور یہ حدیث اس جانب اشارہ کر رہی ہے کہ مادی ادویات کیساتھ علاج نہ کرایا جائے اور تلاوت قرآن پر اعتماد کیا جائے۔

جب کہ یہ بات نبی ﷺ کی قولی اور فعلی سنتوں کیساتھ نہ زیادہ نہ کم ہونے کے ساتھ متفق نہیں ہے جبکہ نبی ﷺ نے مادی ادویات کیساتھ متعدد بار علاج کروایا مزید برآں آپ نے اس کا حکم بھی دیا آپ کا ارشاد گرامی ہے: ”اے اللہ کے بندو! علاج معالجہ کرو یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے کسی بیماری کو نہیں اتارا ہے مگر اس کے علاج کو بھی اتارا ہے“ اس حدیث کو حاکم نے صحیح سند کیساتھ روایت کیا ہے۔

(۱۵۳) ((مَنْ اسْتَشْفَى بِغَيْرِ الْقُرْآنِ فَلَا شِفَاءَ لِلَّهِ تَعَالَى))

ترجمہ: ”جو شخص قرآن کے علاوہ سے شفا کا طلب گار ہے اس کو اللہ شفا عطا نہ کرے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام صفحانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحادیث الموضوعۃ (ص ۱۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ شیخ عجلونی نے اس کو الکشف (۳۳۲/۲) میں برقرار رکھا ہے، میں کہتا ہوں ان الفاظ کا اصل اس سے پہلی حدیث میں ہے۔

(۱۵۴) ((السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللَّهِ، قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ، قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ، بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ، وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللَّهِ، بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ، بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ، قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ، وَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيلٍ))

ترجمہ: ”سخاوت کرنے والا شخص اللہ کے قریب ہے جنت کے قریب ہے لوگوں کے قریب ہے دوزخ سے دور ہے جب کہ بخیل شخص اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے دوزخ کے قریب ہے جب کہ جاہل سخی اللہ کے ہاں عبادت کرنے والے بخیل سے زیادہ محبوب ہے“

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱۳۳/۳) میں اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (۱۵۴) میں اور ابن حبان (رحمہ اللہ) نے روضة العقلاء (ص ۲۳۶) میں اور ابن عدی نے (۲/۱۸۳) میں سعید بن محمد الوراق کے طریق سے اس نے یحییٰ بن سعید سے اس نے اعرج سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما سے اس نے نبی ﷺ سے مرفوع روایت کیا جبکہ امام ترمذی نے اس کو ضعیف قرار دیتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو نہیں جانتے ہیں جبکہ سعید بن محمد کی اس حدیث کی روایت میں یحییٰ بن سعید سے مخالفت کی گئی ہے جبکہ یحییٰ بن سعید سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرسل روایت کی گئی ہے، امام عقیلی کا قول ہے اس حدیث کا یحییٰ اور اس کے سوا سے کچھ اصل نہیں ہے اور ابن حبان کا قول ہے اگر سعید بن محمد نے اس حدیث کی اسناد کو محفوظ کر لیا ہے تو وہ غریب ہے غریب ہے۔ میں کہتا ہوں: اس سعید راوی کے بارے میں ابن معین (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ شخص کوئی چیز نہیں ہے جب کہ ابن سعد اور اس کے علاوہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام نسائی نے اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے جب کہ امام دارقطنی نے اس کو متروک کہا ہے جب کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں اضطراب ہے کبھی

تو اسی طرح روایت کی جاتی ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے جب کہ کبھی اس نے یحییٰ بن سعید انصاری سے اس نے محمد بن ابراہیم بن حارث التمیمی سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کو مرفوع روایت کیا ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس کو الاوسط (۱/۹۱۱) میں ذکر کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو اس اسناد کے ساتھ سعید نے ہی روایت کیا ہے۔

اس طرح اس حدیث کو الضیاء نے المنتقی من مسموعاتہ بمر و (اپنی ان مسموعات میں جو مرد و شہر میں ہوئیں) (۲/۱۱۷) میں روایت کیا ہے جب کہ اس نے اپنے باپ کے واسطے کا ذکر نہیں کیا ہے، مزید برآں اس حدیث کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس طریق اور اس کے سوا کے ساتھ الموضوعات میں ذکر کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۹۳-۹۲/۲) میں دوسرے طریق کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ کبھی طرق ضعیف ہیں ان میں غور فکر کیا جائے۔

مزید برآں اس سے یہ حقیقت غائب رہی کہ حافظ ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس وراق (راوی) کی حدیث کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور اسی طرح امام احمد (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے جیسا کہ تہذیب میں سعید کے حالات میں ہے جب کہ ابو حاتم نے اس حدیث کے دوسرے طریق میں جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اور سعید بن مسلمہ راوی حدیث میں ضعیف ہے مجھے خطرہ ہے کہ اس کا اس میں دخل ہے آپ ابن ابی حاتم کی العلل (۲۸۳/۲-۱۸۳) دیکھیں۔

(۱۵۵) «رَبِيعَ أُمَّتِي أَلْبَطِيخُ»

ترجمہ: ”میری امت کیلئے موسم وہ موسم بہار ہے جس میں انگور اور تربوز دستیاب ہوتے ہیں“ تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام سیوطی نے اپنی کتاب الجامع الصغیر میں داخل کر کے اس کو عیب ناک بنا دیا ہے جب کہ اس نے ابو عبد الرحمن سلمیٰ کی روایت کو اس میں داخل کیا ہے جو کتاب الاطعمۃ میں ہے، نیز ابو عمر قانی کی روایت کو جو کتاب البطیخ میں ہے اس کو درج کیا ہے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں محمد بن احمد بن مہدی (اصل احمد بن محمد) کے طریق سے اس نے کہا ہمیں محمد بن الضوء بن الدلمس نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عطف بن خالد نے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر سے روایت کیا اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ یہ روایت موضوع ہے اس میں محمد بن الضوء کذاب ہے شراب اور بے حیائی میں حد سے بڑھا

ہوا تھا مزید برآں علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے الآلوسی (۲۱۰/۲) میں اس کو برقرار رکھا ہے اور پھر ابن عراق نے تنزیہ الشریعة (۲/۳۱۷) میں کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس روایت میں محمد بن احمد بن مہدی غایت درجہ ضعیف ہے جیسا کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے کہا، اور وہ حدیث جس کو امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں شامل کیا ہے، المنار (ص ۲۱) میں ہے اس نے بیان کیا کہ وہ چیز جس سے حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے وہ حدیث کا غیر معروف انداز ہے جسے معاشرہ میں اچھا قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ اس کو مزاحیہ انداز کہا جاسکتا ہے بعد ازاں اس نے کچھ احادیث کو ذکر کیا ہے جب کہ یہ حدیث بھی اس میں شامل ہے اور ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اس کو اپنی الموضوعات (ص ۱۰۷-۱۰۸) میں برقرار رکھا ہے۔

(۱۵۶) (( اِخْتَرِسُوا مِنَ النَّاسِ بِسُوءِ الظَّنِّ ))

ترجمہ: ”خود کو لوگوں کی بدظنی سے محفوظ رکھو“

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے بقیہ کے طریق سے معاویہ بن یحییٰ سے اس نے سلیمان بن سلیم سے اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے المجمع (۸۹/۸) میں کہا ہے کہ بقیہ بن ولید مدلس ہے جب کہ اس کے دیگر راوی ثقہ ہیں اسی طرح اس نے کہا ہے جب کہ معاویہ بن یحییٰ غایت درجہ ضعیف ہے اس کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے جب کہ میں نے بعض ائمہ کے اقوال کو اس حدیث کے ضعیف قرار دینے میں حدیث نمبر (۱۳۶) میں ذکر کیا ہے۔

مزید برآں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی ان احادیث کو ذکر کیا ہے جن کو منکر قرار دیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے جب کہ امام منادی نے الفیض میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط میں انس کے طریق سے جب کہ وہ بقیہ کی روایت سے لفظ عن کے ساتھ ہے وہ معاویہ بن یحییٰ سے جب کہ معاویہ بن یحییٰ ضعیف ہے اس میں دو غلط ہیں جب کہ مطرف کے قول سے صحیح ہے جس کو مسدود نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح اس کو ابن عساکر نے مطرف میں ذکر کیا ہے (۲/۲۹۱/۱۶) میں ذکر کیا ہے جب کہ یہ حدیث عمر اور اس کے سوا کا قول بھی ہے چنانچہ ابو عمرو والدانی نے السنن الواردة فی الفتن

(۲-۱/۱۲) میں عیسیٰ بن ابراہیم سے اس نے ضحاک بن یسار سے اس نے ابو عثمان مہدی سے اس نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے: ”لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب کہ قبیلہ کے صالح لوگ قبیلہ سے ہوں گے اگر وہ ناراض ہوں گے تو خود کے لئے ناراض ہوں گے اور اگر وہ خوشنودی کا اظہار کریں گے تو اپنے لئے کریں گے اور اگر وہ اللہ کی رضا کے لئے ناراض نہیں ہوں گے اور اللہ کی رضا کا اظہار نہیں کریں گے پس جب یہ دور آ جائے گا تو تم خود کو محفوظ رکھو“

جب کہ یہ عیسیٰ بن مریم جو ہاشمی بھی ہے غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ ابوالنعمان نے اخبار اصہبان (۲۰۲/۲) میں دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے عمر سے ذکر کیا ہے اس نے بتایا کہ ((دانائی یہ ہے کہ آپ لوگوں کے بارے میں بدظنی کریں)) جب کہ اس کی اسناد بھی ضعیف ہے مزید برآں یہ حدیث میرے نزدیک منکر ہے اس لئے کہ یہ حدیث ان روایات کے خلاف ہے جو کثرت کے ساتھ وارد ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے بارے میں بدظنی سے کام نہ لیں ان میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”تم خود کو بدظنی سے تحفظ عطا کرو اس لئے کہ بدظنی تو بہت بڑا جھوٹ ہے“ (صحیح بخاری: ۳۹۵۱۰-۳۹۸)

مزید برآں لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا ممکن نہیں اگر ان کے بارے میں بدظنی رکھی جائے تو کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حکم دیں کہ وہ اس باطل بنیاد پر معاملات کریں۔

(۱۵۷) ((الْاِقْتِصَادُ فِي النِّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيشَةِ، وَالتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ))

ترجمہ: ”اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنا آدمی معیشت کا نظام ہے جب کہ لوگوں کے ساتھ اظہار محبت کرنا آدمی عقل ہے اور اچھا سوال کرنا آدمی علم ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع میں طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس نے مکارم الاخلاق میں ذکر کیا ہے جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے الشعب میں ابن عمر سے روایت کیا ہے اس پر شارح منادی نے خاموشی اختیار کی ہے، جب کہ روایت ضعیف ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلیل (۲۸۳/۲) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو اس نے ہشام بن عمار سے اس نے یحییٰ بن تمیم سے اس نے حفص بن عمر سے اس نے ابراہیم بن عبد اللہ بن زبیر سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا ہے میرے



والد کا قول ہے کہ یہ حدیث باطل ہے جب کہ تخیس اور حفص دونوں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں: اور اسی طرح امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے تخیس کے حالات میں ذکر کیا ہے مزید برآں اس نے ذکر کیا ہے کہ ابن ہشام نے اس سے منکر حدیث کو ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(۱۵۸) ((اغتسلوا یومَ الْجُمُعَةِ وَلَوْ كَانَ كَأَمْسٍ بِدِينَارٍ))

ترجمہ: ”تم جمعہ کے دن غسل کرو اگرچہ پانی کا ایک پیالہ ایک دینار کے عوض دستیاب ہو“  
تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کوالموضوعات میں ازودی کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ ابن حبان تک، اس نے کہا ہمیں حماد بن زید نے ایوب سے اس نے حسن سے اس نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ ابن حبان سے مقصود ابراہیم بن الجعفی ہے وہ ساقط ہے اس کو حجت تسلیم نہیں کیا جاتا، میں کہتا ہوں: وہ ابراہیم بن براء ہے اور اس کی موضوع حدیث کا پہلے (ح نمبر ۱۱۴) میں ذکر ہو چکا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲۶۱۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا ایک اور طریق ہے جس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے نکالا ہے اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن مرزوق نے بتایا اس نے کہا: ہمیں حفص بن عمر ابواسامیل دیلمی نے انس سے اس کو مرفوع بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ تعاقب کمزور ہے جب کہ یہ حفص بن عمر کذاب ہے جیسا کہ ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے جس کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے السمیذان میں نقل کیا ہے بعد ازاں اس کی احادیث کو ذکر کیا ہے کہ ان میں سے یہ بھی ایک حدیث ہے اسی لئے ابن عراق نے (۲۱۴۸) میں ذکر کیا ہے پس اس میں شاہد ہونے کی صلاحیت نہیں ہے جب کہ اچھیجیے کی بات یہ ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے حدیث کو الجامع میں اس ابن عدی کی روایت سے اور ابن ابی شیبہ کی روایت سے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے موقوف ذکر کیا ہے، امام منادی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ پہلے کا شاہد ہے یعنی مرفوع ہے اور اس کے ساتھ مصنف نے ابن جوزی پر رد کرتے ہوئے حدیث کو موضوع بنا دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ رد کمزور ہے اس لئے کہ کسی حدیث کا جب موضوع ہونا ثابت ہو جائے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب مرفوع ہے تو اس کو کچھ فائدہ عطا نہیں کرتا ہے کہ وہ بعض صحابہ پر موقوف ہو البتہ یہ کہ وہ ان احادیث سے ہو جس کو اجتہاد اور رائے کے ساتھ نہیں کیا جاتا ہے تو اس وقت اس کا حکم مرفوع کا ہے جب کہ یہ حدیث ان سے نہیں ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اس کو لازم پکڑیں جب کہ اللآلی کے طبع شدہ

نسخہ سے ابن ابی شیبہ کی حدیث کی اسناد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے گری ہوئی ہے پس ہم قدرت حاصل نہیں کر سکتے ہیں کہ اس کی صحت کی جانب دیکھیں اگرچہ وہ موقوف ہے بعد ازاں اس کی اسناد پر اطلاع حاصل ہوئی چنانچہ ابن ابی شیبہ نے المصنف (۲/۲۰۱۱) میں کہا ہے کہ ہمیں وکیع نے ثور سے بیان کیا اس نے زیاد نسیری سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس نے بیان کیا: ”میں جمعہ کے دن غسل کروں گا اگرچہ پانی کا ایک پیالہ ایک دینار میں دستیاب ہو“ جب کہ اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس میں زیاد بن عبد اللہ ضعیف ہے جیسا کہ التفریب میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ حدیث موضوع ہے۔

بعد ازاں امام سیوطی رحمہ اللہ نے کعب کی دوسری حدیث کو بیان کیا جب کہ اس حدیث کی اسناد بھی ضعیف ہے پس یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب مرفوع ہے موقوف بھی ہے اور ضعیف بھی ہے جب کہ احادیث صحیحہ اس سے بے پرواہ کرتی ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کیا جائے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل کرنا واجب ہے“ (مسلم، وغیرہ) جبکہ لوگوں نے اگر تسامح اختیار کیا ہے کم تعداد میں لوگ جمعہ کے دن غسل کرتے ہیں اور جو شخص جمعہ کے روز غسل کرتا ہے تو وہ محض پاکیزگی کے حصول کیلئے کرتا ہے اس لئے نہیں کہ یہ جمعہ کا حق ہے۔

(۱۵۹) (إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَمَلَائِكَتُهُ يُصَلُّونَ عَلَى أَصْحَابِ الْعَمَامَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ))

ترجمہ: ”بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں کے حق میں دعا کرتے ہیں جو جمعہ کے دن پگڑیوں کو زیب تن کر کے جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی نے اس حدیث کو الکبیر میں علاء بن عمرو الحنفی سے اس نے کہا ہم سے ایوب بن مدرک نے روایت کیا اس نے کھول سے اس نے ابوالدرداء سے مرفوع روایت کیا ہے، جب کہ امام جوزی نے اس کو الموضوعات میں اس وجہ سے ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے ایوب اس میں متفرد ہے، ازدی نے اس حدیث کو ایوب کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس نے وضع کیا ہے یحییٰ نے اس کو کذاب کہا ہے اور دارقطنی نے اس کو متروک کہا ہے جبکہ امام سیوطی (۲/۱۲) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینے پر دو حفاظ نے یعنی عراقی نے تخریج الاحیاء میں اور ابن حجر نے تخریج الرافعی میں اقتصار کیا ہے، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: اس کا دونوں کی تقلید کرنا جب کہ وہ اپنے زمانہ کا مجتہد ہے جب کہ اس نے اس کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے جب کہ شارح نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے ابن جوزی کے پہلے

قول کا ذکر کیا ہے جب کہ مؤلف نے اس پر کچھ تعاقب نہیں کیا ہے، علاوہ ازیں کہ اس نے اس پر اقتصار کیا ہے کہ عراقی اور ابن حجر (رحمہما اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا ہے جب کہ آپ کو خوب علم ہے کہ اس تعاقب میں کس قدر تعصب کا فرما ہے۔

میں کہتا ہوں: بیہمی (رحمہما اللہ) کا قول المجموع (۱۷۶/۲) میں ہے اس کے بعد کہ اس نے اس کو طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ اس میں ایوب بن مدرک کے بارے میں ابن معین (رحمہما اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے جب کہ ذہبی (رحمہما اللہ) نے اس کو المیزان میں ذکر کیا ہے بعد ازاں اس کی حدیث کو پیش کیا ہے، اور اللسان میں عقلی (رحمہما اللہ) کا قول ہے کہ ایوب بن مدرک ایسی منکر احادیث بیان کرتا ہے جن کی متابعت نہیں ہے نیز اس نے پگڑیوں کی حدیث کے بارے میں کہ اس حدیث کی متابعت نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں: کہ اس سے روایت کرنے والا علاء بن عمرو الحنفی بھی تہمت زدہ ہے جبکہ اس کی احادیث سے وہ حدیث ہے جس کے بارے میں ہم آئندہ مضمون میں گفتگو کریں گے، انشاء اللہ۔

بعد ازاں میں نے دیکھا کہ عقلی نے اس حدیث کو الضعفاء (ص ۴۲) پر یوسف بن عدی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں ایوب بن مدرک نے یہ حدیث سنائی جبکہ یہ یوسف راوی ثقہ ہے اس کا شمار بخاری کے رجال سے ہے اس بناء پر علاء بن عمر اپنی ذمہ داری سے بری ہو گیا جب کہ تہمت اس کے استاذ ایوب بن مدرک میں بند ہو گئی مزید اس حدیث کو ابن عدی (رحمہما اللہ) نے (۱/۱۸) میں اس سے تیسرے طریق میں نکالا ہے اور وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

(۱۶۰) «أَحِبُّو الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ: لِأَنَّيْ عَرَبِيٌّ، وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ، وَكَلَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ»

ترجمہ: ”تم اہل عرب کے ساتھ تین وجوہ کے پیش نظر محبت کرو اس لئے کہ میں عربی النسل ہوں اور قرآن پاک کی زبان عربی ہے جب کہ جنت والوں کی زبان عربی ہوگی“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم نے اس حدیث کو المستدرک (۸۷/۳) میں اور معرفة علوم الحدیث (ص ۱۶۱-۱۶۲) میں اور امام عقلی نے الضعفاء (ص ۳۲۷) میں اور طبرانی نے الکبیر (۱/۱۲۲/۳) میں اور الاوسط میں ہے اور تمام نے الفوائد (۱/۲۲) میں جب کہ اس کے طریق سے الضیاء المقدسی نے صفة الجنة (۱/۷۹/۳) میں اور بیہمی نے شعب الایمان میں اور الواحدی نے اپنی تفسیر (۱/۸۱) میں جب کہ ابن عساکر نے (۱/۲۳۰/۶، ۱/۳۳/۷) میں اور اسی طرح ابو بکر انباری

نے ایضاً الوقف والابتداء کے نسخہ اسکندریہ (ق ۱/۶) میں ان سب نے علاء بن عمرو والحنفی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں یحییٰ بن یزید لاشعری نے خبر دی کہ ابن جریج نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں: اور اس کی اسناد موضوع ہے اور اس میں تین عتیمیں ہیں۔

پہلی علت: علاء بن عمر راوی ہے اس کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے السميزان میں متروک قرار دیا ہے جبکہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کسی صورت اس سے استدلال جائز نہیں، بعد ازاں اس نے اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے جو عقیلی کے طریق سے ہے، بعد ازاں اس نے اس کو موضوع قرار دیا ہے ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو جھوٹ کہا ہے جبکہ السلسان میں ازدی کا قول ہے کہ اس کی حدیث کو تحریر نہ کیا جائے جبکہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کو ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے، نیز اس نے کہا ہے کہ کبھی وہ اس کی مخالفت کرتا ہے، جبکہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور صالح جزره نے کہا ہے: اس میں کچھ حرج نہیں، اور ابو حاتم (رحمہ اللہ) کا قول ہے: میں نے احادیث کو اس سے تحریر کیا ہے جبکہ میں نے اس کو بہتر پایا ہے۔

میں کہتا ہوں: شاید ابو حاتم کا یہ قول جو کہ الجرح والتعديل (۳۵۹/۱۱۳) میں ہے اس سے پہلے کا ہے کہ اس کی جھوٹی احادیث کی روایت پر اس کو اطلاع ہو ورنہ اس کا توثیق کرنا اس کی کسی چیز میں تکذیب کے ساتھ اس کی حدیث کیلئے متفق نہیں ہے جیسا کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس سے نقل کیا ہے اور یہ اس کے بیٹے کی کتاب العلل (۳۷۶-۳۷۵/۱۲) میں اس نے ذکر کیا ہے، میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو علاء بن عمرو والحنفی نے ذکر کیا ہے اس نے کہا میں نے اپنے والد سے سنا ہے وہ کہتے ہیں یہ حدیث جھوٹ ہے، لیکن کبھی کہا جاسکتا ہے کہ جب کسی حدیث میں بہت سی علل ہوں تو یہ بھی صحیح ہے کہ ابو حاتم کے نزدیک اس علاء راوی کے سوا میں علت ہو، واللہ اعلم۔

اور اس نے لسان السميزان میں اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ عقیلی نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اس کے متن میں ضعف ہے اس حدیث کا کچھ حصہ اصل نہیں ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے اس کو برقرار رکھا ہے، میں کہتا ہوں: جب کہ ہمارے ہاں جو عقیلی کا نسخہ ہے اس میں یہ قول نہیں ہے کہ حدیث کا متن ضعیف ہے، واللہ اعلم۔

جب کہ ابن حبان کا اس کی توثیق کرنا اس کے اس قول کے ساتھ جو اس سے ذہبی نے نقل کیا ہے کہ کسی صورت میں اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے بظاہر اس میں تناقض ہے تو شاید توثیق اس سے پہلے کی ہو جبکہ اس کی حقیقت پر اطلاع حاصل ہوئی ہو، واللہ اعلم، جب کہ کبھی بیہمی کا قول جو

المجمع (۵۲/۱۰) میں ہے اس کی تائید کرتا ہے اس کے بعد کہ اس نے اس کو طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ اس میں علاء بن عمرو الحنفی راوی ایسا ہے جس کے ضعف پر اجماع ہو چکا ہے۔

دوسری علت: یحییٰ بن یزید ہے اسی طرح اس روایت میں یزید ہے اس کے بارے میں امام ذہبی نے کہا ہے اس میں تبدیلی ہے جبکہ اصل میں لفظ یزید ہے، میں کہتا ہوں: اور اسی طرح عقیلی کی الضعفاء اور امام حاکم کی المعرفة میں ہے، اور اسی طرح اس کو ابن ابی حاتم نے المجرح و التعديل (۱۱۲/۳) میں ذکر کیا ہے، جب کہ ابن معین سے روایت ہے کہ اس نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابن نمیر سے روایت ہے اس نے ذکر کیا ہے: کہ جو ایک کھجور کے برابر ہو؟ اور ابو زرہ سے منقول ہے کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے جب کہ اس کے باپ سے منقول ہے اس نے کہا ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہے اس کی حدیث کو چھوڑا نہ جائے بلکہ اس کو تحریر کیا جائے، لسان المیزان میں ہے کہ ساجی عقیلی اور ابن جبار (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے اور حاکم کے نزدیک اس کی متابعت محمد بن الفضل نے کی ہے جب کہ وہ تہمت زدہ ہے جیسا کہ حدیث نمبر (۲۶) میں گزر چکا ہے۔

بعد ازاں امام حاکم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یحییٰ بن یزید کی حدیث ابن جریج سے صحیح ہے، لیکن ذہبی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے بلکہ یحییٰ کو امام احمد (رحمہ اللہ) اور اس کے سوا نے بھی ضعیف قرار دیا ہے جب کہ علاء بن عمرو الحنفی راوی قابل اعتماد نہیں ہے اور ابوالحسن محمد بن الفضل تہمت زدہ ہے، جب کہ میں خیال کرتا ہوں: کہ حدیث موضوع ہے اور اسی طرح حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے مسححة القرب الی محبة العرب (۱/۵) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس طرح نہیں ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے بلکہ وہ ضعیف ہے اس لئے کہ یحییٰ بن یزید بن ابی بردہ ان کے نزدیک ضعیف ہے اور اسی طرح وہ شخص جو اس سے روایت کرتا ہے ضعیف ہے مقصود علاء بن عمرو الحنفی ہے۔

تیسری علت: ابن جریج کا لفظ عسن کے ساتھ روایت کرنا جب کہ وہ مدلس ہے، امام احمد کا قول ہے: بعض وہ احادیث جن کو ابن جریج مرسل کرتا ہے موضوع ہیں جبکہ ابن جریج کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا کہ وہ ان احادیث کو کہاں سے لے رہا ہے اس کا یہ کہنا ہے کہ مجھے خبر دی گئی اور مجھے فلاں سے بتایا گیا اسی طرح المیزان میں ہے اور ابن جوزی نے جس حدیث کو عقیلی کے طریق سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے وضاحت کی ہے کہ عقیلی نے اس کو منکر قرار دیا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے ابن جوزی کا قول ہے کہ یحییٰ راوی مقلوب احادیث ذکر کیا کرتا تھا، امام سیوطی نے اللالی میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ عقلی نے اس کو علاء بن عمرو کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اس کی منکر روایات سے ہے اور اسی طرح میسزان الاعتدال کے مصنف نے ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے ابن حبان کی توثیق کو اور صالح جزره کی توثیق کو علاء کے بارے میں اس قاعدہ سے غفلت اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ جرح کو تعدیل پر مقدم کیا جاتا ہے جبکہ ابن حبان کا دوسرا قول ہے کہ اس کیساتھ استدلال کرنا ہرگز جائز نہیں، نیز حافظ عراقی کے قول سے غافل ہے کہ محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے جب کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے بعد ازاں اس نے اس کیلئے حاکم کے صحیح قرار دینے کا ذکر کیا ہے نیز ذہبی نے جو اس کا تعاقب کیا ہے امام سیوطی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کا ایک شاہد ہے۔

میں کہتا ہوں: لیکن وہ منکر ہے امام سیوطی نے خود کہا ہے کہ اس نے کچھ کام نہیں کیا ہے، جب کہ اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے اقتضاء الصراط المستقیم (ص ۶ طبع خانگی) میں عقلی کے طریق سے ذکر کیا ہے عقلی نے کہا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں، جبکہ ابن جوزی نے اس کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور ان دونوں نے اس کو برقرار رکھا ہے البتہ یہ بات ہے کہ اس سے پہلے حافظ السلفی سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اس کے بارے میں شیخ الاسلام نے کہا ہے میں نہیں جانتا ہوں: کہ اس کا ارادہ محدثین کے طریق کے مطابق اسناد کے حسن ہونے کا ہے یا عام اصطلاح کے مطابق متن کے حسن ہونے کا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ غالبہ ظن یہ ہے کہ اس نے دوسری کیفیت کو اپنایا ہے اور الفیض میں اس کو یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ اس کو ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) کی جانب منسوب کیا ہے باوجود اس کے کہ اس کا کلام جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں وہ اس کے یقین پر دلیل نہیں ہے بہر حال میں بہت زیادہ بعید باور کرتا ہوں کہ سلفی اس حدیث کی اسناد کو مستحسن قرار دے جب کہ اس کی بہت ساری کیفیت اس بات کا پتہ دے رہی ہے کہ یہ غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ اس کو موضوع قرار دینے کا بہت سے ائمہ نے فیصلہ کیا ہے جو اس سے پہلے گزرے ہیں جیسا کہ ابو حاتم (رحمہ اللہ) اور عقلی (رحمہ اللہ) ہیں، جب کہ اس کے بارے میں ان کی مخالفت کسی نے نہیں کی ہے جس کے علم کو پختہ قرار دیا جائے اور اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس کی جانب امام سیوطی نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے۔

(۱۶۱) «أَنَا عَرَبِيٌّ، وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ، وَلِسَانُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ»

ترجمہ: ”میں عربی ہوں جبکہ قرآن عربی میں ہے اور جنت والوں کی زبان بھی عربی ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ ہمیں سعد بن سعد نے بتایا اس نے بیان کیا ہمیں ابراہیم بن منذر نے اس نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن عمران نے اس نے کہا ہمیں شہل بن علاء نے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلیء (۴۳۲/۱) میں اس کو اسی طرح ذکر کیا ہے یہ اس حدیث کی شاہد ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس کے ذکر کے بعد اس نے کہا ہے کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المعنی میں بتایا ہے کہ شہل بن علاء بن عبدالرحمن کے بارے میں ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ اس کی احادیث منکر ہیں میں کہتا ہوں: علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد (۵۲/۱۰)۔ (۵۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس میں عبدالعزیز بن عمران متروک راوی ہے۔

میں کہتا ہوں: اور ابن معین (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ راوی ثقہ نہیں ہے پس اس حدیث کو محمول کرنا زیادہ بہتر ہے اسی لئے حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے المحجۃ (۱/۵۶) میں ذکر کیا ہے جب کہ عبدالعزیز بن عمران زہری راوی متروک ہے اس کو امام نسائی (رحمہ اللہ) اور دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے جیسا کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس حدیث کو تخریر نہ کیا جائے اس لحاظ سے توہ حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ ابن عراق (رحمہ اللہ) نے اس کو تسنیمہ الشریعہ میں ذکر کیا ہے، اس حدیث کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کرنا باطل ہے، اس حدیث میں آپ کے فخر کا تذکرہ ہے کہ مجھے عربی ہونے پر فخر حاصل ہے جب کہ یہ بات اسلامی شریعت میں عجیب و غریب ہے یہ ہرگز اس ارشاد الہی کے مطابق نہیں ہے ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾

”کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا شخص اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے“

نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ﴿لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ إِلَّا بِالتَّقْوَى﴾

”کہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے البتہ تقویٰ کے لحاظ سے ہے“ (مسند احمد: ۳۱۱/۵)

اس حدیث کی اسناد صحیح ہے، جیسا کہ امام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے الاقتصاء (ص ۶۹) میں ذکر کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نبی کے ساتھ بھی موافق نہیں ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ فخر نہ کرو، ارشاد نبوی ہے: ”بلا شہ اللہ عزوجل نے تم سے جاہلیت کے فخر کو جو اپنے آباء کے لحاظ سے کرتے ہو اس کو ختم کر دیا ہے سبھی لوگ آدم کے بیٹے ہیں جب کہ آدم کی تخلیق مٹی سے ہے ایک شخص ایماندار پرہیزگار ہے اور دوسرا شخص فاسق، فاجر اور بد بخت ہے“

ذہن نشین کریں لوگ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ فخر کرنے سے باز آ جائیں ورنہ وہ دوزخ کے کونٹے ہیں یا وہ اللہ کے ہاں اس گوبر کے کیڑے سے زیادہ ذلیل ہیں جو گندگی کو اپنے منہ کے ساتھ دور کرتے ہیں) (ابوداؤد، ترمذی، ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا، جبکہ ابن تیمیہ (ص ۳۵-۶۹) نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، پس جب نبی ﷺ کی یہ توجیہات اپنی امت کیلئے ہیں تو کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ آپ اس کی مخالفت کریں اس کام کو کریں جس سے آپ نے انہیں روکا ہے جب کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث سے یہ حدیث ہے جو اس کی حالت پر دلالت کرتی ہے وہ آگے ذکر ہو رہی ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۶۲) (( لَمَّا تَجَلَّى اللَّهُ لِلْحَبَلِيِّ - يَعْنِي حَبْلَ الطُّورِ - طَارَتْ لِعَظْمَتِهِ سِتَّةٌ حَبَالٍ فَوَلَعَتْ ثَلَاثَةٌ فِي الْمَدِينَةِ، وَثَلَاثَةٌ بِمَكَّةَ، بِالْمَدِينَةِ أُحُدٌ وَرِزْقَانٌ وَرَضْوَى، وَوَلَعَ بِمَكَّةَ حِرَاءٌ وَثَبِيرٌ وَفُونَ ))

ترجمہ: ”جب اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ پر تجلی کی تو اس کی تجلی کی عظمت کے باعث چھ پہاڑوں نے پرواز کی تین کا تعلق مدینہ سے اور تین کا مکہ سے جب کہ مدینہ میں احد اور رزقان اور رضوی ہیں اور مکہ میں حراء اور ثبیر اور فون ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، محاطی نے اس حدیث کو الامالی (۱/۱۱۷۲) میں اور ابن الاعرابی نے اپنی معجم (۲/۱۶۶) میں اور ابن ابی حاتم (ص ۷۸) نے عبدالعزیز بن عمران کے طریق سے اس نے معاویہ بن عبداللہ سے اس نے جلد بن ایوب سے اس نے معاویہ بن قرقا سے اس نے انس سے مرفوع بیان کیا ہے جبکہ حافظ ابن کثیر (ص ۷۸) نے اپنی تفسیر (۲/۲۳۵) میں بیان کیا کہ یہ حدیث غریب بلکہ منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: انہوں نے اس کی علت کو بیان نہیں کیا ہے اور وہ عبدالعزیز بن عمران ہے جب کہ وہ ثقہ نہیں ہے جیسا کہ اس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا ہے اور اس کے حالات کے ضمن میں ذہبی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ جلد بن ایوب کے بارے میں دارقطنی کا قول ہے کہ وہ متروک ہے بعد ازاں میں نے اس حدیث کو پایا جس کو ابن جوزی (ص ۷۸) نے الموضوعات میں ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ عبدالعزیز متروک ہے وہ مشہور رواۃ سے منکر احادیث بیان کرتا ہے جب کہ امام سیوطی (ص ۷۸) نے اس کا تعاقب (۲/۲۳۱) میں کیا ہے جو مفید نہیں ہے جیسا کہ اس کی عادت ہے۔



(۱۶۳) ((إِذَا ذَلَّتِ الْعَرَبُ ذُلَّ الْإِسْلَامُ))

ترجمہ: ”جب عرب ذلیل ہو جائیں گے تو اسلام ذلیل ہو جائے گا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابو نعیم نے اس حدیث کو اخبار اصہبان (۳۳۰/۲) میں منصور بن ابی حزام سے ذکر کیا ہے اس نے کہا، میں محمد بن الخطاب نے بتایا اس نے علی بن زید سے اس نے محمد بن المنکدر سے اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ ابن ابی حاتم نے اس کو العللی (۳۷۶/۲) میں ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اس نے کہا یہ حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت محمد بن خطاب ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے المسروح (۲۳۶/۲/۳) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا اس نے کہا میں اس کو پہچانتا نہیں ہوں، جب کہ السمعان میں ازدی کا قول ہے: کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے، بعد ازاں اس نے اس کی اس حدیث کو روایت کیا اس کے منکر ہونے کی جانب اشارہ تھا جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے اس پر اضافہ کیا ہے کہ اس ابن الخطاب کو ابن حبان (رحمہ اللہ) نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن حبان کی توثیق اعتماد کے لائق نہیں ہے جیسا کہ اس بارے میں متعدد بار تنبیہ گزر چکی ہے مزید براں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے جبکہ بیہمی (رحمہ اللہ) کا قول المجموع (۵۳/۱۰) میں ہے کہ ابو یعلیٰ نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کی اسناد میں محمد بن خطاب بصری کو ازدی اور اس کے سوانے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور اس کے دیگر رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں، اور یہ اس کے اوہام سے ہے جبکہ ابن جدعان کا شمار صحیح رواۃ سے نہیں ہے مزید برآں وہ ضعیف ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اس مقام میں آپ کو امام مناوی کی غلطی کا پتہ چل جائے گا جو الجامع کی شرح میں ہے، جبکہ عراقی نے القرب میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

بعد ازاں اس نے نقل کیا ہے جس کو میں نے بیہمی سے ابھی ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے کہا ہے کہ مصنف کا اس کے ضعف کی جانب اشارہ کرنا باطل ہے جب کہ اس بات سے سید رشید رضا دھوکے میں چلے گئے ہیں جب کہ اس نے مجلۃ المنار (۹۲۰/۱۷) میں کہا ہے کہ اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے، بعد ازاں میں نے حافظ عراقی کے بارے میں معلوم کیا ہے کہ وہ مسحجۃ القرب لمی فضل العرب (۱۱۵-۲/۱۵) میں اس کے بعد کہ اس نے حدیث کو ابو یعلیٰ کے طریق سے

اس نے منصور سے اس کو بیان کیا، اور محمد بن جبیر بن حبہ کے بارے میں بحث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے جب کہ علی بن زید بن جدعان راوی کے بارے میں اختلاف ہے اور امام مسلم (رحمہ) نے اس روایت کو متابعات اور شواہد میں ذکر کیا ہے اور اس باب میں ذکر ہو چکا ہے جس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ محمد بن خطاب کی شخصیت کی جہالت ختم ہو چکی ہے جب ایک جماعت نے اس سے روایت کیا ہے جن کا تذکرہ گزر چکا ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی کی شخصیت سے جہالت کا زائل ہونا اس سے لازم نہیں آتا ہے کہ اس کی حالت جہالت بھی ختم ہو گئی ہے۔

اس لحاظ سے حافظ ابن حجر (رحمہ) کا ذکر کردہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے نزدیک حدیث دو علتوں کے باعث ضعیف ہے جن دونوں کا اس نے ذکر کیا ہے پس یہ ایسی تحقیق ہے جس کو میں نے ذکر کیا ہے یہ مجھے اس چیز کو صحیح قرار دینے میں شک میں ڈالتی ہے جس کو منادی نے عراقی سے نقل کیا ہے صحیح بات یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے جیسا کہ امام سیوطی (رحمہ) نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس کے معنی میں وہ چیز ہے جو اس کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے تو ہم اس کو ضعیف قرار دینے پر خود کو روک دیتے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اسلام کی عزت صرف عرب کیساتھ ہی مربوط نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت ان کے علاوہ کئے بھی ایمان والوں سے عطا کرتا ہے جیسا کہ اس کا ظہور دولت عثمانیہ میں ہوا یہاں تک کہ اسلامی سلطنت کی وسعت یورپ کے وسط تک پہنچ گئی، بعد ازاں جب انہوں نے شریعت اسلامیہ سے انحراف کر کے یورپ کے قوانین کو اپنایا انہوں نے اعلیٰ چیز کے عوض ادنیٰ چیز کو اختیار کیا تو ان کے شہروں سے ان کی بادشاہت کا سایہ سکا گیا تو ان میں اسلام کی وہ نمایاں علامات ختم ہو کر رہ گئیں۔

اسلام کے نشانات سے کچھ نشانات باقی رہ گئے اس سے سبھی مسلمانوں کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا اور کفار انکے شہروں میں آدھیکے اور انہوں نے مسلمانوں کو ذلت سے ہم کنار کیا البتہ کچھ مسلمان محفوظ رہے اور یہ مسلمان لوگ اگر چہ ان کے استعمار سے بظاہر محفوظ رہے جبکہ پوشیدہ طور پر استعمار نے انکی کثیر آبادیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسا کہ اقتصادیات کا مسئلہ ہے تو یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ اسلام کو غلبہ اور عزت اور اس کے بالمقابل ذلت اسلامی قوانین پر عمل پیرا نہ ہونے سے ہے خواہ عرب ہوں یا عجمی ہوں۔

ارشاد نبوی ہے: "اور کسی عربی شخص کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے البتہ برتری تعویٰ کے ساتھ ہے" اے اللہ مسلمانوں کو غلبہ عطا کر اور ان کے دل میں اس حقیقت کو ڈال کہ وہ آپ کی نازل

کردہ کتاب اور تیرے نبی ﷺ کی سنت کی جانب رجوع کریں تاکہ ان کے باعث اسلام کو غلبہ حاصل ہو، علاوہ ازیں یہ اسکے منافی نہیں ہے کہ اہل عرب کی جنسیت دیگر لوگوں کی جنسیت سے افضل ہے بلکہ یہی وہ حقیقت ہے جس پر میرا ایمان اور اعتقاد ہے اور اس کیساتھ ہی میں اللہ کی اطاعت میں محور ہوتا ہوں۔

اگرچہ میں البانیہ کا باشندہ ہوں جبکہ میں تو اللہ پاک کی تعریف کرتے ہوئے مسلمان ہوں جبکہ میں نے عرب کی جنسیت کی فضیلت کو ذکر کیا ہے تو یہ اہل سنت والجماعت کا نظریہ اور اس باب میں نبی ﷺ سے جو احادیث وارد ہیں ان کا مجموعہ اس پر دلالت کر رہا ہے ان میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ”کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد سے اسماعیل کا انتخاب کیا اور اسماعیل کی اولاد سے بنو کنانہ کا اور بنو کنانہ سے قریش کا اور قریش سے بنو ہاشم کا جب کہ بنو ہاشم سے میرا انتخاب کیا“ (احمد ۱۰۷۱۴، ترمذی ۳۹۲/۱۳)

ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ اس کا اصل صحیح مسلم (۴۸/۷) میں ہے اور اسی طرح بخاری نے العاریخ الصغیر (ص ۶) میں وابثلہ بن اسحاق کی حدیث سے جب کہ اس کا شاہد ترمذی میں ہے عباس بن عبد المطلب ﷺ سے ہے اس نے اس کو صحیح قرار دیا ہے مزید ایک شاہد عبد اللہ بن عمر ﷺ سے مستدرک حاکم (۸۶/۱۳) میں ہے اس نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

جب کہ ضروری ہے کہ عربی شخص اپنی جنسیت پر فخر سے باز رہے جب کہ اس کا شمار تو جاہلیت کے معاملات سے ہے جن کو ہمارے پیغمبر محمد ﷺ نے باطل قرار دیا ہے اس کی وضاحت گزر چکی ہے جیسا کہ ضروری ہے کہ ہم اس سبب سے خود کو جہالت میں نہ رکھیں جس کے باعث اہل عرب کو فضیلت کا استحقاق عطا کیا کہ وہ دعوت اسلامیہ کے حامل ہوں اور اس کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی عربی شخص اس کو پہچان لے گا اور اس پر محافلت کرے گا تو اس کے لئے ممکن ہوگا کہ وہ اپنے اسلاف کی مانند صالح شخصیت کا روپ دھارے اور دعوت اسلامیہ کو آگے پہنچائے لیکن اگر وہ اس سے خالی ہے تو اس کو کچھ فضیلت حاصل نہیں ہے بلکہ ایک عجمی شخص جو اسلامی اخلاق کے ساتھ موصوف ہے وہ بلاشبہ اس سے بہتر ہے۔

جب کہ حقیقی فضیلت تو اس دین کی تابعداری کا نام ہے جس کے ساتھ محمد ﷺ کو معوث کیا گیا اس میں ایمان کی حرارت کے ساتھ علم بھی ہوگی جس قدر جس میں زیادہ علم ہوگا وہ افضل ہوگا جب کہ فضیلت تو ان امور کے باعث ہے جو کتاب و سنت میں وارد ہیں اسلام ایمان کے ساتھ ساتھ نیکی کا جذبہ تقویٰ اور علم کی روشنی ضروری ہے، مزید برآں عمل صالح اور مقام احسان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے نہ

صرف اس قدر کہ وہ انسان ہے عربی ہے یا عجمی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا نبی ﷺ کے اس ارشاد کی جانب اشارہ ہے کہ جس شخص کے عمل میں کوتاہی ہے اس کا نسب اس کو کچھ فائدہ نہیں دے گا (مسلم) اس حقیقت کو ایک عربی شاعر نے بیان کیا ہے۔

لسنا وان احساننا كرمتم يوماً على الاحساب نتكل

نبی کما كانت اولئنا . نبی ونفعل مثل ما فعلوا

”ہم کچھ نہیں ہیں اگرچہ ہمارا حسب و نسب عزت والا ہے کہ ہم ایک دن بھی حسب و نسب پر بھروسہ کریں ہم اسی طرح اپنی زندگی کو اخلاقیات کی لحاظ سے اپنائیں جس طرح ہمارے اسلاف نے اپنایا ہے اور ان کے نقش قدم پر چلیں جس طرح وہ چلتے رہے۔“

خلاصہ یہ ہے کہ اہل عرب کی فضیلت ان خصوصیات کے باعث ہے جو ان میں متحقق تھیں لیکن جب وہ خصوصیات ختم ہو جائیں کہ ان کے چھوڑنے کے باعث فضیلت جاتی رہے گی، جب عجمی لوگ ان خصوصیات کے دامن کو تھام لیں گے اور ان سے بہتر ہوں گے یا درگھیں کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں البتہ تقویٰ کے باعث ہے اور اس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ وہ لوگ گمراہ ہیں جو عربیت کی جانب دعوت دیتے ہیں جبکہ ان میں کوئی خاص وصف نہیں جن کے باعث ان کو خصوصیت اور فضیلت حاصل ہو بلکہ ایسے لوگ تو یورپین ہیں نہ صرف دل کے لحاظ سے بلکہ قالب کے لحاظ سے بھی ان کے برابر ہیں۔

(۱۶۴) ((الْمَدْبَرُ لَا يَبَاغُ وَلَا يُوَهَّبُ، وَهُوَ خَوْفٌ مِنَ الثَّلَاثِ))

ترجمہ: ”مدبر غلام کو نہ فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کو ہبہ کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ ثلث مال سے آزاد ہوگا۔“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام دارقطنی نے اس حدیث کو (ص ۲۸۳) میں اور بیہقی نے (۳۱۴/۱۱۰) میں عبیدہ بن حسان سے اس نے ایوب سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ امام دارقطنی کا قول ہے کہ اس حدیث کو عبیدہ بن حسان کے سوا کسی نے مسند بیان نہیں کیا ہے جبکہ یہ ضعیف ہے البتہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوف ہے اس کا قول ہے، میں کہتا ہوں: اس عبیدہ راوی کو ابو حاتم نے منکر الحدیث اور ابن حبان کا قول ہے کہ یہ شخص موضوع روایات کو ثقہ رواۃ سے بیان کرتا تھا۔

میں کہتا ہوں: یہ اس کی کمزوری بلاشبہ ہے جب کہ نبی ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے مدبر غلام کو فروخت کیا چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نے اپنے غلام مدبر کو آزاد کر دیا

اس کے ہاں اس کے سوا کوئی مال نہ تھا تو یہ واقعہ نبی ﷺ کے ہاں پہنچا تو آپ نے فرمایا کون شخص مجھ سے اس غلام کو خرید کرے گا تو نسیم بن عبد اللہ نے اس کو تین سو درہم میں خرید کیا تو اس نے اس کو اس کی جانب سپرد کر دیا (صحیح بخاری: ۵۲۱۵، صحیح مسلم: ۹۷۱۵) اور ان کے سوا کتب حدیث میں بھی ہے۔

چنانچہ اس حدیث کو اس سے ابن ماجہ (۱۰۳۱۲) میں اور عقیلی نے (۲۹۷) میں اور دارقطنی اور بیہقی نے علی بن ظہیران کے طریق سے اس نے عبید اللہ سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر سے مرفوع بیان کیا ہے الفاظ یہ ہیں کہ مدبر غلام کو ٹکٹ سے آزاد کیا جائے جب کہ ابن ماجہ کا قول ہے میں نے ابن ابی شیبہ سے سنا ہے اس نے کہا یہ غلط ہے ابن ماجہ نے بیان کیا کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ مرفوع نہیں ہے جب کہ عقیلی (رہ) نے کہا ہے کہ اس کو اس کے ساتھ پہنچا جاتا ہے مقصود علی بن ظہیران ہے ابن مہین نے کہا ہے کہ وہ لاشعبی ہے جب کہ امام بخاری (رہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور ابن ابی حاتم (رہ) نے العلل (۳۳۲۱۲) میں ذکر کیا ہے ابو زرہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کو علی بن ظہیران نے عبید اللہ سے روایت کیا ہے تو ابو زرہ نے کہا یہ حدیث باطل ہے اور اس کی قرأت سے خود کو روک لیا مزید براں ابن ابی حاتم نے اس بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ابن عمر سے ہے اس لئے ابن اسلمن نے الخلاصہ (۱/۱۷۹) میں کہا ہے کہ سبھی حفاظ اس پر متفق ہیں کہ موقوف حدیث صحیح ہے جب کہ اس سے امام سیوطی (رہ) کی غلطی نمایاں ہوتی ہے کہ اس نے اس حدیث کو الجامع میں اس کے دونوں الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۱۶۵) «كُلُّو التَّيِّنَ، فَلَوْ قُلْتُمْ: إِنَّ فَاكِهَةً نَزَلَتْ مِنَ الْجَنَّةِ بِلاَعَجْجِمٍ لَقُلْتُمْ هِيَ التَّيِّنُ، وَإِنَّهُ يَنْهَبُ بِالْبُؤْسِ، وَيَنْفَعُ مِنَ النَّقْرِ»

ترجمہ: ”تم انجیر تناول کرو اگر میں کہوں کہ ایک پھل جنت سے اترا ہے جس میں گنڈھلی نہیں ہے تو میں کہوں گا کہ وہ پھل انجیر ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس پھل کا استعمال بو اسیر کو ختم کر دیتا ہے اور گھنٹیا کے مریض کو فائدہ دیتا ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام سیوطی (رہ) نے اس حدیث کو الجامع میں ابن اسنی کی اور ابو نعیم اور ذہبی کی روایت کے ساتھ مسند الفردوس میں ابو زرہ سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کے شارح مناوی نے بتایا ہے ان سب نے اس حدیث کو یحییٰ بن ابی کثیر کی حدیث سے اس نے ثقہ راوی سے اس نے ابو زرہ سے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس راوی کے مجہول ہونے کے

باعث جس کو ثقہ قرار دیا گیا ہے جب کہ اس راوی کی ثقاہت محدثین کے ہاں مقبول نہیں ہے یہاں تک کہ اگر ثقہ قرار دینے والا جلیل القدر امام ہو جیسے امام شافعی اور امام احمد (رحمہما اللہ) ہیں یہاں تک کہ جس کو ثقہ قرار دیا گیا ہے اس کا نام واضح نہ ہو۔

پس غور کیا جائے گا اس کو ثقہ قرار دینے میں اتفاق ہے یا اس میں اختلاف ہے جب کہ دوسری صورت میں دیکھا جائے گا کہ راجح کیا ہے اس کو ثقہ قرار دینا راجح ہے یا اس کو ضعیف قرار دینا جب کہ یہ عمل دقیق النظر محدثین کا ہے اللہ ان سے راضی ہو، اور ان کی زبردست کوشش جب وہ کسی حدیث کو نبی ﷺ کی جانب منسوب کرتے ہیں اس لئے علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے زاد المعاد (۲۱۳/۱۳) میں اس حدیث کے ذکر کے بعد کہا ہے کہ اس میں نظر ہے۔

میں کہتا ہوں: غالب ظن یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ اس حدیث کے بارے میں نبوت کی روشنی چلو کر نظر نہیں آ رہی ہے مزید برآں شیخ عجلونی (رحمہ اللہ) نے السکشف (۱/۲۲۳) میں کہا ہے کہ پچھلوں کے بارے میں جس قدر احادیث وارد ہیں وہ سب موضوع ہیں بعد ازاں میں نے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کے بارے میں معلوم کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کو تخریج احادیث الکشاف (۲۸۶/۱۳) میں ابو نعیم کی جانب المطب میں منسوب کیا ہے اور امام شافعی نے ابو ذر کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ایسے رواۃ ہیں جو غیر معروف ہیں۔

(۱۶۶) «إِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَقْلُ طَعَامَهُمْ فَتَسْتَبِيرُ بِيوتِهِمْ»

ترجمہ: ”بلاشبہ اہل بیت لوگ ان کی خوراک کم ہوتی ہے تو ان کے گھر روشن ہوتے ہیں“  
تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ابی الدنیا نے اس حدیث کو کسب الجوع (۱/۱۵) میں اور عقیلی نے الضعفاء (۲۲۲) میں اور اس سے ابن جوزی نے الموضوعات میں اور ابن عدی نے (۱/۱۸۹) میں عبد اللہ بن عبد المطب العجلی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے حسن بن ذکوان سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے ابو ہریرہ ؓ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی نے اس کو غیر صحیح قرار دیا ہے عقیلی نے کہا کہ عبد المطب راوی مجہول ہے اور اس کی حدیث منکر اور غیر محفوظ ہے جب کہ امام احمد کا قول ہے کہ الحسن بن ذکوان کی احادیث باطل ہیں جب کہ امام سیوطی نے اللالیسی (۲۵۳/۱۲) میں برقرار رکھا ہے۔

مزید براں اس نے اس کو الجامع الصغیر میں طبرانی کی روایت سے الاوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اس کی اسناد وہی ہے جیسا کہ منادی کا کلام اس کی شرح میں ہے جب کہ اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے العلیل (۵/۱۲) میں اس طریق سے اور اس نے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس حدیث کو جھوٹ قرار دیا ہے، جب کہ عبداللہ بن عبد المطلب مجہول ہے اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۱۶۷) «الْبَطْنُ قَبْلَ الطَّعَامِ يَغْسِلُ الْبَطْنَ غُسْلًا، وَيَذْهَبُ بِالذَّاءِ أَصْلًا»

ترجمہ: ”کھانے سے پہلے تریز کا استعمال پیٹ کو صاف کر دیتا ہے اور بیماری کو بالکل ختم کر دیتا ہے“ تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع الصغیر میں اس حدیث کو ذکر کر کے اس کو عیب ناک بنا دیا ہے اس نے اس حدیث کو اس کتاب میں ابن عساکر (۱۱/۱۳۲/۲) کی روایت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی پھوپھی سے روایت کیا ہے جب کہ ابن عساکر نے اس کو شاذ غیر صحیح قرار دیا ہے، اس کے شارح منادی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں شفوذ کے ساتھ احمد بن یعقوب بن عبد الجبار جرجانی راوی کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ اس نے موضوع احادیث کو ذکر کیا ہے میں ان میں سے کسی کی روایت کو جائز نہیں سمجھتا ہوں جب کہ اس حدیث کا شمار ان میں سے ہے اور حاکم نے کہا ہے یہ احمد احادیث وضع کرنا تھا موضوع احادیث نے اس کو نمایاں کر دیا ہے اور رسوا کر دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: خود امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ کے (ص ۱۳۳) میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ ابن عراق (۱۱/۳۳۱) نے اس کی موافقت کی ہے، حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد میں ذکر کیا ہے جب کہ ایک جماعت نے اس کا اتباع کیا ہے اور ابو عمر التوتقانی نے تریز کے فضائل میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے جب کہ اس کی احادیث باطل ہیں۔

(۱۶۸) «بَرَكَتَةُ الطَّعَامِ الْوَضُوءَ قَبْلَهُ وَبَعْدَهُ»

ترجمہ: ”کھانے میں برکت ہوتی ہے جب کھانے سے پہلے اور اس کے بعد وضو کیا جائے“ تحقیق: حدیث ضعیف ہے، طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی مسند (۶/۵۵) میں اس کو ذکر کیا ہے اسناد اس طرح ہے کہ ہمیں قیس نے ابو ہاشم سے روایت کی اس نے زاذان سے اس نے سلمان سے اس نے زکما

تورات میں ذکر ہے کہ کھانے میں برکت اس کے کھانے سے پہلے وضو کرنا ہے تو میں نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ کے پاس کیا تو آپ نے اس کا تذکرہ کیا اور اس حدیث کو ابو داؤد (۳۷۶۱) نے روایت کیا اور ترمذی نے (۳۲۹۱) میں اور اس سے بخاری نے فروع السننہ (۱/۱۸۷/۳) میں اور حاکم نے (۱۰۶۱۳-۱۰۷۱۰) میں اور احمد نے (۴۳۱/۵) میں کئی طرق سے قیس بن ربیع سے اس کو ذکر کیا ہے جب کہ امام ابو داؤد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام ترمذی (رحمہ اللہ) کا قول ہے ہم اس حدیث کو صرف قیس بن ربیع کی حدیث سے معلوم کرتے ہیں جب کہ قیس کو کون حدیث میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے اور حاکم کا قول ہے کہ اس کی اسناد میں قیس بن ربیع راوی متفرد ہے اس نے ابو ہاشم سے روایت کی ہے جب کہ اس کا اپنے بلند مقام پر بحیثیت منفرد کے متمکن ہونا غالب ہے اس سے کہ اس کو کتاب میں چھوڑا جائے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس کی اسناد میں قیس راوی متفرد ہے وہ ابو ہاشم سے روایت کرتا ہے اس میں ضعف ہے اور ارسال ہے۔

میں کہتا ہوں: جب کہ مجھ پر اس کا مرسل ہونا واضح نہیں ہو سکا ہے جس کی جانب اس نے اشارہ کیا ہے جب کہ قیس نے مصراحتاً لفظ تحدیث کے ساتھ اس حدیث کو ابو ہاشم سے روایت کیا ہے جب کہ یہ شخص (ابو ہاشم) ان رواۃ سے ہے جو زاذان سے روایت کرتے ہیں اور ابن معین سے استفسار کیا گیا کہ آپ زاذان راوی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو مسلمان سے روایت کرتا ہے اس نے کہا ہاں! اس نے مسلمان اور مسلمان کے علاوہ سے بھی روایت کیا ہے اور وہ مسلمان میں پختہ ہے پس حدیث کی علت یہ قیس ہے اور اسی وجہ سے اس کو ان سب نے معلول قرار دیا ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) کی تہذیب السنن (۲۹۷/۵-۲۹۸) میں ہے کہ مہلنے امام احمد (رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا کہ اس حدیث کو صرف قیس نے بیان کیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو العلیل (۱۰/۲) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ حدیث منکر ہے اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو حدیث تھی جب کہ یہ حدیث ابو خالد الواسطی عمرو بن خالد کی احادیث کے مشابہ ہے اس کے ہاں اس قسم کی احادیث ابو ہاشم سے موضوع ہیں، میں کہتا ہوں: یہ عمرو بن خالد کذاب ہے اگر یہ حدیث اس کی مروی حدیث ہے تو یہ موضوع ہے واللہ اعلم۔

جب کہ امام منذری (رحمہ اللہ) کا قول جو العریض (۱۲۹/۳) میں ہے بعد اس کے کہ اس نے



ترمذی کے کلام کو قیس بن ربیع کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ قیس بن ربیع (راوی) سچا ہے جبکہ اس کے بارے میں کلام ہے اس لئے کہ اس کا حافظہ درست نہ تھا تاہم اسناد حسن کی تعریف سے باہر نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ کلام ایسا ہے کہ اس کو رد کیا جائے اس کے بارے میں ان اونچے اہل علم لوگوں کی گواہی ہے جنہوں نے اس حدیث کی تخریج کر کے اس کو ضعیف قرار دیا ہے پس یہ لوگ فن حدیث کو خوب جاننے والے ہیں اور امام منذری سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں جب کہ امام منذری حدیث کو صحیح اور حسن قرار دینے میں اہل انکاری کا ثبوت پیش کرتے ہیں جب کہ وہ اس میدان میں ابن حبان اور حاکم کے ساتھ مشابہ ہے جو حقدین سے ہیں اور سیوطی (رد ۱۵۷) اور اس جیسے ائمہ کے مشابہ ہیں جو متاخرین سے ہیں جب کہ اس باب میں ایک اور حدیث ہے لیکن وہ منکر ہے اس کا ذکر (ح ۱۱۷) میں گزر چکا ہے۔

بعد ازاں منذری نے واضح کیا ہے کہ سفیان کھانے سے پہلے وضو کے عمل کو مکروہ جانتے تھے امام بیہقی (رد ۱۵۷) کا قول ہے اور اسی طرح مالک بن انس نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور اسی طرح امام شافعی نے اس کے چھوڑنے کو مستحب قرار دیا ہے اور ابن عباس کی حدیث سے دلیل حاصل کی ہے اس نے بیان کیا: کہ ”ہم نبی ﷺ کے پاس تھے کہ آپ بہت الخلاء میں چلے گئے بعد ازاں آپ بہت الخلاء سے واپس لوٹے تو کھانا لایا گیا ان سے کہا گیا آپ وضو کریں گے تو آپ نے فرمایا میں نے نماز ادا نہیں کرنی ہے کہ میں وضو کروں“ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

ترمذی نے اس کے مثل روایت کیا ہے البتہ ان دونوں نے وضاحت کی ”کہ مجھے وضو کا حکم تب دیا گیا ہے جب میں نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوں“

میں کہتا ہوں: یہ حدیث کے ضعف پر دوسری دلیل ہے جب کہ یہ ائمہ فقہاء اس کے مخالف گئے ہیں جب کہ صحیح حدیث کا ظاہر ان کے ساتھ ہے جب کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اس حدیث میں وضو سے مراد صرف دونوں ہاتھوں کا دھونا مراد لیا ہے جب کہ یہ معنی نبی ﷺ کے کلام میں معروف نہیں ہے جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (رد ۱۵۷) نے القنادی (۵۶۱) میں اس کا ذکر کیا ہے پس اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو یہ ظاہر دلیل ہوتی کہ کھانے سے پہلے اور بعد وضو کرنا مستحب ہے اور اس کی تاویل جائز نہ ہوتی اس بحث کو ذہن میں محفوظ کریں اور غور کریں کہ علماء نے کھانے سے پہلے دونوں ہاتھوں کے دھونے کو شروع قرار دینے میں اختلاف کیا ہے اس میں دو قول ہیں ان میں سے بعض نے اس کو مستحب قرار دیا ہے جب کہ بعض نے مستحب قرار نہیں دیا ہے اور ان میں سفیان ثوری بھی شامل ہیں امام ابوداؤد (رد ۱۵۷) نے

سفیان سے ذکر کیا ہے کہ وہ کھانے سے پہلے وضو کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے جب کہ ابن قیم (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ دونوں قول امام احمد اور اس کے سوا میں ہیں جب کہ صحیح یہ ہے کہ مستحب نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اور لائق ہے کہ اس کو مقید کیا جائے جب کہ دونوں ہاتھوں پر میل پکچیل نہ ہو جس کے باعث اس کا دھونا ضروری نہیں وگرنہ دھونا ضروری ہے جب کہ یہ کیفیت کچھ تنگی والی نہیں ہے جب کہ اس کی مشروعیت کے بارے میں توقف کے لئے کچھ تنگی نہیں ہے اور اسی پر محمول کیا جائے گا اس کو جس کو اللخلال نے ابو بکر المرزوی سے ذکر کیا ہے اس نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کو دیکھا وہ کھانے سے قبل اور بعد دونوں ہاتھوں کو دھویا کرتے تھے اگرچہ وہ با وضو کیوں نہ ہوتے اور خلاصہ یہ ہے کہ جس دھونے کا ذکر کیا گیا ہے وہ امور تعبلیہ سے نہیں ہے جب کہ اس کے بارے میں صحیح حدیث نہیں ہے بلکہ معنویت کا خیال رکھا جائے اگر معنویت کا تقاضا ہے تو شروع ہے وگرنہ نہیں۔

(۱۶۹) «إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا، وَإِنَّ قَلْبَ الْقُرْآنِ يَسُّ مَنْ قَرَأَهَا فَكَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ عَشْرَ مَرَاتٍ»

ترجمہ: ”بلاشبہ ہر چیز کا دل ہے جب کہ قرآن پاک کا دل سورت یس ہے جس نے سورت یس کی تلاوت کی گویا کہ اس نے قرآن پاک کی دس بار تلاوت کی“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۴۶۱۴) میں اور دارمی نے (۴۵۶۱۲) میں حمید بن عبد الرحمن سے اس نے حسن بن صالح سے اس نے ہارون ابی محمد سے اس نے مقاتل بن حیان سے اس نے قتادہ سے اس نے انس سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو نہیں جانتے ہیں مگر اس طریق سے جب کہ ہارون ابو محمد راوی مجہول ہے جب کہ اس مسئلہ میں ابو بکر الصدیق (رحمہ اللہ) سے روایت ہے جب کہ وہ صحیح نہیں ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہے اس مسئلہ میں ابو ہریرہ (رحمہ اللہ) سے حدیث مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح یہ حدیث ہمارے تسرمندی کے نسخہ میں ہے کہ حسن غریب ہے جب کہ امام منذری نے الترمذی (۲۲۱۲) میں اور حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اپنی تفسیر (۵۶۳۱۳) میں اور حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التہذیب میں بیان کیا ہے کہ حدیث غریب ہے حافظ ابن کثیر سے ان سے نقل کرنے میں یہ بات نہیں ہے کہ اس نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے شاید یہ درست ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے اس کے ظاہر میں ضعف ہے بلکہ ہارون (راوی) کے پیش نظر

حدیث موضوع ہے حافظ ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے بعد اس کے کہ اس نے امام ترمذی سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کو مجہول قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ میں اس کو تمہم قرار دیتا ہوں اس وجہ سے کہ القضاعی نے اپنی کتاب الشہاب میں روایت کیا ہے بعد ازاں اس کی حدیث کو ذکر کیا ہے جبکہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) کی العلل (۵۵۱/۲-۵۶) میں ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ یہ مقال راوی ہے جب کہ یہ مقال بن سلیمان ہے میں نے اس حدیث کو اس کتاب کے آغاز میں دیکھا جس کو مقال بن سلیمان نے اپنی جانب سے وضع کیا تھا جب کہ یہ حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے یقین دلایا ہے اور وہ امام ہیں حجت ہیں کہ اسناد میں مذکور مقال راوی سلیمان کا بیٹا ہے جب کہ ترمذی اور دارمی میں مقال بن حیان ہے جیسا کہ میں نے دیکھا ہے شاید یہ کسی راوی کی خطا ہو جب کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس حدیث کو قضاعی نے روایت کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اسی طرح ابوالفتح ازدی نے حمید الرزازی کے طریق سے اس کی پہلی اسناد کے ساتھ مقال سے اس نے قنادہ سے اسی طرح اس نے کہا ہے اس کی نسبت کو ذکر نہیں کیا ہے تو بعض رواۃ نے خیال کیا کہ اس سے مقصود ابن حیان ہے تو اس کی جانب نسبت کر دی ان میں سے لازمی ہے اس نے وکیع سے بیان کیا ہے اس نے اس کی نسبت کو بیان نہیں کیا ہے تو بعض راویوں نے خیال کیا کہ ابن حیان ہے تو اس کی جانب نسبت کر دی ان لوگوں میں ازدی شخص ہے اس نے وکیع سے ذکر کیا ہے اس نے مقال بن حیان کے بارے میں کہا ہے کہ اس کو جھوٹ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اسی طرح ابوالفتح نے کہا ہے اور میں اس کے بارے میں خیال کرتا ہوں کہ اس پر مقال بن حیان، مقال بن سلیمان کے ساتھ مطہس ہو گیا چنانچہ ابن حیان سچا راوی ہے اس کی حدیث قوی ہے اور جس کو جھوٹا قرار دیا ہے وہ وکیع بن سلیمان ہے بعد ازاں ابوالفتح نے کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس نے حدیث کی اسناد کو ذکر کیا ہے جیسا کہ ابھی میں نے ذکر کیا ہے تو ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کیا ہے اس نے کہا ہے کہ، میں کہتا ہوں: کہ بظاہر وہ راوی مقال بن سلیمان ہے، میں کہتا ہوں: جب ثابت ہوا کہ وہ ابن سلیمان ہے جیسا کہ ذہبی نے بھی اس کو تقویت عطا کی ہے اور ابو حاتم نے اس پر یقین کا اظہار کیا ہے تو حدیث قطعی طور پر موضوع ہے اس لئے کہ ابن سلیمان کذاب راوی ہے جیسا کہ وکیع اور اس کے سوانے بھی اس کا ذکر کیا ہے، بعد ازاں آپ یقین کریں کہ ابو بکر سے مروی حدیث

جس کی جانب امام ترمذی نے ضعیف ہونے کا اظہار کیا ہے مجھے اس کے متن پر اطلاع نہیں ہو سکی ہے۔ جب کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی جو حدیث ہے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ فوراً طلب ہے، بعد ازاں اس نے ابو بکر کے قول کا تذکرہ کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں عبد الرحمن بن الفضل نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں زید بن حباب نے اس نے کہا ہمیں حمید کی نے بتایا جو آل عافہ کا غلام ہے اس نے عطاء بن ابی رباح سے اس نے اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے بعد ازاں ابو بکر امام بزار نے کہا ہے ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس حدیث کو زید بن حمید کے سوانے ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حمید راوی مجہول ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں کہا ہے کہ عبد الرحمن بن الفضل امام بزار کے استاد کو میں نہیں جانتا ہوں۔

(۱۷۰) ﴿إِنَّ آدَمَ ۖ لَمَّا أَهْبَطَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى الْأَرْضِ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: أَيْ رَبِّ ۖ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ، وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ؟ قَالَ: إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۖ قَالُوا: رَبَّنَا نَحْنُ أَطْوَعُ لَكَ مِنْ بَنِي آدَمَ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِلْمَلَائِكَةِ: هَلِمُوا مَلَكِينَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، حَتَّى يَهْبِطَ بِهِمَا الْأَرْضَ، فَنَنْظُرَ كَيْفَ يَعْمَلَانِ؟ قَالُوا: رَبَّنَا هَارُوتَ وَمَارُوتَ، فَأَهْبِطْنَا إِلَى الْأَرْضِ وَمِثَلْتُ لَهُمَا الزُّهْرَةَ أَمْرَأَةً مِنْ أَحْسَنِ الْبَشَرِ فَجَاءَ تَهُمَا فَسَالَاَهَا نَفْسَهَا فَقَالَتْ: لَا وَاللَّهِ حَتَّى تَكَلِّمَا بِهَذِهِ الْكَلِمَةِ مِنَ الْأَشْرَاكِ، فَقَالَا: وَاللَّهِ لَا نَشْرِكُ بِاللَّهِ، فَذَهَبَتْ عَنْهُمَا ثُمَّ رَجَعَتْ بِصِيبِي نَحْمِلُهُ فَسَالَاَهَا نَفْسَهَا قَالَتْ: لَا وَاللَّهِ حَتَّى تَقْتُلَا هَذَا الصَّيْبِي، فَقَالَا: وَاللَّهِ لَا نَقْتُلُهُ أَبَدًا، فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ بِقَدْحِ خَمْرٍ فَسَالَاَهَا نَفْسَهَا، قَالَتْ لَا وَاللَّهِ حَتَّى تَشْرَبَا هَذَا الْخَمْرَ، فَشَرَبَا فَسَكَّرَا، فَوَقَعَا عَلَيْهَا، وَقَتَلَا الصَّيْبِي، فَلَمَّا آفَا قَالَتِ الْمَرْأَةُ: وَاللَّهِمَا تَرَكَتُمَا شَيْئًا مِمَّا آبَيْتُمَا عَلَيَّ إِلَّا قَدْ فَعَلْتُمَا حِينَ سَكَّرْتُمَا فَخَبِرَا بَيْنَ عَذَابِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَاخْتَارَا عَذَابَ الدُّنْيَا﴾

ترجمہ: ”یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم رضی اللہ عنہ کو زمین پر اتارا تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! کیا تو زمین پر اس کو اتارتا ہے جو زمین پر فساد انگیزی کرے گا اور

خون گرائے گا، ہم تیری تعریف کرتے ہوئے تیری تسبیح میں مشغول ہیں اور ہم تجھے پاکیزہ قرار دیتے ہیں اللہ نے فرمایا: میں اس کو جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے ہو انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم آدم کی اولاد سے تیری زیادہ اطاعت کرنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا: تم دو فرشتوں کا انتخاب کرو جب کہ انہیں زمین پر اتارا جائے ہم دیکھنا چاہتے ہیں وہ کیسے عمل کریں گے فرشتوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہاروت اور ماروت دونوں فرشتوں کو زمین کی جانب اتاریں اور ان کے لئے زہرہ ستارے کو خوبصورت عورت کی شکل دی جائے تو وہ ان فرشتوں کے ہاں گئی دونوں فرشتوں نے اس سے نفسانی خواہش کا مطالبہ کیا: اس نے جواب دیا: نہیں اللہ کی قسم! یہاں تک کہ تم اس شرکیہ کلمہ کے ساتھ بات کریں فرشتوں نے جواب دیا اللہ کی قسم! ہم اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے پھر وہ وہاں سے چلی گئی پھر وہ ایک بچے کے ساتھ واپس لوٹی اس نے اس کو اٹھایا ہوا تھا پس ان دونوں فرشتوں نے اس سے نفسانی خواہش کا مطالبہ کیا: اس نے جواب دیا: نہیں اللہ کی قسم! یہاں تک کہ تم اس بچے کو قتل کرو، فرشتوں نے جواب دیا اللہ کی قسم! ہم اس کو قتل نہیں کریں گے، بعد ازاں زہرہ شراب کا پیالہ لائی دونوں فرشتوں نے زہرہ سے نفسانی خواہش کا مطالبہ کیا اس نے جواب دیا نہیں اللہ کی قسم! یہاں تک کہ تم شراب کو استعمال کرو، چنانچہ ان دونوں نے شراب کو پی لیا اس پر وہ اس عورت پر واقع ہوئے اور ان دونوں نے بچے کو قتل کر دیا جب وہ ہوش میں آئے تو عورت نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے کسی کام کو نہیں چھوڑا ہے جس کا تم نے مجھ پر انکار کیا تھا مگر تم نے وہ سب کچھ کر لیا جب تم نشہ میں بے ہوش ہو گئے تو انہیں اختیار دیا گیا کہ وہ دنیا کا عذاب پسند کریں گے یا آخرت کا تو انہوں نے دنیا کے عذاب کو پسند کیا۔“

تحقیق: اس حدیث کا مرفوع ہونا باطل ہے امام احمد نے اس حدیث کو (۱۲/۱۳۳۱ رقم ۶۱۷۸ طبع شاکر) میں اور عبد بن حمید نے المنتخب (ق ۱۱۸۶) میں اور ابن ابی الدنیا نے العقوبات (ق ۲/۷۵) میں اور ابن السنی نے عمل الیوم والليلة (۶۵۱) میں زہیر بن محمد کے طریق سے اس نے موسیٰ بن جبیر سے اس

نے نافع ابن عمر کے غلام سے اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا تو اس کا ذکر کیا۔

نیز اس طریق سے ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں جیسا کہ تفسیر ابن کثیر (۲۵۴/۱) میں ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ یہ حدیث اس طریق سے فریب ہے جب کہ اس کے سبھی رواۃ ثقہ اور بخاری، مسلم کے رواۃ ہیں سوائے اس موسیٰ بن جبیر کے جو انصاری ہے ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہ نے اس کو کھساب الجرح والتعدیل میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں کسی چیز کو ذکر نہیں کیا ہے نہ اس کو نہ اس کو اس راوی کا حال پوشیدہ ہے اور وہ حدیث کے باعث نافع سے متفرد ہے جبکہ ابن حبان نے اس کو ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے البتہ اس نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ وہ راوی خطا کرتا ہے اور مخالفت کرتا ہے میں کہتا ہوں: بیٹھی کو اس میں دھوکہ ہوا ہے چنانچہ اس نے مجمع الزوائد (۲۱۴/۶) میں کہا ہے جب کہ حدیث کو امام احمد کی جانب منسوب کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ کے رواۃ ہیں موسیٰ بن جبیر کے سوا جب کہ وہ ثقہ ہے، میں کہتا ہوں: اگر ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں داخل کیا ہے اور اس پر حسب سابق خاموشی اختیار کی ہے تو اس پر اعتماد درست نہیں جب کہ اس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ ثقہ قرار دینے میں سہل انگار ہے پس کیسے جب اس نے اس کا وصف بیان کیا ہے کہ وہ خطا کار ہے اور مخالفت کرتا ہے اور کاش کہ مجھے علم ہو جس راوی کا یہ وصف ہے وہ کیسے ثقہ ہو سکتا ہے اور اس کی حدیث کو صحیح احادیث میں کیسے نکالا جاسکتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اسی لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس موسیٰ راوی کے بارے میں کہا ہے کہ اس کا حال پوشیدہ ہے مزید برآں اس سے روایت کرنے والا زبیر بن محمد راوی ہے اگرچہ اس کا شمار صحیحین کے رواۃ میں ہوتا ہے لیکن اس کے حافظہ کے بارے میں کثرت کے ساتھ کلام ہے اس کو اس وجہ سے ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابو حاتم رحمہ اللہ نے الجرح والتعدیل (۵۹۰/۲۱) میں ذکر کیا ہے اس کا مقام سچائی کا ہے جب کہ اس کے حافظہ میں کمزوری ہے اور اس کی وہ احادیث جن کو اس نے شام میں روایت کیا ہے وہ ان احادیث سے منکر ہیں جن کو اس نے عراق میں روایت کیا ہے اس لئے کہ اس کا حافظہ درست نہیں تھا چنانچہ اس نے جن احادیث کو اپنی کتب سے روایت کیا ہے وہ درست ہیں اور جن کو حافظہ کی بنیاد پر بیان کیا ہے تو ان میں اغلاط ہیں۔

میں کہتا ہوں: اور ہمارے لئے کیسے ممکن ہے کہ ہم معلوم کریں کہ جب وہ حدیث کو کتاب سے بیان کرتا

ہے یا حفظ میں بیان کرتا ہے تو ایسی حالت میں اس کی حدیث کے قبول کرنے سے توقف اختیار کیا جائے گا لیکن یہ تب ہے اگر اس کو اس کے شیخ مستور الحال سے بجاؤ حاصل ہے مزید براں اس کی متابعت اس جیسے مستور نے کی ہو، ابن مندہ نے اس کو بیان کیا ہے، جیسا کہ ابن کثیر میں سعید بن سلمہ کے طریق سے ہے اس نے بتایا کہ ہمیں موسیٰ بن سرجس نے خبر دی اس نے نافع سے اس کی مکمل خبر دی ہے جب کہ اس کی علت بیان کرنے سے ابن کثیر نے خاموشی اختیار کی ہے البتہ اس نے اس حدیث کو غریب یعنی ضعیف قرار دیا ہے اور التقریب میں وارد ہے کہ موسیٰ بن سرجس کا حال پوشیدہ ہے، میں کہتا ہوں: کہ کچھ بعید نہیں کہ وہ پہلا ہی ہو، رواۃ نے اس کے باپ کے نام کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض نے جبیر بعض نے سرجس ذکر کیا ہے جب کہ یہ دونوں راوی حجازی ہیں، واللہ اعلم۔

مزید حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے اس مسئلہ میں زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے وہ کعب احبار سے ذکر کرتا ہے نبی ﷺ سے ذکر نہیں کرتا ہے جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں ثوری سے ذکر کیا ہے اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس نے سالم سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس نے کعب احبار سے ذکر کیا ہے اس نے بتایا: کہ ”فرشتوں نے انسانوں کے اعمال کا تذکرہ کیا مزید براں اس کے گناہوں کا بھی تذکرہ کیا تو ان کو اختیار دیا گیا کہ تم ان سے دو افراد کا انتخاب کرو چنانچہ انہوں نے ہاروت اور ماروت کا انتخاب کیا آخر تک“

اس کو ابن جریر نے دو طریق سے اس نے اس کو عبدالرزاق سے مزید برآں اس کو ابن ابی حاتم نے احمد بن عصام سے اس نے مؤمل سے اس نے سفیان ثوری سے اس کا ذکر کیا، نیز اس کو ابن جریر نے بیان کیا اس نے کہا مجھے شعی نے بتایا اس نے کہا ہمیں المعطلی نے خبر دی جب کہ وہ ابن اسد ہے اس نے بتایا ہمیں عبدالعزیز بن مختار نے خبر دی اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس کا ذکر کیا کہ مجھے سالم نے بتایا کہ اس نے عبداللہ سے سنا وہ کعب احبار سے روایت کرتا ہے اس نے اس کا تذکرہ کیا پس یہ زیادہ صحیح اور زیادہ ثابت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تک دونوں پہلی اسانید سے جب کہ سالم اپنے باپ کے بارے میں اپنے غلام نافع سے زیادہ ثابت ہے چنانچہ حدیث گھوم کر کعب احبار کی جانب پہنچی اس نے بنی اسرائیل کی کتب سے نقل کیا ہے جب کہ شیخ رشید رضا (رحمہ اللہ) نے اس پر تعلق کی ہے اور ذکر کیا کہ یہ حقیقت ہے کہ اس واقعہ کا ان کی مقدس کتاب میں تذکرہ نہیں ہے پس اگر ان کو ان کے دور میں وضع نہیں کیا گیا ہے تو پھر یہ واقعہ ان کی خرافات والی کتب سے ہے۔

مزید براں اللہ تعالیٰ ابن کثیر (رحمہ اللہ) پر رحم فرمائے جنہوں نے ہمارے لئے وضاحت کی کہ یہ حکایت اسرائیلیات کی خرافات سے ہے، نیز مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے، میں کہتا ہوں: اس واقعہ کا حقیقہ میں ائمہ سے ایک جماعت نے انکار کیا ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) نے اس روایت کو احمد کے طریق سے ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے بتایا کہ امام احمد نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے جب کہ یہ حدیث کعب احبار سے ذکر کی گئی ہے اس نے اس حدیث کو مستحب ابن قدامہ (۲۱۳/۱۱) میں ذکر کیا ہے جبکہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلیل (۷۰/۶۹۱۲) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس حدیث کو منکر قرار دیا۔

میں کہتا ہوں: اور وہ چیز جو حدیث کے مرفوع ہونے کو باطل قرار دینے میں تائید کرتی ہے ابن عمر کے طریق سے ہے کہ سعید بن جبیر اور مجاہد نے اس حدیث کو ابن عمر سے موقوف ذکر کیا ہے جیسا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کی الدر المنثور (۹۸-۹۷/۱) میں ہے، جب کہ ابن کثیر نے مجاہد کے طریق میں ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد عبد اللہ بن عمر تک مضبوط ہے بعد ازاں یہ حدیث (واللہ اعلم) ابن عمر کی روایت سے ہے اس نے کعب سے ذکر کیا جیسا کہ اس کی وضاحت سالم بن عبد اللہ کی روایت سے جو وہ اپنے والد سے کرتا ہے جب کہ اس حدیث میں دو فرشتوں کے وصف کا بیان ہے کہ ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی تافرمانی کی انہوں نے اپنے وصف کے خلاف یہ کام کیا جب کہ عام فرشتوں کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکام کی تافرمانی نہیں کرتے ہیں اور جس کام کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کو سرانجام دیتے ہیں، جب کہ دو فرشتوں کے فتنہ کو دوسری احادیث میں تین فرشتے کہا گیا ہے اس پر گفتگو دسویں جزی میں ہوگی۔

(۱۷۱) ((مَنْ وَلِدَلَّهُ مَوْلُودٌ فَسَمَاءُ مُحَمَّدًا تَبْرُكًا بِهِ كَانَ هُوَ وَمَوْلُودُهُ فِي الْجَنَّةِ))  
ترجمہ: ”جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ اس کا نام آپ کے ساتھ تبرک حاصل کرتے ہوئے محمد رکھتا ہے تو وہ اور اس کا بیٹا جنت میں ہوں گے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن کثیر نے اس حدیث کو اس کتاب میں ذکر کیا ہے جس کا نام فضل من اسمہ احمد و محمد ”احمد اور محمد نام رکھنے میں کیا فضیلت ہے“ (ق ۱/۵۸) ہے، اور ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ ہمیں حامد بن حماد السبارک الحسکری نے بتایا اس نے کہا ہمیں اسحاق بن یسار ابو یعقوب النصبی نے بتایا اس نے کہا ہمیں ججاج



بن المہمال نے اس نے کہا ہمیں حماد بن سلمہ نے بردین سنان سے اس نے کھول سے اس نے ابوامامہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، جب کہ ابن جوزی نے کہا ہے اس کی اسناد میں راوی ہے جس پر کلام کی گئی ہے مزید اس میں اضافہ نہیں ہے۔

جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے السلاسی (۱۰۶۱) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں یہ حدیث بہت بہتر ہے جب کہ اس کی اسناد حسن ہے اور کھول کا شمار تابعین علماء اور فقہاء سے ہے اس کو کثیر الثمر نے ثقہ قرار دیا ہے امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس کو حجت قرار دیا ہے جبکہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے الادب میں اور دیگر چاروں (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ رحمہم) نے بھی روایت کیا ہے ابن معین اور نسائی نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے جب کہ ابن المدینی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابو حاتم (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ شخص مضبوط نہیں ہے مرۃ کا قول ہے کہ وہ صدوق ہے جب کہ ابوزرعہ کا قول ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: بلاشبہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے دور کا راستہ اختیار کیا ہے اللہ اس کو معاف کرے وہ اسناد کے بعض رجال پر کلام کرتا ہے وہ اس بات کا وہم دلاتا ہے کہ وہ راوی اس کے ہاں محل نظر میں ہے اس کے ساتھ ساتھ حدیث کی علت وہ راوی ہیں جو ان کے سوا ہیں، خبردار! ان سے مقصود حامد بن حماد عسکری ابن بکیر کے شیخ مقصود ہیں چنانچہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں ذکر کیا ہے اس نے اسحاق بن یسار نصیبی سے موضوع حدیث کو روایت کیا ہے یہی اس کی آفت ہے۔

بعد ازاں اس نے اس کی حدیث کو ذکر کیا ہے جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کی موافقت کی ہے، اسی لئے علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے جیسا کہ شیخ طاعلی قاری (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اپنی الموضوعات (ص ۱۰۹) میں ذکر کیا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے جب کہ مناوی اس تحقیق سے غافل ہے اس نے سیوطی کا ساتھ دیا ہے کہ اس کو حسن قرار دیا ہے آپ اس سے دھوکے میں مبتلا نہ ہوں۔

بعد ازاں مجھے ابن عراق (رحمہ اللہ) کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے تنزیہ الشریعة (۱۱۸۲) میں تعاقب کیا ہے جیسا کہ میں نے اس کا تعاقب کیا ہے البتہ اس نے اضافہ کیا اور بتایا لیکن میں نے اس کے ایک دوسرے طریق کو پایا ہے جس کو ابن بکیر نے نکالا ہے واللہ اعلم، میں کہتا ہوں: اس نے خاموشی اختیار کی ہے جب کہ اس کی اسناد میں تین اشخاص ایسے ہیں میں نے نہیں پایا کہ کس نے ان کا تذکرہ کیا ہے تو ان میں ایک اس کی آفت ہے۔

(۱۷۲) « قَالَ اللَّهُ لِدَاوُدَ يَا دَاوُدُ ابْنُ لِي فِي الْأَرْضِ بَيْتًا، فَبَنِيَ دَاوُدُ بَيْتًا لِنَفْسِهِ قَبْلَ الْبَيْتِ الَّذِي أَمْرَبَهُ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: يَا دَاوُدُ بَنَيْتَ بَيْتَكَ قَبْلَ بَيْتِي؟ قَالَ: أَيْ رَبِّ هَكَذَا قُلْتَ فِيمَا قَضَيْتَ: «مَنْ مَلَكَ اسْتَأْذَرَ» ثُمَّ أَخَذَ فِي بِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَلَمَّا تَمَّ سُورَ الْحَائِطِ سَقَطَ، فَشَكَا ذَلِكَ إِلَى اللَّهِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ أَنْ تَبْنِيَ لِي بَيْتًا أَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَلِمَ؟ قَالَ: لِمَا جَرَى عَلَى يَدَيْكَ مِنَ الدِّمَاءِ، قَالَ: أَيْ رَبِّ أَوْ لِمَ يَكُنْ ذَلِكَ فِي هَوَاك؟ قَالَ: بَلَى وَلَكِنَّهُمْ عِبَادِي وَإِمَائِي وَأَنَا أَرْحَمُهُمْ، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: لَا تَحْزَنْ فَإِنِّي سَاقِضِي بِنَاءَ هَذَا عَلَى يَدِ ابْنِكَ سُلَيْمَانَ ..... »

ترجمہ: ”اللہ پاک نے داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا اے داؤد! میرے لئے زمین میں گھر تعمیر کرو تو داؤد نے اپنے لئے گھر تعمیر کیا اس گھر سے پہلے جس کا اسے حکم دیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جانب وحی کی کہ اے داؤد! تو نے اپنے لئے گھر میرے گھر سے پہلے تعمیر کیا ہے اس نے کہا اے میرے پروردگار! تو نے اسی طرح کہا تھا جس کا تو نے فیصلہ کیا کہ جو شخص مالک ہو اس کو ترجیح ہے بعد ازاں اس نے مسجد کی تعمیر شروع کی جب باغ کی دیوار مکمل ہو گئی تو وہ گر پڑی تو اس نے اللہ کی جانب شکایت کی تو اللہ نے اس کی جانب وحی کی یہ درست نہیں ہے کہ تو میرے لئے گھر تعمیر کرے اس نے عرض کیا اے میرے پروردگار کس لئے؟ اللہ نے فرمایا جب تیرے ہاتھ پر خون جاری ہو چکا ہے اس نے کہا اے میرے پروردگار کیوں؟ اللہ نے وضاحت کی اس لئے کہ تیرے ہاتھ پر خون جاری ہو اس نے کہا اے میرے پروردگار! کیا یہ تیری چاہت میں نہ تھا؟ اللہ نے فرمایا ضرور! جب کہ وہ میرے بندے اور میری بندیاں ہیں اور میں ان پر رحم کرتا ہوں تو یہ بات اس پر دشوار گزری تو اللہ نے اس کی جانب وحی کی آپ غم نہ کریں بلاشبہ میں اس کی تعمیر کو آپ کے بیٹے سلیمان کے ہاتھ پر مکمل کروں گا“

تحقیق: حدیث باطل موضوع ہے، ابن جوزی نے اس حدیث کو السموضوعات میں ابن حبان کی

روایت سے اس نے محمد بن ایوب بن سوید سے اس نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا اس نے کہا ہم کو ابراہیم بن ابی عبلة سے اس نے ابی الزہریۃ سے اس نے رافع بن عمیر سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ ابن جوزی کا قول ہے، میں کہتا ہوں: امام طبرانی نے اس قول کو نکالا ہے جب کہ ابن مردویہ نے تفسیر میں جب کہ صاحب العیون نے اس پر موافقت کی ہے کہ یہ موضوع ہے۔

ابوزرعہ (رحمہ اللہ) کا قول ہے محمد بن ایوب کو میں نے دیکھا ہے اس نے اپنے والد کی کتب میں بہت سی موضوع چیزوں کو داخل کیا ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ حدیث کو وضع کیا کرتا تھا جب کہ اس سے داؤد (رحمہ اللہ) کا واقعہ موضوع ہے جب کہ سلیمان (رحمہ اللہ) کا تین باتوں کا سوال کرنا یہ دوسرے طریق سے وارد ہے، میں کہتا ہوں: میں نے اس کے سوال کو حذف کر دیا ہے اس کی جگہ پر نقطوں کے ساتھ اشارہ کیا ہے جب کہ عمل حدیث کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے (۸-۷۱۳) میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے السکبری میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں محمد بن ایوب بن سوید راوی احادیث کے وضع کرنے میں تہمت زدہ ہے۔

(۱۷۳) ((فِكْرَةٌ سَاعَةٌ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةٍ سِتِينَ سَنَةً))

ترجمہ: ”ایک ساعت غور و فکر کرنا ساٹھ (60) سال کی عبادت سے بہتر ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی اس حدیث کو الموضوعات میں عثمان بن عبداللہ القرشی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں اسحاق بن نجیح ملطی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عطا خراسانی نے ابو ہریرہ (رحمہ اللہ) سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ اس نے وضاحت کی ہے عثمان اور اس کا شیخ دونوں کذاب ہیں جب کہ امام سیوطی نے اللالی (۲۲۷۱۲) میں اس کا تعاقب اس قول کے ساتھ کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ عراقی (رحمہ اللہ) نے تصحیح الاحیاء میں اس کے ضعیف قرار دینے پر اقتصار کیا ہے جب کہ اس کا شاہد ہے، میں کہتا ہوں: پھر اس نے ویلی کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ سعید بن مسیرہ تک ذکر کیا ہے اس نے کہا میں نے انس بن مالک (رحمہ اللہ) سے سنا ہے اس نے کہا ایک ساعت رات اور دن کے اختلاف میں غور کرنا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے، میں کہتا ہوں: یہ کلام موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کے الفاظ کے ساتھ مغایر ہے تو یہ بھی موضوع ہے سعید بن مسیرہ کے بارے میں امام ذہبی نے کہا ہے کہ اس کا معاملہ اندھیرے والا ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے بتایا کہ وہ موضوع احادیث کو روایت کرتا ہے جب کہ امام حاکم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس نے انس سے موضوع روایات کو ذکر

کیا ہے جب کہ یحییٰ بن قطان نے اس کو کذاب قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں اس جیسا شخص استشہاد کے قابل نہیں ہے اور نہ اس کی عزت کی جائے۔

(۱۷۴) ((إِذَا بَنَى الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ سَبْعَةَ أَوْ تِسْعَةَ أَذْرُعَ، نَادَاهُ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَيُّنَ تَذْهَبُ يَا أَفْسَقَ الْفَاسِقِينَ!))

ترجمہ: ”جب مسلمان شخص سات یا نو ہاتھ دیوار تعمیر کرتا ہے تو آسمان سے اس کو منادی کر نیوالا منادی کرتا ہے اے وہ شخص جو سب فساق سے زیادہ فاسق ہے تو کہاں جا رہا ہے“ تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابو نعیم نے اس حدیث کو الحلیہ (۷۱۳) میں طبرانی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ربیع بن سلیمان الحجیزی نے اس نے کہا ہمیں ولید بن موسیٰ دمشقی نے اس نے کہا ہمیں اوزاعی نے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے حسن سے اس نے انس سے مرفوع ذکر کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ حدیث غریب ہے حسن سے یحییٰ اور اوزاعی کی حدیث سے اس حدیث میں ولید بن موسیٰ القرظی منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے وہ ولید بن موسیٰ دمشقی کی طرح نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن موسیٰ یہ القرظی ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں کہا ہے کہ امام وارثی (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے جب کہ ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو قوی قرار دیا ہے اور اس کے سوانے اس کو متروک کہا ہے اور عقیلی اور ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس لئے حدیث موضوع ہے، میں کہتا ہوں اور شاید وہ اس حدیث کی جانب اشارہ کرتا ہے جب کہ یہ حدیث موضوع ہونے میں ظاہر ہے اس لئے کہ عمارت کو اس قدر بلند کرنا جس کا حدیث میں تذکرہ ہے یہ گناہ کا کام نہیں ہے اس کو چھوڑیں کہ وہ کبیرہ گناہ ہے یہاں تک کہ اس کے کرنے والے پر حکم لگایا جائے کہ وہ سبھی فساق سے زیادہ فاسق ہے پس اللہ تعالیٰ احادیث وضع کرنے والوں کو تباہ و برباد کرے جب کہ ان میں شرم کا فقدان ہے اور وہ دوزخ میں داخل ہونے کیلئے بہت زیادہ دلیری دکھائی دیتے ہیں۔

جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع المصغیر میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ ”جس شخص نے دس ہاتھ سے بلند عمارت کو تعمیر کیا آسمان کی جانب سے اس کو آواز دینے والا آواز دے گا اے اللہ کے دشمن تیرا ارادہ کہاں کا ہے؟“

اور اس نے آگاہ کیا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو انس سے روایت کیا ہے جب کہ اس کے شارح منادی نے کہا ہے مصنف اس سے غافل ہے کہ کس نے اس حدیث کو نکالا ہے اور

اس کی نسبت السرد میں طبرانی (ردہ) کی جانب کی ہے کہ اس نے انس سے روایت کیا ہے جبکہ اس کی اسناد میں ربیع بن سلیمان الجبزی ہے جس کو امام ذہبی (ردہ) نے ذیل الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ وہ فقیہ متدین شخص تھا اس کا سماع ابن وہب سے پختہ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کو تابعی پر جببزی کے بارے میں تعجب کرنا جب کہ اس کے اوپر ایسے رواۃ ہیں جو اس سے بھی زیادہ ضعف والے ہیں انصاف نہیں ہے خرد دار! وہ ولید بن موسیٰ القرظی ہے آپ نے انس سے معلوم کر لیا ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ یہ راوی مجہم ہے مزید براں حسن بھری جلیل القدر ہونے کے باوجود مدلس ہے اس نے انس سے سننے کی صراحت نہیں کی ہے پس حدیث منقطع ہے۔

مزید براں امام بیہقی (ردہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد میں ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس کو (۷۰۱۴) پر ذکر کیا ہے جس کی وضاحت یہ ہے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرا ایک انصاری شخص کے قبہ کے پاس سے ہوا آپ نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا یہ قبہ ہے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ عمارت جو انسان کے سر سے بلند ہے وہ قیامت کے دن اس کے لئے وبال ہوگی“ (طبرانی الاوسط) اس کے راوی ثقہ ہیں، میں کہتا ہوں امام ابو داؤد (ردہ) نے اس حدیث کو اپنی سنن (۳۴۸، ۳۴۷/۱۳) میں اسی طرح بیان کیا ہے اور وہ وہ حدیث ہے جو آگے ذکر ہونے والی حدیث کے بعد ہے۔

(۱۷۵) ((مَنْ بَنَىٰ فَوْقَ مَا يَكْفِيهِ كَلَّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَمْلِهِ عَلَىٰ عَاتِقِهِ))  
ترجمہ: ”جس شخص نے ایسی عمارت تعمیر کی جو اس کی ضرورت سے زائد ہے تو اس کو قیامت کے دن تکلیف دی جائے گی کہ وہ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھائے“

تحقیق: حدیث باطل ہے، طبرانی (ردہ) نے اس حدیث کو (۲/۷۱۳) میں اور ابن عدی (ردہ) نے (۲-۱۳۳۳) میں جب کہ ابو نعیم نے (۲۵۲/۸) میں مسیب بن واضح کے طریق سے اس نے کہا ہمیں یوسف نے اس نے سفیان ثوری سے اس نے سلمہ بن کہیل سے اس نے ابو عبیدہ سے اس نے عبد اللہ بن مسعود سے مرفوع ذکر کیا جب کہ ابو نعیم اور ابن عدی (ردہ) نے کہا ہے حدیث ثوری کی حدیث سے غریب ہے اس کی اسناد میں مسیب راوی یوسف سے متفرد ہے، مزید براں اس کو ابو نعیم نے (۲۵۲/۸) میں محمد یعنی ابن مسیب کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبد اللہ بن ضحیق نے بتایا اس نے کہا ہمیں یوسف بن اسباط نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس کا سبب یوسف بن اسباط ہے ابو حاتم (رحمہ) کا قول ہے کہ وہ شخص عبادت گزار تھا اس نے اپنی کتب کو دفن کر دیا تھا جب کہ وہ شخص کثرت کے ساتھ اغلاط کا مرتکب ہوتا ہے جبکہ وہ صالح شخص تھا لیکن وہ شخص اس لائق نہیں کہ اس کو حجت قرار دیا جائے اس کے بیٹے نے اس کا ذکر اس کی حدیث کے ساتھ کیا ہے جو الجرح والتعديل (۳/۲۱۸) میں ہے جب کہ بیہمی (رحمہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۳/۷۰) میں بیان کیا ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ) نے اس حدیث کو الکبیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں مستب بن واضح (راوی) کونسا نے ثقہ قرار دیا ہے جب کہ ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: عبد اللہ بن ضیق نے اس کی متابعت کی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے چنانچہ حدیث میں علت ان کے شیخ ابن اسباط ہیں، مزید برآں اس کی ایک اور علت ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو عبیدہ اور اس کے باپ عبد اللہ بن مسعود کے درمیان انقطاع ہے جب کہ ابو عبیدہ نے عبد اللہ بن مسعود سے نہیں سنا ہے جبکہ حافظ عراقی نے تخریج الاحیاء (۳/۲۰۸) میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے، مزید برآں اس کو طبرانی نے ابن مسعود سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں ضعف اور انقطاع ہے اس حدیث کے بارے میں امام ذہبی (رحمہ) نے مستب کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ) نے العلل (۲/۱۱۵-۱۱۶) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو مستب بن واضح نے یوسف بن اسباط سے ذکر کیا ہے اس نے کہا کہ میرے باپ نے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اس اسناد کے ساتھ اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔

(۱۷۶) ((كُلُّ بِنَاءٍ وَبَنَاءٍ عَلٰی صَاحِبِهِ اِلَّا مَالًا، اِلَّا مَالًا، يَغْنِي مَا لَا بُدَّ مِنْهُ))

ترجمہ: ”ہر قسم کی عمارت کی تعمیر اس کے تعمیر کرنے والے پر وبال ہے البتہ ایسی عمارت جس کے بغیر چارہ نہیں ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابو داؤد (رحمہ) نے (۳۳۷-۳۳۸) میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور طحاوی (رحمہ) نے مشکل الآثار (۱/۲۶۱) میں اور احمد نے (۳/۲۳۰) میں ابو طلحہ اسدی سے اس حدیث کو روایت کیا ”کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے آپ نے ایک اونچا محل دیکھا آپ نے دریافت کیا یہ کس کا ہے تو آپ کے صحابہ کرام نے آپ کو آگاہ کیا کہ یہ مکان فلاں انصاری شخص کا ہے، راوی نے بیان کیا کہ آپ نے اس جواب پر خاموشی کا اظہار کیا اور اس کو اپنے دل میں رکھا یہاں تک

کہ جب مکان کا مالک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ لوگوں کو السلام علیکم کہہ رہا تھا لیکن آپ نے اس سے روگردانی کی آپ نے روگردانی کو بار بار دہرایا یہاں تک کہ اس شخص نے بھانپ لیا کہ آپ اس سے ناراض ہیں تو اس نے اپنے رفقاء سے اس کا شکوہ کیا اس نے وضاحت کی اللہ کی قسم! میں اللہ کے رسول ﷺ کو عام کیفیت میں نہیں پار رہا ہوں انہوں نے بتایا: کہ وہ باہر نکلا اس نے اپنے محل کو دیکھا راوی نے بیان کیا کہ وہ شخص اپنے محل کی جانب گیا اس نے محل کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔ پس رسول اللہ ﷺ ایک دن باہر نکلے آپ نے اس محل کو نہ دیکھا آپ نے دریافت کیا اس محل کا کیا بنا؟ صحابہ کرام نے بتایا: اس محل کے مالک نے ہمارے سامنے شکوہ کیا کہ آپ اس سے روگردانی کر رہے ہیں تو ہم نے روگردانی کے سبب سے اس کو آگاہ کیا تو اس نے اس کو گرا دیا اس پر آپ نے فرمایا خبر دار! بلاشبہ محل اس کے صاحب کیلئے دہال ہے البتہ وہ محل دہال نہیں جس کی ضرورت ہے“

حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۲۰۲/۳-۲۰۴) میں اس کی اسناد کو مضبوط کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: ہرگز نہیں! جبکہ اس کی اسناد میں ابوطلحہ اسدی کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کی تالیف التقریب میں ہے کہ یہ راوی متابعت کے ساتھ تو مقبول ہے مگر نہ اس کی حدیث ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: اس کی متابعت موجود ہے چنانچہ ابن ابی حاتم کی العلل (۱۰۲/۲) میں ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو بیان کیا جس کو مروان بن معاویہ نے محمد بن ابی زکریا سے روایت کیا ہے اس نے عمار سے اس نے انس سے روایت کیا اس نے بیان کیا: کہ ”رسول اللہ ﷺ کا انصار کے گھروں کی جانب سے گزر ہوا تو آپ نے ایک تعمیر شدہ محل کو دیکھا آپ نے دریافت کیا انس! یہ محل کس کا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر عمارت اس کے تعمیر کرنے والے کیلئے باعث دہال ہے مگر وہ عمارت جس میں رہائش پردے والی ہے“ اور اس نے حدیث کا ذکر کیا اس پر میرے باپ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ غلط ہے جب کہ یہ ابوعمار بن میمون ہے اور ابن ابی زکریا راوی مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ایسی متابعت ہے جو ضعف میں اضافہ کرتی ہے جبکہ زیادہ بن میمون احادیث وضع کیا کرتا تھا اس نے خود اس کا اقرار کیا ہے نیز اس حدیث کو ابن ماجہ نے (۵۴۰/۲) میں عیسیٰ بن عبد اللہ بن ابی فرودہ کے طریق سے اس نے کہا مجھے اسحاق بن ابی طلحہ نے انس سے بیان کیا ہے جیسا کہ اس عیسیٰ راوی کے بارے میں امام ذہبی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ معروف راوی نہیں ہے اور شاید اس کا ارادہ ابوطلحہ کہنے کا تھا تو غلطی کرتے ہوئے اسحاق بن ابی طلحہ کہہ دیا۔

نیز امام طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۱۸۳۹/۱) میں اس وجہ سے روایت کیا ہے جبکہ اس نے اس کا نام عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن ابی فرہہ بتایا ہے اور اس نے وضاحت کی کہ وہ متفرد ہے جبکہ وہ مجہول ہے میں اسکے حالات معلوم نہیں کر پایا ہوں جبکہ طبرانی کے طریق سے انبیاء نے اس کو المختارۃ (۱/۳۸۴) میں اور اس نے مجمع الزوائد (۳/۶۹۱-۷۰) میں کہا ہے اس کے روات ثقہ ہیں جبکہ ابو نعیم نے اس کو اخبار اصہبان (۱/۱۳۹) میں عطاء بن جلدہ کے طریق سے اس نے بتایا کہ اعمش نے ہمیں بتایا وہ زید بن وہب سے اس نے اس سے اس کو بیان کیا ہے جبکہ اس عطاء (راوی) کو ابو زرہ نے منکر الحدیث کہا ہے۔

(۱۷۷) ((مَنْ بَنَى بُيُوتًا لِي غَيْرِ ظَلَمٍ وَلَا اِعْتِدَاءٍ اَوْ عَرَسَ عَرَسًا لِي غَيْرِ ظَلَمٍ وَلَا اِعْتِدَاءٍ كَانَ اَجْرُهُ جَارِيًا مَا نَتَفَعُ بِهِ اَحَدٌ مِنْ خَلْقِ الرَّحْمَنِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى))

ترجمہ: ”جس نے عمارت تعمیر کی کسی پر ظلم اور دست درازی نہیں کی یا اس نے کوئی درخت لگایا کسی پر ظلم اور دست درازی نہیں کی تو اس کا ثواب اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ اللہ رحمان کی مخلوق سے ایک شخص بھی اس سے فائدہ حاصل کر رہا ہے“

تحقیق: حدیث ضعیفہ ہے، امام احمد نے اس حدیث کو (۳/۳۳۸/۳) میں اور طحاوی نے المشکل (۱/۳۱۶-۳۱۷) میں زبان بن فائدہ کے طریق سے اس نے سہل بن معاذ الجعفی سے اس نے اپنے باپ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ یہ حدیث ضعیف ہے زبان راوی حدیث میں ضعیف ہے اگرچہ وہ نیکو کار عبادت گزار تھا جیسا کہ حافظ نے التقریب میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ حدیث مجمع الزوائد (۳/۷۰۱) میں ہے اس حدیث کو طبرانی نے السکیر میں روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں زبان بن فائدہ راوی کو احمد اور اس کے سوانے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابو حاتم نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(۱۷۸) ((مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِدَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَعْمَلَهُ))

ترجمہ: ”جس شخص نے اپنے بھائی مسلمان کو اس کے کسی گناہ پر عار دلائی تو وہ فوت نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اس گناہ کا ارتکاب کرے گا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام ترمذی (ردہ) نے اس حدیث کو (۳/۳۱۸/۳) میں جبکہ ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبة ”غیبت کی مذمت“ میں اور ابن عدی (ردہ) نے (۲/۲۹۶) میں اور خطیب نے اپنی تاریخ (۲/۳۳۹-۳۴۰) میں محمد بن حسن بن ابی یزید الحمدانی کے طریق سے اس نے ثور بن یزید سے



اس نے خالد بن معدان سے اس نے معاذ بن جبل سے مرفوع روایت کیا ہے جبکہ امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے جبکہ اس کی اسناد میں اتصال نہیں ہے اور خالد بن معدان نے معاذ بن جبل کو نہیں پایا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث کیسے حسن ہے جبکہ اس کی اسناد میں انقطاع ہے نیز اسناد میں محمد بن حسن راوی ابن معین اور ابو داؤد (رحمہما اللہ) نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جیسا کہ العیاضان میں ہے بعد ازاں اس کی حدیث کو ذکر کیا ہے اور اسی لئے الصنعانی نے اس کو الموضوعات (ص ۶) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس سے پہلے ابن جوزی نے اس کو ابن ابی الدنیا کے طریق سے ذکر کیا ہے۔

بعد ازاں اس نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس میں محمد بن حسن راوی کذاب ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب اللآلی (۲/۲۹۳) میں کیا ہے، میں کہتا ہوں امام ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے جب کہ اس کا ایک شاہد بھی ہے، میں کہتا ہوں: پھر اس نے شاہد کا ذکر کیا ہے اور وہ حسن کے طریق سے ہے اس نے بیان کیا کہ ”جس نے اپنے بھائی کو اس گناہ کے باعث طعن دیا ہے جس سے وہ توبہ کر چکا ہے تو وہ فوت نہیں ہوگا یہاں تک کہ اللہ اس کو اس میں جلاہ کرے گا“ جب کہ یہ حدیث نبی ﷺ تک مرفوع نہیں ہے تو اس کی اسناد میں صالح بن بشیر المری (راوی) ضعیف ہے جیسا کہ الشوریب میں ہے پس وہ شاہد نہیں ہے اس لئے کہ اس میں ضعف ہے اور مرفوع بھی نہیں ہے۔

(۱۷۹) ((الدُّعَاءُ سَلَاخُ الْمُؤْمِنِ، وَعِمَامَا الدِّينِ، وَنُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ))

ترجمہ: ”دعا ایماندار شخص کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے، آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے“  
تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲/۲۹۶) میں اور حاکم نے (۳۹۲/۱) میں اور قضاہی نے (۱۲/۱۳) میں حسن بن حماد الضبی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں محمد بن حسن بن زبیر ہمدانی نے اس نے کہا ہمیں جعفر بن محمد بن علی بن حسین نے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے اس نے علی سے مرفوع بیان کیا ہے جب کہ امام حاکم (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اس لئے کہ محمد بن حسن یہی وہ التسل ہے جب کہ کوئی لوگ اس کو سچا قرار دیتے ہیں اور ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی موافقت کی ہے جب کہ یہ اس کی بخش غلطی ہے اس کے دو سبب ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ اس کی اسناد میں انقطاع ہے جیسا کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے خود العیاضان میں اس کو بیان کیا ہے علی بن حسین (رحمہما اللہ) اور اس کے دادا علی بن ابی طالب (رحمہما اللہ) کے درمیان انقطاع

ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ محمد بن حسن الحمداہنی یہ وہ التل راوی نہیں ہے جو سچا ہے جیسا کہ حاکم نے کہا ہے سوائے اس کے نہیں وہ تو محمد بن حسن بن ابی یزید ہمدانی ہے جو فن حدیث میں مشہور کذاب ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جب کہ اس پر چند اسباب دلالت کرتے ہیں۔

(۱) خود امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اس کے حالات میں ذکر کیا ہے اس کی تکذیب کو ابن معین اور اس کے سوائے نقل کیا ہے اور اسی طرح ابن عدی نے اس کا اس کے حالات میں ذکر کیا ہے۔

(۲) امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۱۰/۱۳۷) میں ذکر کیا ہے اور اس نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے ذکر کیا ہے جب کہ اس میں محمد بن الحسن بن ابی یزید راوی متروک ہے۔

(۳) محمد بن حسن التل نے اپنے شیوخ میں جعفر بن محمد کا ذکر نہیں کیا ہے جب کہ اس کا تذکرہ محمد بن حسن ہمدانی کے اساتذہ میں کیا ہے۔

(۴) التل راوی کو ہمدان کی جانب منسوب نہیں کیا گیا ہے جبکہ ہمدان کی جانب ابن ابی یزید کو منسوب کیا گیا ہے پس یہ حقیقت واضح ہے کہ لفظ الزبیر مستدرک میں بعض راویوں پر ابو یزید سے تبدیل ہو گیا ہے اور اس بنیاد پر حاکم اس جانب گیا ہے کہ وہ التل ہے تو اس سے غلطی سرزد ہو گئی ہے، واللہ اعلم

جب کہ حدیث کا پہلا جملہ فضیل بن عیاض کے کلام سے ہے التلفی نے اس کو الطیوریات (۱/۶۳) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کی ایک اور حدیث میں ذکر کیا گیا ہے جو ضعیف ہے اور وہ آگے آنے والی حدیث ہے ملاحظہ کریں۔

(۱۸۰) «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَا يُنَجِّبِكُمْ مِنْ عَذَابِكُمْ وَيَدْرُ لَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ؟ تَدْعُونَ اللَّهَ لَيْلَكُمْ وَنَهَارَكُمْ، فَإِنَّ الدُّعَاءَ سَلَاخُ الْمُؤْمِنِ»

ترجمہ: ”کیا میں تمہاری رہنمائی اس چیز پر نہ کروں؟ جو تم کو تمہارے دشمن سے نجات عطا کرے اور تمہارے رزق کو زیادہ کرے تم رات دن اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے رہو اس لئے کہ دعا ایماندار شخص کا ہتھیار ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے امام بیہقی نے مجمع الزوائد (۱۰/۱۳۷) میں ذکر کیا ہے کہ ابو یعلیٰ نے اس حدیث کو جابر بن عبد اللہ کی حدیث سے روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں محمد بن ابی حمزہ راوی ضعیف ہے جب کہ شیخ عجلونی کا قول جو الکشف (۱۱/۳۰۳) میں گذشتہ حدیث کے بعد ہے اور اس بیہقی کے قول کے بعد ہے، ابن الغرس نے کہا ہے کہ ہمارے شیخ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے شاید اس کا ارادہ

بلحاظ جبر کے ہے آپ غور کریں میں کہتا ہوں: آپ کو علم ہے کہ وہ حدیث جو اس سے پہلے ہے وہ موضوع ہے پس اس کا ہرگز کچھ اثر نہیں ہے کہ وہ اس ضعیف حدیث کو قوت عطا کرے جیسا کہ یہ حقیقت اصطلاح حدیث میں ثابت شدہ ہے۔

(۱۸۱) «إِنَّ الرِّزْقَ لَا تَنْقُصُهُ الْمُعْصِيَةُ وَلَا تَزِيدُهُ الْحَسَنَةُ وَتَرُكُ الدُّعَاءِ مَعْصِيَةٌ»

ترجمہ: ”نافرمانی سے رزق میں کمی نہیں آتی ہے جب کہ نیکی کے کام سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا ہے البتہ دعا کو چھوڑنا نافرمانی ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الصغیر (ص ۱۳۷) میں اور ابن عدی نے الکامل (۲/۱۱۱) میں اسماعیل بن یحییٰ التمیمی کے طریق سے اس نے مسعر بن کدام سے اس نے عطیہ سے اس نے ابی سعید سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ یہ اسناد موضوع ہے یہ اسماعیل راوی کذاب ہے جیسا کہ ابوعلی نیشاپوری، دارقطنی اور حاکم (رحمہم اللہ) نے کہا ہے جبکہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اکثر روایات جو وہ بیان کرتا ہے وہ باطل ہیں جب کہ عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے اس کی حدیث پہلے گزر چکی ہے جبکہ مناوی نے شرح الجامع میں ذکر کیا ہے کہ پیشی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے امام سخاوی نے اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ سبھی ناواقف ہیں کہ حدیث میں علت حقیقی کیا ہے وگرنہ قصور کو صرف عطیہ کے سر پر باندھا جاتا جب کہ اسماعیل کذاب کا ذکر ہی نہ ہوتا۔

مزید براں جو چیز اس حدیث کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو اور اس کی عمر لمبی ہو تو وہ صلہ رحمی کرے“ (اس کو بخاری مسلم اور دیگر نے روایت کیا ہے) پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ نیک کام کرنے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ عمر کے زیادہ ہونے کا سبب بھی ہے جب کہ تحقیق کے لحاظ سے اس کے درمیان اور اللہ کے اس قول کے درمیان کچھ تعارض نہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْبِلُونَهَا﴾ ”کہ جب ان کا وقت آجائے گا تو ایک ساعت تاخیر اور تقدیم ممکن نہیں“

(۱۸۲) «خَيْرُكُمْ الْمَدْفِعُ عَنْ عَشِيرَتِهِ مَا لَمْ يَأْتُمْ»

ترجمہ: ”تم میں وہ شخص بہتر ہے جو اپنے خاندان سے مدافعت کرتا ہے جبکہ گناہ کا کام نہ ہو“

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے (رقم ۵۱۳۰) میں اس کا ذکر کیا ہے ایوب بن سوید کے

طریق سے اس نے اسامہ بن زید سے اس نے سعید بن مسیب سے سنا ہے وہ سراقہ بن مالک بن عشم مدنی سے روایت کرتا ہے اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اس کا تذکرہ کیا۔ میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے اس کا باعث ایوب بن سوید راوی ہے اس کو احمد، ابوداؤد درسا (ہ) اور ان کے سوانے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ امام نسائی (رحمہ) نے اس کو پختہ راوی قرار نہیں دیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ) نے العلیل (۲۳۱/۲) میں کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اس نے بتایا پہلے ہم نے ایوب بن سوید کے بارے میں اسامہ بن زید کی حدیث کا انکار کیا جس کو اس نے سعید بن مسیب سے اس نے سراقہ بن مالک سے اس حدیث کا ذکر کیا جب کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسامہ نے سعید بن مسیب سے کچھ ذکر کیا ہو۔

جب کہ ابن عدی (رحمہ) نے ایک دوسرے مقام (۲۰۹/۲) میں کہا ہے میرے باپ نے کہا کہ میں کچھ وقت سے سن رہا تھا کہ یحییٰ بن معین سے ذکر کیا گیا کہ اس سے ایوب بن سوید کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ وہ کوئی چیز نہیں جب کہ سعید بن مسیب سراقہ سے ذکر نہیں کرتا ہے اور یہ حدیث موضوع ہے اس کا باب واقدی کی حدیث ہے، اس حدیث کو امام منذری نے مختصر السنن (۱۸/۸) میں ایوب بن سوید کے باعث معلول قرار دیا ہے، مزید براں سعید بن مسیب اور سراقہ کے درمیان انقطاع ہے جب کہ امام مناوی (رحمہ) شرح الجامع الصغیر میں اس انقطاع سے قائل ہے اس نے حدیث کو صرف ایوب کے باعث معلول قرار دیا ہے۔

جب کہ امام بیہقی (رحمہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۱۱۰/۸) میں خالد بن عبد اللہ بن حرمہ المدنی کی حدیث سے ذکر کیا ہے بعد ازاں طبرانی (رحمہ) نے اس حدیث کو ایسے رداۃ سے ذکر کیا ہے جن کو میں پہچانتا نہیں ہوں وہ چیز جس کا تقاضا سن حدیث کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے اگر امام ابو حاتم (رحمہ) نے اس کو موضوع قرار نہ دیا ہوتا اس لئے کہ وہ تو ایسا امام ہے جو حجت ہے واللہ اعلم۔

(۱۸۳) (( لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ ))

ترجمہ: ”مسجد کے پڑوس کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں ہی ہوتی ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام دارقطنی (رحمہ) نے اس حدیث کو (ص ۱۶۱) میں اور حاکم (رحمہ) نے (۲۳۶/۱) میں اور بیہقی (رحمہ) نے (۵۷/۳) میں سلیمان بن داؤد یمامی کے طریق سے اس

نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابی سلمہ سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے جب کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے میں کہتا ہوں: اس کی علت یہ سلیمان ہے بلاشبہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے ابن معین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے

امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کے قول کا ذکر کیا ہے کہ جس راوی کو میں منکر الحدیث کہوں اس کی حدیث کو روایت کرنا صحیح نہیں ہے، بعد ازاں امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو محمد بن سکین شقری المؤذن کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبد اللہ بن بکیر غنوی نے اس نے محمد بن سوید سے اس نے محمد بن المنکدر سے اس نے جابر سے اس کو مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ اس کے ہاں یہ لفظ ہے: کہ "اس شخص کی نماز نہیں ہے جو اذان سنتا ہے لیکن وہ نماز کے لئے نہیں آتا ہے سوائے کسی معقول علت کے" اس کی اسناد محمد بن مسکین راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجرح والتعدیل (۲۸۳/۲/۳) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو دیگر الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ اس کو مجہول قرار دیتے تھے ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں ذکر کیا ہے کہ وہ راوی غیر معروف ہے جبکہ حدیث منکر ہے اس کے علاوہ اس کی حدیث کو پہلے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے کہا ہے کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ اس حدیث کو عقلی نے بھی اس طریق سے الضعفاء میں دیگر الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے بتایا ہے کہ اس حدیث کو ایک دوسرے صالح طریق سے ذکر کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا اشارہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث کی جانب ہے کہ "جس شخص نے اذان کے کلمات کو سنا پھر وہ نماز ادا کرنے کے لئے نہ آیا اس کی نماز نہیں ہے اگر کوئی عذر نہیں ہے" اس کو ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی حاکم اور بیہقی نے بیان کیا ہے جب کہ ابن ماجہ وغیرہ کی اسناد صحیح ہے جب کہ امام نووی، عسقلانی اور ان سے پہلے امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے البتہ التاج الجامع للأصول (۲۶۸/۱) کے مؤلف کا قول ہے کہ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ضعیف اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے پس اس کی کثیر اغلاط اور تخیلیات کو نقد التاج (رقم ۱۸۰) میں جمع کیا ہے، اس حدیث کو اس کے پہلے الفاظ کیساتھ امام صفانی نے الاحادیث الموضوعہ (ص ۶) میں ذکر کیا ہے۔

اور اسی طرح ابن جوزی نے اس کو الموضوعات میں صالح کے طریق سے جو لیٹھا کا کاتب تھا سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں عمر بن راشد نے اس نے ابن ابی ذئب سے اس نے زہری سے اس نے عروہ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے بیان کیا: ابن حبان کا قول ہے: کہ عمر راوی کا تذکرہ جب کیا جائے تو اس کے عیب کو ذکر کیا جائے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱۶/۲) میں اس کا تعاقب کیا ہے اس کا کہنا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ عجلی (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے جب کہ ترمذی، ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے اس کی روایت کو ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث کا ایک طریق جابر، ابو ہریرۃ اور علیؓ سے ہے بعد ازاں اس نے ذکر کیا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے مراد جابرؓ اور ابو ہریرۃؓ کی حدیث ہے البتہ علیؓ کی حدیث موقوف ہے اس کو بیہقی (رحمہ اللہ) وغیرہ نے ابن حبان کے طریق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے علیؓ سے موقوف ذکر کیا ہے، جب کہ اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے ابو حبان کے والد کا نام سعید بن حبان ہے، ذہبی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ بالکل غیر معروف ہے جب کہ ابن القطن (رحمہ اللہ) نے اس کو مجہول قرار دیا ہے جب کہ حافظ ابن حبان اور امام عقیلی (رحمہ اللہ) دونوں نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے گویا کہ ذہبی اور ابن القطن (رحمہ اللہ) نے ان دونوں کی توثیق کا اعتبار نہیں کیا ہے۔

تنبیہ: عمر بن راشد راوی جس کو ابن حبان (رحمہ اللہ) نے مطمئن قرار دیا ہے اور عجلی (رحمہ اللہ) نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے وہ ابو حفص یمامی ہے جب کہ اس کے طبقہ سے ایک اور راوی ہے اس کا نام عمر بن راشد الجاری المصری ہے جب کہ میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ وہ حدیث کاراوی ہے اس کی دو وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ: یہ ہے کہ اس سے روایت کرنے والا صالح کاتب الیث مصری ہے۔

جب کہ دوسری وجہ: یہ ہے کہ اس روایت میں اس کا شیخ اس میں ابن ابی ذئب ہے جب کہ محدثین نے اس کو یمامی کے شیوخ میں ذکر نہیں کیا ہے پس جب یہ صحیح ہے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور اس کو ضعیف قرار دینے پر اتفاق ہے، دارقطنی (رحمہ اللہ) کا قول ہے وہ ثقہ رواۃ پر حدیث کے وضع کرنے میں مہتمم تھا جب کہ کسی حدیث کا ان طرق سے آنا جن کو ہم نے بیان کیا ہے وہ اس حدیث کو موضوع کے دائرہ سے نکال کر ضعیف کے درجہ کی جانب لے جاتی ہے، البتہ امام مناوی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ اس کے شواہد سے بخاری، مسلم کی حدیث ہے: کہ ”جس نے اذان کے کلمات کو سنا لیکن نماز کے لئے نہ آیا تو اس کی نماز قبول نہیں جب کہ کوئی عذر نہیں ہے“ تو اس میں دو طریق سے نظر ہے۔

کہاں وجہ: یہ ہے کہ وہ باب کی حدیث کی شاہد نہیں ہے اور وہ اس سے اخص ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے پڑوسی کیلئے لائق ہے کہ وہ اسی مسجد میں نماز ادا کرے جس کے پڑوس میں وہ مقیم ہے اگر اس کے علاوہ کسی مسجد میں نماز ادا کرے گا تو اس کی نماز نہیں ہے جبکہ دلیل جو شاہد ہے وہ اس کا فائدہ نہیں دیتی ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے جبکہ یہ ضعیف حدیث اور صحیح حدیث کے درمیان جو ہری فرق ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ اس حدیث کو بخاری، مسلم کی جانب منسوب کرنا ظاہر غلطی ہے جیسا کہ ہماری پہلی تحریر اس کا پتہ دے رہی ہے خلاصہ یہ ہے کہ حدیث اپنے پہلے الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے اس میں دلیل نہیں ہے جبکہ دوسرے الفاظ کے ساتھ صحیح ہے اس کے پہلے شاہد کا خیال رکھا گیا ہے۔

(۱۸۴) (( إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَي الْمَرِيضِ فَنَفْسُوا لَهُ فِي أَجَلِهِ ، فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيُعْطِبُ نَفْسَهُ ))

ترجمہ: ”جب تم بیمار شخص کے ہاں جاؤ تو تم اس کی عمر کے بارے میں رغبت دلاؤ کہ ابھی اور زندگی ہے اس کے کہنے سے کسی چیز کو لوٹایا نہیں جاسکتا البتہ اس کا مزاج مطمئن ہوگا“

تحقیق: حدیث عایت درجہ ضعیف ہے امام ترمذی (رحمہ) نے اس کو (۱۷۷/۳) میں اور ابن ماجہ (رحمہ) نے (۳۳۹/۱) میں اور ابن عدی (رحمہ) نے (۲/۳۲۳) میں موسیٰ بن محمد بن ابراہیم القسبی کے طریق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابوسعید خدری (رحمہ) سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ امام ترمذی (رحمہ) نے اس کو ہذا حدیث غریب کے الفاظ کے ساتھ ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی علت یہ موسیٰ راوی ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ) نے اس کی احادیث کو اپنی الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور امام سیوطی (رحمہ) نے اس کا اقرار کیا ہے جیسا کہ حدیث (نمبر ۱۱۲) میں گزر چکا ہے۔

جب کہ امام ذہبی (رحمہ) نے اس کے حالات میں منکر روایات کو ذکر کیا ہے یہ بھی ان میں سے ہے جب کہ امام مناوی (رحمہ) نے امام نووی (رحمہ) سے ذکر کیا ہے کہ اس نے الاذکار میں اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ) سے روایت ہے اس نے کہا حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ حافظ (رحمہ) نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے اور اسی طرح اس نے بدل الماعون (۲/۲ من الکوارس ۱۱) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: جب کہ العلل لاہی حاتم (۲۳۱/۲) میں ہے میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا اس نے اس کو

منکر قرار دیا گیا کہ موضوع ہے جب کہ موسیٰ (راوی) غایت درجہ ضعیف ہے۔

(۱۸۵) ((الْحَمْدُ لِلَّهِ، ذَفْنُ الْبُنَاتِ مِنَ الْمَكْرَمَاتِ))

ترجمہ: ”سب قسم کی حمد و ثنا اللہ کی ذات کیلئے خاص ہے بیٹیوں کو دفن کرنا باعث عزت و شرف ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو معجم الکبیر (۲/۱۴۳/۳)

میں اور الاوسط (۲/۷۶/۱) میں اور بزاز اور ابوالقاسم الہمرانی (رحمہما اللہ) نے الفوائد المنتخبة (۳/

۱/۲۶) میں اور خطیب (رحمہ اللہ) نے اپنی تاریخ (۵۷/۵) میں اور قضاعی (رحمہ اللہ) نے مسند الشہاب

(۲/۱۵) میں اور ابن عساکر (رحمہ اللہ) نے (۸۰، ۲۱۶/۱، ۵۰۳/۱، ۱/۲۶۲، ۱۵، ۲/۱۵۹/۱۵، ۲/۲۵/۱۱۶،

عراق بن خالد بن یزید کے طریق سے اس نے عثمان بن عطاء سے وہ اپنے باپ سے وہ عکرمہ سے وہ

ابن عباس سے اس نے بتایا: ”جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رقیہ کے بارے میں تعزیت کی گئی جو عثمان

بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے“ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اور پھر اس حدیث کا ذکر کیا جب کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ)

کا قول ہے یہ حدیث نبی ﷺ سے سوائے اس اسناد کے روایت نہیں کی گئی ہے، اور الہمرانی (رحمہ اللہ) نے

کہا ہے: کہ یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں عثمان بن عطاء مفرد ہے جب کہ یہ امام طبرانی (رحمہ اللہ)

کے قول سے بہتر ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے پس اس کو رد کیا گیا ہے۔

ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس کو الکامل (۱۳۰۰) میں محمد بن عبدالرحمن بن طلحہ قرشی کے طریق

سے اس نے بتایا کہ ہمیں عثمان بن عطاء نے اس کے بارے میں بتایا جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس

کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے عثمان راوی ضعیف ہے

جب کہ اس کے باپ کا حافظہ ردی ہے اور عراق قوی نہیں ہے اور محمد بن عبدالرحمن ضعیف ہے وہ

احادیث کی چوری کیا کرتا تھا اس نے کہا اور میں نے اپنے شیخ عبدالوہاب بن انماطی الحافظ (رحمہ اللہ) سے

سنا ہے وہ اللہ کی قسم اٹھاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کی بات نہیں کی ہے۔

جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے السلاسی (۳۳۸/۲) میں ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ

امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے جبکہ اس کے شارح مناوی (رحمہ اللہ) نے

اس کا تعاقب کیا ہے جس میں ہم نے اس کے اقرار کا ذکر کیا ہے جب کہ امام صفحانی نے بھی اس حدیث کو

الموضوعات (ص ۸) میں ذکر کیا ہے جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے اور وہ یہ حدیث ہے۔



(۱۸۶) «ذَلْفُنُ الْبَنَاتِ مِنَ الْمُكْرَمَاتِ»

ترجمہ: ”بیٹیوں کو ذفن کرنا عظمت کے کاموں سے ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو الکامل (۲/۸۰) میں اور خطیب (رحمہ اللہ) نے (۲۹۱/۷) میں حمید بن حماد کے طریق سے اس نے مسعر بن کدام سے اس نے عبد اللہ بن دینار سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث کو ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے حمید بن حماد کے بارے میں ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے منکر احادیث کو بیان کرتا ہے جب کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اسی وجہ سے ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معطل قرار دیا ہے اور اس حدیث کو اس لحاظ سے الموضوعات میں شامل کیا ہے۔

مزید براں اس نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے حمید راوی ثقہ رواۃ سے منکر احادیث بیان کرتا ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے السلاسی میں اس کو برقرار رکھا ہے جیسا کہ اس سے پہلے والی حدیث ہے اس کی ساتھ ساتھ اس نے اس حدیث کو بھی الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے جب کہ منادی رحمہ اللہ نے اس کا بھی تعاقب کیا ہے ایسے کلام کے ساتھ جس کا تذکرہ ابن عدی رحمہ اللہ سے پہلے گزر چکا ہے نیز اس نے کہا ہے کہ ابن جوزی نے اس کے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا اقرار کیا ہے اور مؤلف نے مختصر الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

(۱۸۷) «إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَنْزِلُ عَلَى أَهْلِ هَذَا الْمَسْجِدِ - مَسْجِدِ مَكَّةَ - لِي كُلِّ يَوْمٍ وَائِلَةَ عِشْرِينَ وَمِائَةِ حَمَةٍ: سِتِّينَ لِلطَّائِفِينَ، وَأَرْبَعِينَ لِلْمُصَلِّينَ وَعِشْرِينَ لِلنَّاطِرِينَ»

ترجمہ: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ مکہ کی مسجد کے لوگوں پر رات دن میں ایک سو بیس رحمتیں اتارتا ہے ساٹھ طواف کرنے والوں کیلئے اور چالیس نمازیوں کیلئے اور بیس دیکھنے والوں کیلئے ہیں“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس کو الاوسط (۲/۱۲۳/۱) میں اور ابن عساکر نے (۲/۴۷۶/۹) میں اور الضیاء نے المنتقى من مسموعاته بنو میں اس نے عبد الرحمن بن سفر دمشق سے اس نے کہا ہمیں اوزاعی نے بتایا اس نے عطاء سے اس نے کہا مجھے عبد اللہ بن عباس نے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو الجامع الصغیر میں مشدک حاکم کیلئے الکفی

میں اور ابن عساکر کیلئے منسوب کیا ہے، جبکہ امام طبرانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو اوزاعی سے صرف ابن السفر نے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ ابن سفر تو کذاب ہے وہ حدیث کو وضع کرتا ہے جیسا کہ اس کا ذکر آگے آئے گا امام مناوی نے شرح الجامع میں اس حدیث کو خطیب کی جانب منسوب کرنے کے بعد اس کو التاریخ میں بھی منسوب کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے۔

جب کہ مصنف کا ظاہری انداز یہ ہے کہ ابن عساکر نے اس کی تخریج کی ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے اس لئے کہ اس نے اس حدیث کو عبدالرحمن بن سفر کے حالات میں اس کی حدیث سے بتایا ہے جبکہ اس نے ابن مندہ سے نقل کیا ہے کہ وہ متروک ہے جب کہ ذہبی نے اس کی متابعت کی ہے اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے اس کی اسناد میں یوسف بن السفر راوی متفروہ ہے اور اس کے بارے میں جیسا کہ دارقطنی اور نسائی (رحمہما اللہ) نے ذکر کیا ہے اور وہ متروک ہے اور دارقطنی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ کذب بیانی سے کام لیتا تھا اور ابن حبان کا قول ہے اس کے ساتھ استدلال کرنا درست نہیں ہے جبکہ یحییٰ نے اس کو لاشیء و قرار دیا ہے اور اس سے پیشگی نے اس کے قول کو ذکر کیا ہے اس کے بعد کہ اس نے اس کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس کی اسناد میں یوسف بن السفر راوی متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: اور کہا جاتا ہے کہ اس میں ابن الغضیف ہے اور اسی طرح اس کو ابو نعیم نے اخبار اصیہان (۱۱۶/۱، ۳۰۷) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو العلل (۱/۲۸۷) میں اس کی اس اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے جب کہ یوسف راوی حدیث میں ضعیف ہے متروک راوی کے مشابہ ہے جب کہ اس کے بارے میں ابن عدی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس نے باطل احادیث کو روایت کیا ہے اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ان لوگوں کی گنتی میں ہے جو احادیث کو وضع کرتے ہیں۔

امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو السیوزان میں نقل کیا ہے، بعد ازاں اس کی احادیث کو ذکر کیا ہے اسی طرح بعض نے اس کا نام رکھا ہے جب کہ درست محمد بن سفر نام ہے جو کہ متروک راوی ہے جبکہ امام بخاری نے اس کو ذکر کیا ہے اس نے کہا ہے کہ عبدالرحمن بن سفر نے موضوع حدیث کو بیان کیا ہے میں کہتا ہوں: اور جیسا کہ اس کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے اور اس کو طبرانی نے معجم الکبیر (۱/۲۳۳/۳) میں ذکر کیا ہے جبکہ درست بات یہ ہے کہ ابن الاعرابی نے اس کو اپنی المعجم (۲/۱۸۵)

میں ذکر کیا ہے بعد ازاں اس کو عبد اللہ بن عمرو بن عاص کی حدیث سے موقوف ذکر کیا ہے جیسا کہ اس کی اسناد میں جعفر بن محمد انطاکی ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو ثقہ نہیں کہا ہے اور اس کی حدیث باطل ہے۔ میں کہتا ہوں: وہ عنقریب ان الفاظ کے ساتھ آئے گی کہ ”معاویہ کو اٹھایا جائے گا اس پر نور کی چادر ہوگی“ جب کہ امام منذری کا قول الضرع غیب (۱۲۱/۲) میں ہے یعنی (رحمہ اللہ) نے اس کو حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے، چنانچہ میرے خیال میں یہ اس کا تساہل یا اس کے اوہام ہیں جب کہ یہ حدیث المعجم الکبیر میں ایک دوسرے طریق سے ہے کہ اس میں ایک دوسرا کذاب راوی ہے اس کے کچھ الفاظ اس کے مغائر ہیں آگے اس کا ذکر ہوگا جب کہ الخطیب (رحمہ اللہ) نے اس کو اس یوسف کے طریق سے الموضح (۲۵۵/۲) میں ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس کی اسناد میں ابو الغیض یوسف بن السمر راوی اوزاعی سے روایت کرنے میں متفرد ہے جب کہ اس کو اس کے سوا میں دوسرے طریق سے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۸۸) ((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُنَزِّلُ لِي كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ رَحْمَةٍ: سِتِّينَ مِنْهَا عَلَى الطَّائِفِينَ بِالْبَيْتِ وَعِشْرِينَ عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ، وَعِشْرِينَ عَلَى سَائِرِ النَّاسِ))  
ترجمہ: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ روزانہ ایک صد رحمتوں کو اتارتا ہے ان میں سے ساٹھ (۶۰) رحمتیں ان لوگوں پر اترتی ہیں جو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں جب کہ بیس (۲۰) رحمتیں مکہ والوں پر اور بیس (۲۰) رحمتیں دیگر لوگوں پر“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱۱۳۱۳) میں اور الخطیب نے اپنی التاریخ (۲۷/۶) میں محمد بن معاویہ نیشاپوری کے طریق سے اس نے کہا، ہمیں محمد بن صفوان نے اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ ابن عدی کا قول ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور امام اوزاعی سے روایت ہے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے اس حدیث کو یوسف بن سمر نے روایت کیا ہے جبکہ یوسف بن سمر راوی ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: ابن معاویہ راوی کے بارے میں امام ابن مہین اور امام دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ کذاب ہے جبکہ دارقطنی نے مزید کہا ہے کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا جبکہ امام ذہبی نے اس کے حالات میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

(۱۸۹) ((إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الشَّمْسِ فَإِنَّهَا تَبْلَى الثَّوْبَ وَتَنْتِ الرِّيحَ وَتُظْهِرُ

## الدَّاءُ الدَّفِينُ))

ترجمہ: ”دھوپ میں بیٹھنے سے خود کو بچاؤ اس لئے کہ سورج کی دھوپ کپڑوں کو بوسیدہ کرتی ہے فضا کو بد بو دار کرتی ہے اور مدفون بیماریوں کو اجاگر کرتی ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک (۳۱۱/۳) میں محمد بن زہان طحان کے طریق سے اس نے کہا ہمیں میمون بن مہران نے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ امام حاکم نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور امام ذہبی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے: میں کہتا ہوں: اس حدیث کو الطحان نے وضع کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کے ساتھ ساتھ امام سیوطی نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے جبکہ امام منادوی نے اس کا تعاقب امام ذہبی کے اس کلام کے ساتھ کیا ہے کہ منادوی نے کہا ہے کہ مصنف کیلئے مناسب نہیں تھا کہ وہ اس کو حذف کر دیتا۔

(۱۹۰) ((مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَفِي رَأْسِهِ عَرَقٌ مِنَ الْجَذَامِ تَنْعُرُ، فَإِذَا هَاجَ سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْهِ الزُّكَّامَ فَلَا تَدَاوُوا لَهُ))

ترجمہ: ”تم میں سے ہر شخص کے سر میں جدام بیماری کی رگ ہے جو جوش مارتی ہے تو جب اس میں تیزی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر زکام کو مسلط کر دیتا ہے پس تم اس کا علاج نہ کراؤ“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۱۱/۳) میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح قاسم سرسقی نے غریب الحدیث (۱/۱۵۳/۲) میں محمد بن یونس قرشی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں بشر بن حجر السلمی نے بتایا اس نے کہا ہمیں فضیل بن عیاض نے لیث سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے، میں کہتا ہوں: گویا کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ الکردی راوی مجہم ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الموسوعات میں اس کی اسناد کے ساتھ کدی می تک ہے بعد ازاں اس نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے محمد بن یونس کدی می راوی حدیث وضع کرتا تھا جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللالی (۳۰۲/۲) میں اس کو برقرار رکھا ہے اس نے اس کا کچھ تعاقب نہیں کیا ہے البتہ اس نے ذکر کیا ہے کہ امام حاکم نے اس کو روایت کیا ہے جبکہ امام ذہبی نے اس کا تعاقب کیا

ہے جو گزر چکا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

((الْجُمُعَةُ حَيْثُ الْفُقَرَاءِ، وَفِي لَفْظِ الْمَسَاكِينِ))

ترجمہ: ”جمعة المبارک فقراء کا حج ہے جبکہ ایک لفظ میں ہے کہ مساکین کا حج ہے“  
تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام قضاہی اور ابن عساکر نے ابن عباس سے پہلے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ ابن زنجویہ اور قضاہی نے بھی دوسرے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ الجامع الصغیر میں ہے جب کہ امام مناوی نے اس کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ نے روایت کیا ہے ان سب نے اس حدیث کو عیسیٰ بن ابراہیم الباشمی کی حدیث سے اس نے مقاتل سے اس نے ضحاک سے اس نے ابن عباس سے روایت کیا ہے حافظ عراقی نے واضح کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے جب کہ اس حدیث کو السمیزان میں اس عیسیٰ (راوی) کے حالات میں ذکر کیا ہے اور ایک جماعت نے اس سے نقل کیا ہے کہ یہ راوی منکر الحدیث ہے متروک ہے جب کہ امام مناوی نے کہا ہے کہ مقاتل راوی ضعیف ہے اور اسی طرح وہ راوی جو اس سے روایت کر رہا ہے وہ بھی ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: حدیث میں کلام دوسرے لفظ کے بارے میں ہے جب کہ پہلا لفظ وہ سیوطی کی ترتیب میں دوسرا ہے تو اس کے بارے میں امام مناوی نے کچھ کلام نہیں کیا ہے پس شاید اس نے اس پر اکتفا کیا ہے جب کہ اشارہ اس جانب ہے کہ ان دونوں کا راستہ ایک ہے اور وہ الکشف کے انداز سے واضح ہے اور شاید کہ امام مناوی نے اس حدیث میں امام سیوطی کے اصل مقاصد کا اتباع کیا ہے جب کہ اس نے اس کو دو الفاظ کے ساتھ وارد کیا ہے بعد ازاں اس نے وضاحت کی کہ اس کی اسناد میں مقاتل راوی ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: لیکن مقاتل راوی تو کذاب ہے جیسا کہ اسکے بارے میں وقیع کی جانب سے تذکرہ حدیث (نمبر ۱۶۸) گزر چکا ہے جب کہ اس سے روایت کرنے والا عیسیٰ بن ابراہیم راوی غایت درجہ ضعیف ہے امام بخاری اور امام نسائی (رحمہما) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے پس جب کہ یہ حدیث کذاب راوی کی روایت سے ہے تو امام سیوطی (رحمہ) کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس سے کتاب کو تحفظ عطا کرتا اسی لئے علامہ صفائی (رحمہ) نے اس کو الاحادیث الموضوعات (ص ۷۷) میں ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے امام ابن جوزی (رحمہ) نے الموضوعات میں ذکر کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ) نے اس کو برقرار رکھا ہے البتہ الفاظ اور ہیں اور وہ یہ ہیں ملاحظہ کریں۔

(۱۹۲) ((الدَّجَاجُ غَنَمٌ فَقَرَاءِ أُمَّتِي وَالْجُمُعَةُ حَجٌّ فَقَرَأْنَهَا))

ترجمہ: ”مرغی میری امت کے فقراء کے لئے بکری ہے جب کہ جمعہ کا دن امت کے فقراء کے لئے حج ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کوالموضوعات میں ابن حبان کی روایت سے عبداللہ بن زید محمش - نیشاپوری کے طریق سے اس نے ہشام بن عبداللہ رازی سے اس نے ابن ابی ذئب سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر سے مرفوع ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے کہا ہے کہ امام ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کو باطل قرار دیا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ ہشام (راوی) استدلال کے قابل نہیں ہے اور دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے جب کہ اصل بوجھ اس میں محمش راوی پر ہے جو حدیثیں وضع کیا کرتا تھا، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو اللآلی (۲۸/۲) میں برقرار رکھا ہے اس کا ہرگز تعاقب نہیں کیا ہے جب کہ ابن عراق نے اس کا تعاقب تنزیہ الشریعة (۲/۲۳۶) میں کیا ہے اس نے کہا ہے، میں کہتا ہوں: حافظ ذہبی (رحمہ اللہ) نے طبقات الحفاظ میں اس پر اقتصار کیا ہے کہ حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب میں کچھ افادیت نہیں ہے اس کے دو سبب ہیں پہلا سبب یہ ہے: کہ حدیث کی وہ علت جو اس کے موضوع ہونے کا تقاضا کر رہی ہے وہ تو ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ روایت اس وضاع کی ہے بالخصوص امام دارقطنی نے اس کی صراحت کی ہے کہ یہ حدیث تو جھوٹ کا پلندہ ہے اور ابن حبان نے اس کو باطل قرار دیا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے: کہ اس کا اس حدیث کو غیر صحیح قرار دینا وہ اس کے موضوع ہونے کے منافی نہیں ہے بلکہ اکثر و بیشتر یہ لفظ موضوع کلمہ کے مترادف ہے جب کہ وہ اس مقام میں اس معنی میں ہے اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے مزید برآں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے خود اس حدیث اور دوسری حدیث کو اس رازی کے حالات میں ابن حبان کی روایت سے کہ اس نے اس سے ذکر کیا ہے مزید برآں امام ذہبی کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ وہ دونوں باطل ہیں اور امام بیہاوی (رحمہ اللہ) نے (۱۶۳/۶) میں اس سے نقل کیا ہے کہ اس نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں موضوع ہیں پس معلوم ہوا کہ ذہبی ان لوگوں سے ہے جو حدیث کو موضوع قرار دے رہے ہیں جب کہ ابن عراق کے خیال کے مخالف ہے۔

(۱۹۳) (( مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ خِفَّةُ لِحْيَتِهِ ))

ترجمہ: "انسان کی سعادت ہے کہ اس کی داڑھی ہلکی ہو"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱۱۲۸۲/۳) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲۱۳۵۸) میں جب کہ خطیب (رحمہ اللہ) نے اپنی التاریخ (۲۹۷/۱۱۳) میں یوسف بن الفرق کے طریق سے اس نے سکین ابن ابی سراج سے اس نے مغیرہ بن سوید سے اس نے ابن عباس (رحمہم اللہ) سے مرفوع ذکر کیا ہے، بعد ازاں خطیب نے ابوصالح بن محمد سے روایت کیا ہے بعض لوگوں کا قول ہے بلاشبہ اس میں تبدیلی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کی سعادت اس میں ہے کہ اس کی داڑھی اللہ کے ذکر کے باعث ہلکی ہو، بعد ازاں خطیب کا قول ہے کہ سکین (راوی) مجہول، منکر الحدیث ہے اور مغیرہ بن سوید بھی مجہول ہے اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جب کہ یوسف بن الفرق راوی منکر الحدیث ہے اور لحيته کا لفظ صحیح نہیں ہے حرید لحيه بھی صحیح نہیں ہے جب کہ اس حدیث کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۱۶۳/۵-۱۶۵) میں ذکر کیا ہے نیز اس نے کہا ہے طبرانی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں یوسف بن الفرق (راوی) کے بارے میں ازدی کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے، جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس وجہ سے شامل کیا ہے، بعد ازاں اس کو جوہری کی روایت سے سوید بن سعید کے طریق سے ذکر کیا ہے اسناد اس طرح ہے کہ ہمیں بقیہ نے الولید سے اس نے ابی الفضل سے اس نے کھول سے اس نے ابن عباس سے اس کی مثل مرفوع ذکر کیا ہے۔

حرید برائ ابن عدی کی روایت سے ابو داؤد نخعی کے طریق سے اس نے حطان بن خفاف سے اس نے ابن عباس (رحمہم اللہ) سے روایت کیا ہے نیز اس کی روایت (۲۱۹۷) میں حسین بن مبارک سے اس نے کہا ہمیں بقیہ نے بتایا اس نے کہا ہمیں ورقاء ابن عمر نے بتایا اس نے ابی الزناد سے اس نے ارج سے اس نے ابو ہریرہ (رحمہم اللہ) سے مرفوع ذکر کیا ہے بعد ازاں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو غیر صحیح قرار دیا ہے المصہورہ مجہول ہے جب کہ سکین راوی موضوعات کو ان رداۃ سے ذکر کرتا ہے جو ثابت ہیں اور یوسف راوی کذاب ہے اور سوید راوی کو کبھی نے ضعیف قرار دیا ہے اور بقیہ راوی مدلس ہے اور اس کا استاذ ابوالفضل وہ عمر بن کثیر القاء ضعیف ہے اس کا مدلس ہونا کافی ہے جبکہ البخاری احادیث وضع کرتا تھا اور ورقاء راوی تو معمولی چیز کے برابر بھی نہیں ہے جب کہ الحسین بن مبارک کے بارے میں ابن

عدی (رہ) نے کہا ہے کہ وہ اسانید اور متون بیان کرتا تھا۔

میں کہتا ہوں: ابن عدی (رہ) نے نخی کے حالات (۲/۱۵۳) میں کہا ہے کہ اس نے اس کو وضع کیا ہے جبکہ ابن جوزی (رہ) نے سیوطی (رہ) کا السلائی (۱۲۱۱) میں تعاقب کیا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ اس نے اس کے موضوع ہونے پر موافقت کی ہے بلاشبہ اس نے اس کا تعاقب کیا ہے جو اس نے حدیث کے بعض راویوں پر جرح کی ہے اس نے کہا ہے کہ میں کہتا ہوں: ابن حبان (رہ) نے مغیرہ کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے کہ ابن حبان اکیلے کا اس کو ثقہ قرار دینا قابل اعتماد نہیں ہے جب کہ اس میں تسامح ہے بالخصوص مخالفت کے وقت جیسا کہ یہاں معاملہ ہے جب کہ میں نے خطیب کے قول کو اس مغیرہ راوی کے بارے میں سنا ہے کہ وہ مجہول ہے اور اسی طرح ابوبلی نیشاپوری کا قول ہے جس کو امام ذہبی (رہ) نے العیزان میں نقل کیا ہے مزید براں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے جب کہ اس سے روایت کرنے والا سکین راوی مجہول بھی ہے جیسا کہ خطیب کے کلام میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے جب کہ حافظ عسقلانی (رہ) نے اس کے حالات میں لسان العیزان سے ذکر کیا ہے کہ ابن حبان (رہ) کا قول ہے کہ وہ موضوعات روایت کیا کرتا تھا مغیرہ سے ابن عباس (رہ) سے اس حدیث کا مرفوع ہونا مذکور ہے کہ انسان کی سعادت سے ہے کہ اس کی داڑھی ہلکی ہو۔

میں کہتا ہوں: حدیث اس طریق سے موضوع ہے یہاں تک کہ ابن حبان (رہ) کے نزدیک بھی جس نے مغیرہ کو ثقہ راوی قرار دیا ہے جب کہ اس حدیث کے لحاظ سے یہ سکین راوی متہم ہے چنانچہ اس سے یوسف الشرق روایت کرنے والا اس کی اس پر متابعت عبدالرحمن بن قیس نے ابو بکر کلابازی کے ہاں مفتاح معانی الآثار (۱۱۶/۱۸) میں کی ہے، بعد ازاں سیوطی (رہ) نے ذکر کیا ہے کہ درقاء بٹگری ثقہ راوی ہے سچا ہے عالم ہے چھانڈنے اس سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام سیوطی (رہ) نے درست کہا ہے جب کہ امام ابن جوزی (رہ) نے غلطی کی ہے اس کا قول معمولی چیز کے برابر بھی نہیں ہے جب کہ یہ حدیث کو موضوع ہونے سے بچائیں سکتا جب تک کہ اسناد میں بقیہ (راوی) ہے اور وہ مشہور مدلس راوی ہے جب کہ اس مقام میں خوشی کا اظہار نہ کیا جائے کہ اس نے صراحتاً حدیث کے لفظ کہے ہیں اس لئے کہ جو راوی اس سے روایت کرنے والا ہے وہ



حسین بن مبارک ہے اور وہ ثقہ راوی نہیں ہے جیسا کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) کا کلام اس کا پتہ دے رہا ہے جو پہلے گزر چکا ہے اور وہ الکامل (۲/۱۹۷) میں ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو تسلیم کیا ہے بلکہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس کو تعیم قرار دیا ہے۔

بعد ازاں اس کی دو احادیث کو ذکر کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے جب کہ اس کے بعد اس نے کہا ہے کہ وہ راوی کذاب ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے اور جس کی جانب میں گیا ہوں وہ اس کی تائید کر رہی ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے موضوع ہونے پر موافقت کی ہے جبکہ اس نے اپنے فتاویٰ (۲/۲۰۵) میں ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس کو الامور موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس پر کچھ تعاقب نہیں کیا ہے جب کہ اس کے باوجود اس نے اس حدیث کو اپنی کتاب الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے اس نے غلطی کی ہے اور تناقض اختیار کیا ہے اور اس لئے اس کے شارح مناوی نے اس کا تعاقب ان بعض باتوں کے ساتھ کیا ہے جن کو ہم نے ابن جوزی، ذہبی اور عسقلانی (رحمہم اللہ) سے ذکر کیا ہے، مزید برآں اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے (۲/۲۶۳) میں بقیہ کے طریق سے اس نے ابی الفضل سے ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے بتایا کہ اس نے اس کے باپ سے دریافت کیا تو اس نے کہا یہ حدیث موضوع باطل ہے جب کہ ابن تیمیہ نے مختلف الحدیث (ص ۹۰) میں محدثین سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے۔

(۱۹۳) «عَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُبَارَكَةِ زَيْتِ الزُّيْتُونِ فَتَدَاوُوا بِهِ فَإِنَّهُ مُصْحَفَةٌ مِنَ الْبَاسُورِ»

ترجمہ: ”تم اس مبارک درخت کو لازم پکڑو فائدہ اٹھاؤ زیتون کے تیل کے ساتھ علاج کرو جب کہ زیتون کا تیل بوا میر کے مریض کو صحت عطا کرتا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو المجموع (۱۰۰/۵) میں عقبہ بن عامر کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے جب کہ اس حدیث کی اسناد میں اسن لہیصۃ راوی ہے اور اس کی حدیث حسن ہے جب کہ سند کے باقی روایۃ صحیح کے ہیں، البتہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو عثمان بن صالح کے حالات میں بیان کیا ہے اور اس نے ابی حاتم سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کے بیٹے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلیل (۲۷۹/۲) میں کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اس نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن عثمان نے حدیث بیان کی اس نے اپنے باپ سے اس نے ابن لہیعہ سے اس نے زید بن ابی حبیب سے اس نے ابی الخیر سے اس نے عقبہ سے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا، میرے باپ نے کہا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے السمعان میں اس حدیث کو برقرار رکھا ہے اور اس کی علت کی جانب اشارہ کیا ہے، امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا، ابو زرہ نے کہا کہ عثمان بن صالح ان لوگوں سے نہیں تھا جو جھوٹ کہتے ہوں، البتہ وہ خالد بن نجیح کے ساتھ تحریر کیا کرتا تھا پس وہ اس کی وجہ سے آزمائے گئے وہ ان پر ایسی باتوں کا اطاء کرتا تھا جن کو انہوں نے شیخ سے سنا نہیں تھا۔

اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے خالد بن نجیح کے حالات میں الجرح والتعديل (۱۲/۱) ۳۵۵ میں اپنے باپ سے ذکر کیا ہے کہ وہ عثمان بن صالح مصری اور ابوصالح لیث کے کاتب اور ابن ابی مریم کے ساتھ رفاقت اختیار کرتا تھا، مزید برآں وہ کذاب انسان تھا احادیث کو وضع کرتا تھا اور انہیں ابی مریم اور ابوصالح کی کتابوں میں شامل کر دیتا تھا اور یہ احادیث وہ ہیں جن کا ابوصالح پر انکار کیا گیا ہے وہم کیا جاتا ہے کہ یہ احادیث اس کے باعث ہیں، میں کہتا ہوں: ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص جس کا نام خالد ہے یہی وہ انسان ہے جس نے اس حدیث کو شیخ ابن لہیعہ سے تحریر کیا ہے اور اس کو یہ قدرت کیسے حاصل ہوئی تو اللہ اس کو زیادہ جانتا ہے جب کہ ابن لہیعہ کا حافظہ ضعیف تھا وہ اس نقص کے ساتھ مشہور تھا اس کے ساتھ ساتھ محدثین نے اس حدیث میں اس پر اس بوجھ کو نہیں رکھا گویا کہ انہوں نے محسوس کیا کہ یہ راوی بوجہ اپنے ضعیف ہونے کے اس بات کے ساتھ لائق نہیں ہے جب کہ اس حدیث کی علت سیوطی پر پوشیدہ رہی تو اس نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شامل کر دیا۔

(۱۹۵) «إِذَا جَامَعَ أَحَدُكُمْ زَوْجَتَهُ أَوْ جَارِيَتَهُ فَلَا يَنْظُرْ إِلَى فَرْجِهَا فَإِنَّ ذَلِكَ يُورِثُ الْعُمَى»

ترجمہ: ”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے یا اپنی لونڈی سے مجامعت کرے تو وہ اس کی شرم گاہ کی جانب نہ دیکھے اس لئے کہ اس کا دیکھنا یہ اندھے پن کو جنم دیتا ہے“  
تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو والموضوعات میں (۱۱۳۳) ابن

عدی کی روایت سے ہشام بن خالد سے اس نے بتایا کہ بقیہ نے ہمیں بتایا اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع ذکر کیا ہے مزید ابن جوزی نے وضاحت کی ہے کہ ابن حبان کا قول ہے بقیہ راوی کذاب رواۃ سے روایت کرتا ہے اور تدریس کا مرتکب ہوتا ہے جب کہ اس کے کچھ رفقاء ہیں جو اس کی حدیث سے ضعیف احادیث کو گرا دیتے ہیں اور اس کو پوشیدہ کرتے ہیں، پس مناسب ہے کہ یہ حدیث بعض ضعیف رواۃ سے ہووے ابن جریج سے بیان کرتے ہوں بعد ازاں اس سے تدریس کرتے ہیں جب کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے السلاسی ۱ (۱۷۰/۱۲) میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل میں اپنے باپ سے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا قول ہے جب کہ ابن القطان نے کتاب احکام النظر میں ذکر کیا ہے کہ بقی بن مخلد نے اس حدیث کو ہشام بن خالد سے روایت کیا ہے اس نے بقیہ سے اس نے کہا ہمیں ابن جریج نے بتایا پس اس میں بقی بن مخلد نہیں ہے البتہ برابری ہے ابن جریج نے کہا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے ابن الصلاح کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد مضبوط ہے، جبکہ اس حدیث کو امام بیہقی نے اپنی سنن میں دو اسالیب سے ذکر کیا ہے کہ جس میں بقیہ راوی نے لفظ عن کے ساتھ حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس طریق سے جس میں حدیث کی وضاحت ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اسی طرح ابن عساکر نے اس حدیث کو (۲۱۲۹۵/۱۳) میں اور اسی طرح ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے (۲۹۵/۱۲) میں اپنے باپ سے اس نے ہشام سے اس نے بقیہ سے ذکر کیا ہے کہ ہمیں جریج نے بتایا ابن ابی حاتم نے اس کو اس اسناد کے ساتھ دوسری روایات کے ذکر کو چلایا ہے شاید ہم ان دونوں کو بعد میں ذکر کریں، نیز اس جانب اشارہ کیا ہے کہ اس میں حدیث کی صراحت بقیہ راوی سے غلط ہے جس سے ہشام روایت کر رہا ہے پس اس نے کہا ہے جب کہ ابی کا قول ہے یہ تینوں احادیث موضوع ہیں ان کا کچھ اصل نہیں ہے۔

جب کہ بقیہ راوی مدلس ہے تو ان لوگوں نے خیال کیا کہ وہ ہر حدیث کا ذکر کرتے ہوئے حدیث کہتا ہے جب کہ انہوں نے اس حدیث کو گم نہیں پایا ہے جبکہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے العیضان میں اس کا اقرار کیا ہے اور اس کو ہشام کے حالات میں اس کا اصل قول قرار دیا ہے کہ وہ دمشق کے ثقہ رواۃ سے روایت کرتا ہے جب کہ روایت اس پر جاری ہو جاتی ہے اور گویا کہ اس وجہ سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے حدیث پر وضع ہونے کا حکم لگانے میں ابن دقیق العید (رحمہ اللہ) کی تابعداری کی ہے جو امام کا ساتھی

ہے جیسا کہ البدر المنیر (۲/۱۱۸) کے خلاصہ میں ہے، جب کہ عبدالحق (رہ) نے الاحکام الکبریٰ (۱/۱۳۳) میں ذکر کیا ہے کہ ابن جریج سے حدیث کو معلوم نہیں کیا جاتا ہے۔

جب کہ ابن عساکر (رہ) نے دوسرے مقام (۱/۱۸۸/۱۸) میں ہشام بن عمار کے طریق سے اس نے بقیہ سے اس نے ابن جریج سے اس کو روایت کیا ہے پس مجھے معلوم نہیں یہ ہشام بن عمار کی متابعت ہشام بن خالد کیلئے ہے یا اس کا عمار کہنا خالد کے لفظ سے بدل گیا ہے جیسا کہ میں ترجیح دیتا ہوں جب کہ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ابن الصلاح (رہ) کا قول کہ وہ مضبوط اسناد والا ہے درست نہیں ہے اس کو حدیثنا کے ظاہر لفظ کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے جب کہ اس بار یک علت کی جانب وہ خبردار نہ ہو سکا جس پر ہمیں امام ابو حاتم (رہ) نے متنبہ کیا ہے، جزاء اللہ خیراً۔

جب کہ عجیب و غریب باتوں سے ہے کہ ابن الصلاح (رہ) نے باوجود اس کے کہ اس نے اس حدیث کو تقویت قرار دینے میں غلطی کی ہے پس وہ اس میں اس قاعدہ کے مخالف ہے جس کو اس نے وضع کیا جو اس سے پہلے نہ تھا قاعدہ یہ ہے کہ اس دور میں حدیث کو صحیح قرار دینا درست نہیں ہے پس کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ حدیث کو صحیح قرار دے جیسا کہ مقدمہ علوم الحدیث کے (ص ۱۸) پر حافظ عراقی (رہ) کی شرح کے ساتھ ہے، بلکہ اس کے ہاں ضروری ہے کہ ان ائمہ حدیث کی اتباع کی جائے جو پہلے گزر چکے ہیں پس اس کا کیا حال ہے! کہ اس نے یہاں اس اصل کی مخالفت کی ہے تو اس نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جس کے بارے میں دونوں جلیل القدر حافظ ابو حاتم رازی (رہ) اور ابن حبان (رہ) موضوع کہتے ہیں جب کہ نظریہ صحیح اس حدیث کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ دیکھنے کی حرمت ہنسبت جماع کے دسائل کے حرمت کے بارے میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے خاندن کے لئے اجازت دی ہے کہ وہ اپنی بیوی سے مجامعت کرے تو کیا عقل باور کرتی ہے کہ اس کی شرم گاہ کی جانب دیکھنا ممنوع ہے ہرگز نہیں! جب کہ نقل بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ ”میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا تھا آپ پانی کے استعمال میں مجھ سے جلدی کرتے تو میں کہتی: کہ میرے لئے پانی رہنے دیں!“ (بخاری، مسلم)

اور ان کے سوانے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے، چنانچہ حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی شرم گاہ کو دیکھ سکتے ہیں۔

جب کہ اس کی تائید ابن حبان کی روایت کر رہی ہے جو سلیمان بن موسیٰ کے طریق سے ہے کہ اس سے ایک شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کی شرم گاہ کو دیکھ سکتا ہے اس نے کہا: میں نے عطاء سے دریافت کیا اس نے کہا کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو اس نے اس حدیث کو اس کے معنی کے لحاظ سے ذکر کیا ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری (۲۹۰/۱) میں کہا ہے کہ یہ حدیث صراحت کرتی ہے کہ:

”خاندن بیوی کی شرم گاہ کی طرف دیکھ سکتا ہے اور بیوی خاندن کی شرم گاہ کی جانب دیکھ سکتی ہے“

پس جب اس طرح واضح ہے تو کچھ فرق نہیں خواہ غسل کے وقت دیکھا جائے یا جماعت کے

وقت دیکھا جائے لہذا حدیث باطل ہے۔

(۱۹۶) (( إِذَا جَامَعَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَنْظُرُ إِلَى الْفَرْجِ فَإِنَّهُ يُورِثُ الْعُمَى وَلَا يُكْثِرُ الْكَلَامَ فَإِنَّهُ يُورِثُ الْخُرْسَ ))

ترجمہ: ”جب تم میں سے کوئی شخص جماعت کرے تو عورت کی شرم گاہ کی جانب نہ دیکھے بلاشبہ اس سے اندھا پن ظہور میں آتا ہے مزید براں زیادہ باتیں بھی نہ کرے اس سے گونگا پن کا ظہور ہوتا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ازدی کی روایت سے ابراہیم بن محمد بن یوسف فریابی سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن عبدالرحمن العستری نے بیان کیا اس نے مسعر بن کدام سے اس نے سعید المقبری سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے بعد ازاں ازدی نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم راوی گرا ہوا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلیء (۱۷۰/۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور السمعانی میں کہا ہے کہ ابو حاتم اور اس کے سوانے اس کو صدق کہا ہے جب کہ اکیلے ازدی نے کہا ہے کہ ابراہیم (راوی) گرا ہوا ہے تاہم ازدی کے قول کی جانب دھیان نہ کیا جائے جب کہ اس کی زبان میں جرح کے وقت تیزی ہے، جب کہ اٹکیل نے اپنی مشیخہ میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں محمد بن عبدالرحمن العستری مفرد ہے جب کہ وہ شامی راوی ہے مگر احادیث کو ذکر کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث کی علت ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ تہمت زدہ ہے، پختہ راوی نہیں ہے جب کہ اس کے بارے میں ابوالفتح نے کہا ہے کہ یہ راوی کذاب ہے اس کی حدیث کو چھوڑا جاتا ہے جب کہ لسان الممیزان میں دارقطنی سے نقل کیا گیا ہے کہ اس نے راوی کو متروک الحدیث قرار دیا ہے کہ اس کی حدیث کو چھوڑ دیا گیا ہے اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی احادیث میں مسعر سے اس نے المقبری سے والی حدیث منکر ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے اور نہ ہی اس کی متابعت ہے جب کہ وہ راوی مجہول ہے بعد ازاں امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا ایک شاہد ذکر کیا ہے اور وہ ہے جو آگے آ رہا ہے۔

(۱۹۷) ((لَا تَكْثُرُوا الْكَلَامَ عِنْدَ مُجَامَعَةِ النِّسَاءِ فَإِنَّ مِنْهُ يَكُونُ الْخَرَسُ وَالْفَأْفَاءُ))

ترجمہ: ”عورتوں کے ساتھ مجامعت کے وقت زیادہ کلام نہ کرو اس سے گونگا پن اور زبان میں لکنت کا ظہور ہوتا ہے“

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام سیوطی نے اس حدیث کو اللاتمی (۱۷۰۱۲-۱۷۱۱) میں ذکر کیا یہ پہلی حدیث کی شاہد ہے ابن عساکر کی روایت سے اسی اسناد کی ساتھ ابوالدرداء تک ہاشم بن محمد بن صالح الانصاری سے اس نے کہا، میں عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمرو اوسکی (جب کہ اصل میں عامر اوسکی ہے اور وہ غلط ہے) نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہم سے خیران بن علاء کی سانی دمشقی نے بیان کیا اس نے زہیر بن محمد سے اس نے ابن شہاب سے اس نے قبیصہ بن ذؤیب سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے اس حدیث کو ذکر کیا، میں کہتا ہوں: سیوطی نے اس سے خاموشی اختیار کی ہے جبکہ اس میں چار علمیں ہیں۔

پہلی علت: ارسال ہے اس لئے کہ قبیصہ تابعی ہے کہا جاتا ہے: کہ اس کو نبی ﷺ کی روایت حاصل ہے۔ دوسری علت: زہیر بن محمد یہ تمیمی راوی ہے اس میں اختلاف کیا گیا ہے جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے العسریب میں ذکر کیا ہے کہ شامیوں کی اس سے روایت درست نہیں ہے چنانچہ اس وجہ سے وہ ضعیف ہے امام بخاری نے احمد سے ذکر کیا ہے کہ زہیر راوی جس سے شامی لوگوں نے روایت کی ہے وہ اور ہے ابو حاتم کا قول ہے، اس نے ملک شام میں اپنے حافظ سے احادیث بیان کیں تو اغلاط زیادہ ہو گئیں جبکہ میزان الاعتدال میں ہے کہ امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے العلیل میں کہا ہے کہ میں نے بخاری سے اس زہیر کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا میں اس شیخ سے کنارہ کشی کرتا ہوں گویا کہ اس کی حدیث

موضوع ہے جب کہ یہ راوی میرے نزدیک زہیر بن محمد نہیں ہے، میں کہتا ہوں: اور یہ حدیث اہل شام کی روایت سے ہے جو وہ اس سے روایت کرتے ہیں چنانچہ یہ بات اس کے ضعف پر دلالت کرتی ہے۔ تیسری علت: خیران بن علاء مشہور راوی نہیں ہے جب کہ ابن حبان کے علاوہ اس کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے اور امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی جانب اس کے حالات میں اشارہ کیا ہے اور اس کو ثقہ قرار دیا گیا ہے جب کہ اس کے لئے حدیث منکر ہے شاید یہ اس کے شیخ سے ہو مقصود زہیر بن محمد ہے اور شاید اس نے اس حدیث کا ارادہ کیا ہے۔

چوتھی علت: ابوالدرداء ہاشم بن محمد بن صالح انصاری کے حالات کو میں نے نہیں پایا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اسناد عایت درجہ ضعیف ہے دلیل کے لائق نہیں ہے، مزید برآں حدیث منکر ہے، واللہ اعلم۔

(۱۹۸) «مَنْ أَصِيبَ بِمُصِيبَةٍ فِي مَالِهِ أَوْ جَسَدِهِ وَكَتَمَهَا وَلَمْ يَشْكُهَا إِلَى النَّاسِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُغْفِرَ لَهُ»

ترجمہ: ”جس شخص کو اس کے مال یا اس کے جسم میں تکالیف سے دوچار کیا گیا جب کہ اس نے ان کو چھپایا اور لوگوں کے سامنے شکوہ شکایت نہ کی تو اللہ پر واجب ہوتا ہے کہ اس کو معاف کرے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱۱۲۲/۳) میں ہشام بن خالد سے اس نے کہا ہمیں بقیہ نے خبر دی اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع ذکر کیا ہے بیہمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۳۳۱/۲) میں کہا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو آنگہ کبیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں بقیہ راوی مدلس ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس کے طریق سے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ اس نے اپنے باپ سے ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا کہ حدیث موضوع ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا اقرار کیا ہے جب کہ میں نے ابو حاتم کے مکمل کلام کو حدیث (نمبر ۱۹۵) میں ذکر کیا ہے اس جانب مراجعت کریں جب کہ اس کا تذکرہ بقیہ کے تذکرہ میں میزان الاعتدال سے ابن حبان (رحمہ اللہ) کے طریق سے ذکر کیا ہے جبکہ اس کو ہم نے ایک نسخہ میں اس اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے وہ نسخہ سب کا سب موضوع ہے معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ نے اس کو کسی کمزور انسان سے سنا ہوا اس نے ابن

جرتج سے ذکر کیا پس اس نے تدریس کو اختیار کیا اور اس کے ساتھ طاربا، میں کہتا ہوں: گویا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) ہمیں اور اس کو معاف کرے (کوان دونوں اماموں کے فیصلہ پر اطلاع نہ ہو سکی کہ وہ اس حدیث کو موضوع قرار دیتے تھے وگرنہ وہ اس کو الجامع الصغیر میں شامل نہ کرتا۔

(۱۹۹) «حَقُّ الْوَالِدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحَسِّنَ اسْمَهُ وَيُحَسِّنَ أَذْبَهُ»

ترجمہ: ”بیٹے کا باپ پر حق ہے کہ اس کا نام خوبصورت رکھے اور اس کی اچھی تربیت کرے“  
تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابو محمد جعفر بن محمد بن حسین سراج القاری نے الفوائد (۵/۱۳۲) مجموع (۹۸) میں اور محمد بن عبدالرحیم المقدسی (رحمہ اللہ) نے المنتقى من مسوعاته (ج ۳ ورقہ ۱/۲۶) مجموع (۱۰۱) میں محمد بن عیسیٰ کے طریق سے اس نے کہا ہمیں محمد بن الفضل نے اپنے باپ سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ طاعلی قاری (رحمہ اللہ) نے اس کو غریب قرار دیا ہے میں نہیں جانتا ہوں کہ اس کو محمد بن فضیل کے سوانے ذکر کیا ہو جب کہ وہ غایت ذیہ ضعیف ہے جب کہ اس کا باپ ثقہ ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ محمد بن فضیل راوی کو ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) نے جھوٹ کے ساتھ متہم کیا ہے جب کہ الفلاس (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے اور امام احمد (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی حدیث جھوٹ کہنے والوں کی حدیث ہے جب کہ محمد بن عیسیٰ المدائنی (راوی) متروک ہے جیسا کہ دارقطنی اور حاکم (رحمہما اللہ) نے کہا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع میں بیہی کی روایت سے الشعب میں شامل کیا ہے۔

چنانچہ امام مناوی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب اپنے قول کے ساتھ کیا ہے جب کہ مصنف کے تصرف کا تقاضا ہے کہ اس کا مخرج بیہی ہے اس نے اس کی تجزیہ کی ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے بلکہ اس نے کہا ہے کہ محمد بن فضل بن عطیہ مرفوعہ کے باعث ضعیف ہے، جب کہ اس میں محمد بن عیسیٰ المدائنی بھی ہے الضعفاء میں دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف اور متروک قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: وہ اس میں متفرد نہیں ہے جب کہ اس حدیث کو ابوبکر الجصاص (رحمہ اللہ) نے احکام القرآن (۳/۵۷۴) میں جبارہ کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ اس نے ہمیں محمد بن فضل سے اس کی خبر



دی ہے جب کہ یہ جبارہ بن المغلس ہے ابن معین (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے اور ابن نمیر نے کہا ہے کہ اس کے لئے حدیث کو وضع کیا جاتا ہے وہ اس کو روایت کرتا تھا کچھ جانتا نہ تھا۔

(۲۰۰) ((الْحَجُّ جِهَادٌ، وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ))

ترجمہ: ”حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲۳۲/۲) میں اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲۸۶/۱) میں حسن بن یحییٰ انصاری کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عمر بن قیس نے خبر دی اس نے کہا مجھے طلحہ بن یحییٰ نے اپنے چچا اسحاق بن طلحہ سے اس نے طلحہ بن عبید اللہ سے مرفوع ذکر کیا ہے سندھی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس نے الزوائد میں کہا ہے کہ ابن قیس جو مندل کے ساتھ معروف ہے اس کو امام احمد، ابن معین (رحمہ اللہ) اور ان کے سوانے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ حسن (راوی) بھی ضعیف ہے بلکہ وہ دونوں متروک ہیں جب کہ پہلے کے بارے میں امام احمد (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی احادیث باطل ہیں جب کہ حسن (راوی) کے بارے میں امام نسائی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو متروک قرار دیا ہے حافظ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے غایت درجہ منکر الحدیث کہا ہے وہ ثقہ رواۃ سے ایسی احادیث روایت کرتا ہے جن کا کچھ اصل نہیں۔

بعد ازاں اس نے اس کی ایک حدیث کو ذکر کیا اس کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ میں اس کے بعد اس کا ذکر کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ جب کہ اس حدیث کے بارے میں ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں اپنے باپ سے دریافت کیا اس نے کہا یہ حدیث باطل ہے، میں کہتا ہوں: اس کا ایک طریق اور ہے جس کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اپنی سنن (۳۳۸/۳) میں سعید بن سالم کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ سفیان نے اس کو خبر دی معاویہ بن اسحاق سے اس نے ابوصالح المحضی سے مرفوع ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد بوجہ اس کے مرسل ہونے کے ضعیف ہے جب کہ سعید بن سالم اس میں ضعیف ہے جب کہ بیہقی (رحمہ اللہ) نے شافعی سے ذکر کیا ہے اس نے اس کو منقطع کہا ہے یعنی مرسل ہے، بعد ازاں بیہقی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ شعبہ کی حدیث معاویہ بن اسحاق سے اس نے ابوصالح سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موصول ذکر کیا ہے جب کہ اس میں اسناد شعبہ تک ضعیف ہے نیز اس کو محمد بن الفضل بن

عطیہ نے سالم انطس سے اس نے ابن جبیر سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ محمد (راوی) متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ کذاب ہے ابن معین، فلاس اور ان دونوں کے علاوہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے حدیث نمبر ۲۶ میں گزر چکا ہے جب کہ اس حدیث کو اس کے طریق سے طبرانی نے المعجم الکبیر (۱/۱۵۴/۳) میں ذکر کیا ہے

www.KitaboSunnat.com

(۲۰۱) «مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمُوتُ فَيُقِيمُ فِي قَبْرِهِ إِلَّا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا حَتَّى تُرَدَّ إِلَيْهِ رُوحُهُ وَمَرَزَتْ بِمُوسَى لَيْلَةٌ أُسْرِي بِي وَهُوَ قَائِمٌ فِي قَبْرِهِ بَيْنَ عَائِلَةٍ وَعَوِيلَةٍ» ترجمہ: جو بھی پیغمبر فوت ہوتا ہے وہ اپنی قبر ہی میں چالیس روز گزارتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے اور جس رات مجھے اسراء کرایا گیا میرا گزرموسیٰ (ﷺ) کے پاس سے ہوا تو موسیٰ (ﷺ) کا نلکہ اور عویلہ جگہ کے درمیان اپنی قبر میں کھڑے تھے۔

تحقیق: حدیث موضوع ہے اس حدیث کو ابن نعیم (رحمہ اللہ) نے الحلیہ (۳۳۳/۸) میں اپنے شیخ سلیمان بن احمد طبرانی (رحمہ اللہ) (جنہوں نے تین معاجم کو تصنیف کیا ہے) کے طریق سے، اور ابن عساکر (رحمہ اللہ) نے (۱/۱۹۷/۱۷) میں حسن بن یحییٰ سے اس نے کہا: ہمیں سعید بن عبد العزیز نے حدیث سنائی اس نے زید بن ابی مالک سے اس نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے اس حدیث کو مروفا بیان کیا، بعد ازاں ابو نعیم اور ابن عساکر نے اس حدیث کو زید سے غریب قرار دیا ہے، ہم نے اس حدیث کو صرف خوشنی سے نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: خوشنی (راوی) متروک ہے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں اس کا ذکر گزر چکا ہے اور اس کے طریق سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن حبان (رحمہ اللہ) کی روایت سے ذکر کیا ہے بعد ازاں ابن حبان نے اس حدیث کو باطل کہا ہے اور خوشنی راوی شدید منکر الحدیث ہے وہ لفقہ راویوں سے ایسی حدیثیں روایت کرتا ہے جن کا کچھ اصل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ابن حبان سے باطل موضوع کہا ہے اور تھذیب التھذیب (۳۷۱/۲) میں اس کو ثابت کیا ہے اسی طرح ابن حجر سے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو السمیزان میں (خوشنی) کے حالات میں ذکر کیا ہے، اور بیان کیا ہے کہ وہ اس حدیث کے بیان کرنے میں متفرد ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس کو برقرار بھی رکھا ہے، لیکن امام سیوطی نے تمام کی مخالفت کی ہے اس نے السلاسی (۲۸۵/۱) میں ابن جوزی کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور ابو نعیم نے الحلیہ میں ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے شواہد ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے خوشنی (راوی) ابن ماجہ کے

رواۃ سے ہے اکثر محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اس کی نسبت وضع اور کذب کی جانب نہیں ہے اور درحیم نے کہا کہ خشنی راوی میں کچھ حرج نہیں، ابوحاتم (رحمہ اللہ) نے کہا کہ وہ صلوق ہے لیکن اس کا حافظ خراب تھا، ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا اس کی بیان کردہ روایات محصل ہیں اور جس شخص کا یہ حال ہے اس کی بیان کردہ حدیث کو موضوع نہیں کہا جاسکتا۔

میں کہتا ہوں: قارئین کو اس بحث سے جس کو ہم نے حدیث نمبر ۱۹۸ میں جرح و تعدیل کے ائمہ سے نقل کیا ہے معلوم ہو گیا ہوگا کہ حسن بن یحییٰ خشنی (راوی) متروک اور منکر الحدیث ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس راوی کا شمار ان رواۃ سے ہو جو عمداً جھوٹ بولتے ہیں البتہ اس سے کذب کا وقوع ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں کثرت کیساتھ غفلت اور سوء الحفظ شدید درجہ کا ہے۔

اس بحث میں سیوطی (رحمہ اللہ) کا قول کچھ مؤثر نہیں کہ خشنی راوی کو وضع اور کذب کی جانب منسوب نہیں کیا جاسکتا ہاں! اگر وضع اور کذب سے مراد مطلقاً وضع اور کذب ہو، مگر نہ ابن حبان کی وہ عبارت جو پہلے گزر چکی ہے (اس کا مفہوم یہ ہے) کہ خشنی (راوی) ثقہ راویوں سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جن کا کچھ اصل نہیں ہے اس عبارت میں بظاہر اس کو کذب کی طرف منسوب کیا گیا ہے، خصوصیت کیساتھ جب اس نے اس حدیث کے بارے میں فیصلہ دیا ہے جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں کہ وہ موضوع ہے لیکن اسکی یہ عبارت اس راوی کو متہم نہیں کرتی کہ وہ اراداً وضع کرتا ہے۔ (فَتَأْمَلُ) البتہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے ابن عدی (رحمہ اللہ) سے جو وضاحت نقل کی ہے اس سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ اس راوی کی تمام روایات، محصل ہیں ابن عدی کا یہ مقصود نہیں ہے اس لئے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے ابن عدی (رحمہ اللہ) کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا قول: ابن عدی نے خشنی راوی کی متعدد منکر روایات کو بیان کیا ہے بعد ازاں ذکر کیا ہے کہ اس سے مروی یہ روایت سب سے زیادہ منکر ہے اس کا ذکر کامل ابن عدی (۱۷۹۰) میں ہے، اللہ پاک حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کو جزائے خیر عطا فرمائے، جب انہوں نے ابن عدی کے مقصود سے ہمیں آگاہ کیا ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) کا شمار ان ائمہ سے ہوتا ہے جو خشنی راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں، لہذا ابن عدی کا شمار ان ائمہ سے کرنا (جو اس کو فقہ قرار دیتے ہیں) جائز نہیں ہے جیسا کہ سیوطی نے کہا ہے (اللہ پاک ہم کو اور سیوطی کو معاف فرمائے) امام سیوطی کی اس نوعیت کی غلطی کا ذکر آئندہ ذکر ہونے والی حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

توجہ فرمائیں اگر ہم تسلیم کریں کہ خوشنی (راوی) کو دحیم جیسے عالم نے ثقہ قرار دیا ہے تو ہم اس کی تسوئسقی کی کچھ حیثیت نہیں سمجھتے جب ہمارے سامنے اصول حدیث کا یہ قاعدہ موجود ہے کہ ((جرح مفسر کو تعدیل پر مقدم رکھا جاتا ہے))

بعد ازاں مجھے مزید انکشاف ہوا کہ میرے خیال کی تائید ابن حبان (رحمہ اللہ) کی اس عبارت سے ہو رہی ہے کہ بعض اوقات انسان (راوی) غیر ارادی طور پر کذب بیانی سے کام لیتا ہے مراحثاً مکمل طور پر یہ عبارت تہذیب التہذیب میں ہے۔

ابن حبان (رحمہ اللہ) نے خوشنی (راوی) کو غایت درجہ منکر الحدیث کہا ہے نیز یہ رادی ثقہ رواۃ سے وہ چیز روایت کرتا ہے جس کا کوئی اصل نہیں اور پختہ کار رواۃ سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جن کی متابعت نہیں ہو پاتی، یہ راوی صالح ہے اپنے حافظہ سے روایات بیان کرتا ہے اور مرویات میں کثرت کے ساتھ وہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی بیان کردہ احادیث میں منکر احادیث زیادہ ہیں اور دل کامیلان اس طرف ہوتا ہے کہ یہ راوی اراداً منکر روایات بیان کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو متروک قرار دیا گیا ہے۔

ابن حبان (رحمہ اللہ) کی روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ راوی عمداً کذب بیانی سے کام نہیں لیتا ہے، وہم کے پیش نظر اس سے کذب صادر ہوتا ہے، بہر حال یہ راوی قابل اعتبار نہیں ہے اور غایت درجہ ضعیف ہے، لہذا اس کی مروی حدیث پر معمولی شہ کی بناء پر بھی موضوع ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ حدیث رسول اکرم ﷺ کے اس قول کے معارض ہے کہ: ”جب کوئی شخص مجھ پر سلام کا ہدیہ بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ میں میری روح لوٹا دیتا ہے تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں“ (یہ حدیث ابوداؤد ۳۱۹/۱، بیہقی ۲۳۵/۵، احمد ۵۲۷/۲ میں ہے، اس حدیث کی سند حسن ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے)

تعارض کی وضاحت: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کی روح آپ کے جسد مبارک میں ہر وقت نہیں رہتی آپ کے جسد مبارک میں روح اس لئے داخل کی جاتی ہے کہ آپ ان لوگوں کے سلام کا جواب دیں جنہوں نے آپ پر سلام کا ہدیہ بھیجا ہے، جب کہ زیر بحث موضوع حدیث وضاحت کے ساتھ ثابت کرتی ہے کہ ہر پنجشنبہ کی روح اس کی وفات کے چالیس روز بعد اس میں واپس کر دی جاتی ہے اگر اس موضوع حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو کیسے آپ ﷺ کے جسم مبارک میں روح واپس کی جاتی ہے

تاکہ آپ سلام کا ہدیہ بھیجنے والوں کا جواب دیں، یہ بات ناقابل فہم ہے بلکہ بظاہر تناقض ہے۔

پس ان دونوں میں سے ایک حدیث کا رد ضروری ہے لیکن اس منکر حدیث کو ہی محدود قرار دیا جائے گا تاکہ وہ حدیث جو قوی ہے مخالف حدیث سے محفوظ رہے، قارئین غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ ذکر کردہ وضاحت الہامی ہے جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے یہ وضاحت کہیں نہیں دیکھی اگر یہ وضاحت صحیح ہے تو من جانب اللہ ہے وگرنہ میرے نفس کی سوچ ہے۔

نیز اس حدیث کے ان الفاظ کے ساتھ باطل ہونے پر یہ بات دلالت کر رہی ہے کہ اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا موسیٰ علیہ السلام کا مشاہدہ کرنا کہ وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے ہیں یہ تو صحیح ہے لیکن **بَيْنَ عَائِلَةٍ وَ عُوَيْلَةٍ** یعنی "قبر عائکہ اور عویلہ کے درمیان ہے" ثابت نہیں ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم (۱۰۲/۷) میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس رات مجھے اسراء کرایا گیا اس رات میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا سرخ نیلے کے قریب آپ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے" صحیح مسلم شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدیث میں مذکورہ الفاظ کی زیادتی صحیح نہیں جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث متن میں ذکر کردہ حدیث کے پہلے حصے کو باطل قرار دے رہی ہے۔

مزید برآں سیوطی (رحمہ اللہ) کے کلام میں یہ بات پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ اس حدیث کے شواہد ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث درجہ حسن تک پہنچ رہی ہے لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس میں غور و فکر کریں تاکہ ان لوگوں کے سامنے اصل حقیقت کو آشکارا کیا جائے جو اصل حقیقت سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں تو اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث کے شواہد نہیں ہیں اس حدیث کے صرف دو شواہد ہیں جن کا ذکر خود امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے کیا ہے دو سے زائد کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ان دونوں میں سے ایک طریق ابو المقدام ثابت بن ہریرہ کوئی سے مروی ہے اس نے سعید بن مسیب سے بیان کیا اس نے بیان کیا کہ "کوئی پیغمبر زمین پر اپنی قبر میں چالیس دن سے زیادہ نہیں رہتا" ایک روایت میں اضافہ ہے: "پھر اسے زمین سے اٹھایا جاتا ہے" اس حدیث کی سند قوی ہے جبکہ حدیث موقوف ہے لہذا استدلال کے قابل نہیں ممکن ہے کہ یہ حدیث اسرائیلی روایات سے ہو۔

مزید برآں اس زیادتی کو یہ حدیث بھی باطل قرار دے رہی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے" یہ حدیث صحیح ہے اس حدیث

کو امام ابو داؤد (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ابن حبان (رحمہ اللہ) نے صحیح ابن حبان میں، امام حاکم (رحمہ اللہ) اور دیگر محدثین نے بھی ذکر کیا ہے۔

فصل الصلوة علی النبی ﷺ کی حدیث (۲۳، ۲۲) کے ضمن میں میری تحقیق ملاحظہ فرمائیں اس میں وضاحت کی گئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات سے ہے کہ زمین ان کے اجسام کو نہیں کھاتی اور اگر ہم ثابت کریں کہ ان کے اجسام ان کی قبروں سے اٹھائے جاتے ہیں تو ان کی ذکر کردہ خصوصیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے معلوم ہوا حدیث میں زائد الفاظ باطل ہیں اور اگر زائد الفاظ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کی ایک دوسری خصوصیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے کہ وہ آسمان میں اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں! کہ ضعیف حدیثوں کے مفاسد اور اثرات کیا گتس کھاتے ہیں! مزید برآں اگر یہ زیادتی صحیح ثابت ہو جائے تو صحیح حدیث کے متعاقب ہے اس لئے کہ اس میں وضاحت موجود ہے کہ ”روح میت کے جسم میں واپس جاتی ہے جب کہ وہ اپنی قبر میں ہے“ اس زیادتی سے معلوم ہوا کہ ان کا جسم اٹھایا گیا تو کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ ایک نقیض کو اس کی نقیض کا شاہد قرار دیا جائے البتہ دوسرے شاہد کا ذکر ہم الگ کر رہے ہیں اور اس پر نقیض بھی وارد کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں!

(۲۰۲) «إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا يُتْرَكُونَ فِي قُبُورِهِمْ بَعْدَ أَنْ يَبْعِنَ لَيْلَةً وَلَكِنَّهُمْ يُصَلُّونَ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ حَتَّى يُنْفَخَ فِي الصُّورِ»

ترجمہ: ”بلاشبہ انبیاء چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں ہوتے البتہ وہ صور میں پھونکنے تک اللہ کے آگے نوافل ادا کرنے میں مشغول رہتے ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کو ”کتاب حیاة الانبیاء“ (ص ۴) میں ذکر کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں ابو عبد اللہ الحافظ نے بتایا، اس نے کہا ہمیں احمد بن علی حسوی نے اماء کراتے ہوئے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں ابو عبد اللہ بن محمد عباسی حمصی نے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں ابو الریح زہرانی نے بتایا، اس نے کہا ہمیں اسماعیل بن طلحہ بن یزید نے محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا، اس نے ثابت سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا۔

امام بیہقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: ”اگر یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے تو اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ چالیس راتیں تو نمازیں ادا نہیں کرتے ہیں البتہ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے حضور نمازوں میں

مشغول رہتے ہیں۔“ (واللہ اعلم)

میں کہتا ہوں: اس کی سند موضوع ہے حسنوی (راوی) متہم ہے اور امام حاکم (رحمہ اللہ) کا استاذ ہے خود امام حاکم نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ اس نے بیان کیا ہے: کہ یہ راوی فسی الجملة حدیث کے بیان کرنے میں قابل حجت نہیں ہے، خطیب بغدادی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ یہ راوی ثقہ نہیں ہے، نیز اس نے بیان کیا اس کی سند میں محمد بن یوسف جز جانی گفسی کذاب ہے، اسی طرح کا قول ابو العباس اصم سے مروی ہے لیکن اس محمد بن عباس کو میں نہیں جانتا اس کو معلوم کرنے کے لئے ابن عساکر (رحمہ اللہ) کی تاریخ دمشق کی طرف مراجعت کی جائے، اور اسی طرح اس کا استاذ اسماعیل بن طلحہ بن یزید کا ترجمہ بھی مجھے معلوم نہیں ہو سکا، اور ابن ابی السلی ضعیف سیء الحفظ ہے وہ ان اوصاف کے ساتھ معروف ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اللآلی (۲۸۵/۱) میں اس سے قبل والی حدیث کا شاہد بنا کر ذکر کیا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے لیکن دو وجہ سے اس کا شاہد ہونا درست نہیں۔

پہلی وجہ: یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ اس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے اور سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے بارے میں خاموشی اختیار کر کے مناسب کام نہیں کیا ہے! کاش وہ کم از کم بیہی (رحمہ اللہ) کے کلام کو ہی نقل کر دیتا جو اس حدیث کو ضعیف قرار دینے میں پہلے گزر چکا ہے۔

دوسری وجہ: یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے میں پہلے گزر چکا ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے جس کا شاہد بنا کر اس کو ذکر کیا ہے اس لئے اس میں وضاحت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں ہوتے، یہ دونوں حدیثیں موضوع ہیں بسبب کہ سیوطی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ ”روح قبر میں واپس آ جاتی ہے“ تو ان دونوں میں موافقت نہیں ہے مزید برآں یہ حدیث اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں ہے اس سے بھی اس کا موضوع ہونا معلوم ہوتا ہے نیز یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے ثابت سے غایت درجہ ضعیف مختصر ان الفاظ سے مروی ہے: ”انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں ادا کرتے ہیں“ اس پر مزید کلام آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں، انشاء اللہ

(۲۰۳) «مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَأْيًا وَكَلَّ بِهَا مَلَكٌ يُبْلِغُنِي وَكَفَى بِهَا أَمْرُ دُنْيَاهُ وَآخِرَتِهِ وَكُنْتُ لَهُ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا»



ترجمہ: ”جس شخص نے میری قبر کے قریب مجھ پر درود بھیجا میں اس کے درود کو سنتا ہوں اور جس شخص نے مجھ پر درود سے درود بھیجا تو مجھ تک اس درود کے پہنچانے پر ایک فرشتہ مقرر ہے اور درود بھیجنے کی وجہ سے اس کی دنیا اور آخرت کے معاملات درست رہتے ہیں اور میں اس کے حق میں گواہی دوں گا یا اس کی سفارش کروں گا“

تحقیق: ان ذکر کردہ مکمل الفاظ کے ساتھ یہ حدیث موضوع ہے، ابن شمعون (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ”الامالی“ (۲/۱۹۳) میں، اور خطیب (رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب التاريخ (۲۹۲، ۲۹۱/۳) میں، اور ابن عساکر (رحمہ اللہ) (۲۱۷۰/۱۶) نے محمد بن مروان کے طریق سے، اس نے اعمش سے، اس نے ابوصالح سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔

اور اس کے پہلے حصے کو ابو بکر بن خالد نے اپنی حدیث کی کتاب (۲/۱۱۵) کے جزء ثانی میں اور ابوبہام سیسقی نے ان احادیث جن کا اس نے ابن بشر وہ (۱/۶) میں انتخاب کیا، اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (ص ۳۹۸) میں ذکر کیا، اور واضح کیا کہ اعمش سے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، اور نہ ہی یہ حدیث محفوظ ہے، اور اعمش کی متابعت ایسے رواۃ نے کی ہے جو اس سے کم درجہ کے ہیں جیسے ابن مروان ہے بعد از ان خطیب (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن قیسہ سے روایت کیا ہے، اس نے بیان کیا: میں نے اس حدیث کے بارے میں ابن نمیر سے دریافت کیا اس نے جواباً کہا! اس حدیث کو چھوڑیے! محمد بن مروان کچھ حیثیت والا نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اس طریق سے الموضوعات میں عقلی کی روایت سے ذکر کے بعد کہا کہ ”حدیث صحیح نہیں ہے“ محمد بن مروان صدی صغیر کذاب ہے، امام عقیلی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا اس حدیث کا کچھ اصل نہیں سیوطی (رحمہ اللہ) نے الآلیء (۲۸۳/۱) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے: میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے شعب الایمان میں اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے نیز اس کے شواہد کو بھی بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: سیوطی (رحمہ اللہ) نے ان کا ذکر کیا ہے جب کہ بعض شواہد صحیح ہیں، مثال کے طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: کہ

”اللہ پاک کے حکم سے روئے زمین پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین کی سیاحت کرتے رہتے ہیں، مجھ تک میری امت کے سلام کو پہنچاتے ہیں“

نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ ”جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح

کو مجھ میں واپس بھیج دیتے ہیں تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں“

جس کا ذکر پہلے قریب ہی گزر چکا ہے یہ سب حدیثیں فی الجملة اس حدیث کی شاہد ہیں جس کے بارے میں بحث ہو رہی ہے، البتہ یہ وضاحت کہ جو شخص آپ کی قبر مبارک پر کھڑے ہو کر درود بھیجتا ہے تو آپ ﷺ اس کے درود کے الفاظ سنتے ہیں، تو ان احادیث میں سے حدیث اس کا شاہد نہیں ہے، البتہ حدیث کے دوسرے نصف حصے کو سیوطی (رحمہ اللہ) نے ذکر نہیں کیا ہے اور نہ اس کی کسی شاہد حدیث کا ذکر کیا ہے تاہم سیوطی نے کہا ہے۔

امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا قول: مجھے محمد بن مروان کی متابعت سے آگاہی حاصل ہوئی ہے وہ اعمش سے ذکر کرتے ہیں ابوالشیخ نے اس حدیث کو کتاب ”النبواب“ میں (اسی سند کے ساتھ) ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا مجھے عبدالرحمان بن احمد اعرج نے بیان کیا اس نے ذکر کیا کہ مجھے حسن بن صباح نے بیان کیا اس نے بیان کیا کہ مجھے ابو معاویہ نے اس حدیث کو اعمش سے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی سند کے تمام رواۃ ثقہ اور معروف ہیں البتہ اعرج راوی ثقہ نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث کو ابو الشیخ نے طبقات الاصبہا فیہین (ص ۳۱۳) میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے: کہ قاضی عبدالرحمن بن احمد طبری راوی سے اس نے دو حدیثیں بیان کی ہیں جب کہ اس راوی کے بارے میں کسی جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا ہے، پس راوی مجہول ہے، لیکن حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا فتح الباری (۳۷۹/۶) میں اس کی سند کو جید قرار دینا درست نہیں، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے اس کی سند کو غریب کہا ہے، جیسا کہ سخاوی نے اس سے القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبيب الشفیع (ص ۱۱۶) میں نیز ابن عبدالہادی نے الصارم المنکی فی الرد علی السبکی (ص ۱۹۰) میں ذکر کیا: کہ بعض رواۃ نے اس حدیث کو ابو معاویہ کی روایت سے اعمش سے بیان کیا، جبکہ اس کا غلط ہونا ظاہر ہے، جب کہ (راوی) محمد بن مروان متفرد ہے اور وہ متروک الحدیث متہم بالکذب ہے۔

مزید برآں یہ متابعت بھی ناقص ہے اس لئے کہ اس روایت میں وہ الفاظ نہیں ہیں جو محمد بن مروان کی روایت میں ہیں مثال کے طور پر ((وکفی بہا دلیاہ)) کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں، اسی طرح حافظ ابن حجر اور سخاوی (رحمہما اللہ) نے اس حدیث کو اس طریق سے لیکن سیوطی (رحمہ اللہ) کے خلاف ذکر کیا ہے، جب کہ اس نے اس حدیث کو اعمش سے ذکر کیا ہے، یعنی سدی کی مذکورہ

روایت میں جو اس کی سند اور الفاظ ہیں، یہ تفصیل ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں ہے جو اس علم شریف کے ساتھ مشغولیت رکھتے ہیں۔

نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) الرد علی الاخوانی (ص ۲۱۰-۲۱۱) میں رقمطراز ہیں اس حدیث کے معانی اگر صحیح ہیں لیکن اس کی سند قابل حجت نہیں ہے، جب کہ معنوی لحاظ سے دیگر حدیثیں بھی اس کی تائید کرتی ہیں، یہ حدیث صرف محمد بن مروان صدی صغیر سے منقول ہے وہ اعمش سے روایت کرتا ہے جب کہ علم حدیث کی معرفت رکھنے والوں کے ہاں صدی رادی اعمش سے موضوع روایت کر رہا ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث کا پہلا جملہ موضوع ہونے سے محفوظ ہے اس لئے کہ اس کی متابعت موجود ہے امام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) اور اس جیسے ائمہ فن کی آنکھوں سے بھی متابعت مخفی رہی، البتہ حدیث کا دوسرا جملہ موضوع ہے اس لئے کہ اس کا کوئی شاہد نہیں ہے۔

فائدہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے متقدم کلام کے بعد رقمطراز ہیں کہ ”اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں صرف اس بات کا ذکر ہے کہ جو شخص درود راز سے آپ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود آپ تک پہنچتا ہے، اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ آپ درود کے کلمات سنتے ہیں جب کہ قاضی اخنائی سے منقول ہے کہ آپ سنتے ہیں، حالانکہ کوئی بھی اہل علم اس بات کا قائل نہیں ہے، اور نہ کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے البتہ بعض جاہل قسم کے متاخرین نام نہاد اہل علم کہتے ہیں: کہ جمعۃ المبارک کی رات اور دن کے اوقات میں رسول اکرم ﷺ ان لوگوں کے درود کے کلمات اپنے کانوں سے سنتے ہیں جو آپ پر درود بھیجتے ہیں بالکل غلط ہے، جب کہ احادیث معروفہ میں وارد ہے کہ درود کے الفاظ آپ تک پہنچتے ہیں آپ پر پیش کئے جاتے ہیں، اسی طرح فرشتے آپ ﷺ تک سلام پہنچاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: ان جاہلوں کے قول کے بطلان کی تائید اس حدیث کے الفاظ سے ہو رہی ہے کہ جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجتے تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ اس کا ذکر (ص ۵) میں ہو چکا ہے اس حدیث میں وضاحت موجود ہے کہ جمعۃ المبارک کے روز آپ تک درود پہنچتا ہے جب کہ درود بھیجنے والوں کے کلمات آپ نہیں سنتے ہیں۔

■ الرد علی الاخوانی کا اردو ترجمہ راقم نے روضہ اقدس کی زیارت کے نام سے تقریباً بیس سال قبل کیا تھا اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، والحمد للہ علی ذلک

(۲۰۴) «مَنْ حَجَّ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ وَزَارَ قَبْرِي وَغَزَا غَزْوَةَ وَصَلَى عَلَيَّ فِي الْمَقْدَسِ لَمْ يَسْأَلْهُ اللَّهُ فِيمَا افْتَرَضَ عَلَيْهِ»

ترجمہ: ”جس شخص نے اسلام کا حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی اور ایک بار جہاد کیا اور بیت المقدس میں مجھ پر درود بھیجا اللہ اس سے ان کاموں کے بارے میں سوال نہیں کرے گا جن کو اللہ نے اس پر فرض کیا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، سخاوی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو النقول البدیع (ص ۱۰۲) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ محمد لغوی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح ذکر کیا ہے اور اس کی نسبت ابو الفتح ازدی کی جانب اس کے بیان کردہ فوائد میں سے آٹھویں فائدہ کی طرف کی ہے اور اس کا ثبوت محل نظر میں ہے۔

میں کہتا ہوں: سخاوی (اللہ اس پر رحم فرمائے) نے سہل انگاری سے کام لیا ہے، اس لئے کہ حدیث موضوع ہے اور اس کا باطل ہونا واضح ہے، اس کے لئے مناسب یہ تھا کہ وہ اس حدیث کے بارے میں اسی طرح کا تبصرہ کرتا جس طرح کا تبصرہ اس سے قبل ذکر کردہ حدیث کے بارے میں کیا ہے جب کہ اس کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے: ”کہ اس حدیث کے بارے میں جس موضوع ہونے کی علامات واضح ہیں، اور میں جائز نہیں سمجھتا کہ اس حدیث کو اس کی حالت بیان کئے بغیر ذکر کیا جائے“

اس لئے کہ اس حدیث کا مفہوم خیر دے رہا ہے کہ اس حدیث میں جن اعمال کا ذکر کیا گیا ہے کہ حج کرنے قبر نبوی کی زیارت کرنے اور جہاد کرنے سے اس کو یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ اس نے دیگر فرائض کی ادائیگی میں جو کمزوری دکھائی ہے اس سے ان کے بارے میں مواخذہ نہیں ہوگا جب کہ یہ نظریہ سراسر گمراہی کا پیش خیمہ ہے رسول اللہ ﷺ سے بھلا یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے ایسے کلمات سرزد ہوں جن سے اس کا وہم بھی نمودار ہوتا ہو، چہ جائیکہ آپ کی زبان مبارک سے صراحت کے ساتھ اس قسم کے کلمات نکلنے کی نسبت کی جائے۔

مزید برآں اس حدیث کو ابن عبدالبہادی (رحمہ اللہ) نے الصارم المنکی فی الرد علی السبکی (ص ۱۵۵) میں محمد لغوی کی سند کے ساتھ ابو الفتح ازدی محمد بن حسین بن احمد ازدی حافظ کی جانب کی ہے، اس نے بیان کیا کہ ہمیں نعمان بن ہارون بن ابی الدلہات نے، اس نے کہا ہمیں ابو سہل بدر بن عبد اللہ مصعبی نے، اس نے کہا ہمیں حسن بن عثمان زیادی نے، اس نے کہا ہمیں عمار بن محمد نے، اس نے کہا مجھے میرے ماموں سفیان نے منصور سے، اس نے ابراہیم سے، اس نے علقمہ سے، اس نے

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا، ابن عبدالمہادی نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد واضح کیا ہے، ”کہ یہ حدیث بلا شک و شبہ رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے حدیث کی معرفت رکھنے والوں پر تو اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔“

مزید برآں فن حدیث کا معمولی درجہ رکھنے والا طالب علم بھی اس بات کا علم رکھتا ہے کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے سفیان ثوری (رحمہ اللہ) پر غلط الزام لگایا گیا ہے، جب کہ انہوں نے اس سے اس قسم کے کلمات کبھی نہیں سنے ہیں، نیز اس حدیث کی سند میں بدر بن عبداللہ مصیصی ثقاہت کے ساتھ معروف ہے نہ عدالت و امانت کے ساتھ، اسی طرح ابوالفتح ازدی بھی متہم بالوضع ہے اگرچہ اس کا شمار حفاظ روات سے ہوتا ہے ابن عبدالمہادی نے اس حدیث کے بارے میں دیگر علماء کے اقوال ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: ”کہ اس بات کے کہنے میں کچھ خفا نہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے ایسے لوگوں کی طرف سے بنائی گئی ہے جو علم حدیث سے کچھ تعلق نہیں رکھتے ہیں۔“

میں کہتا ہوں: ازدی (راوی) کے حالات کا ذکر ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں کیا ہے اور بعض محدثین کے اقوال سے اس کے ضعیف ہونے کا ذکر کیا ہے، البتہ اس کے متہم بالوضع ہونے کا ذکر کسی طرح سے نہیں کیا، اسی طرح حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں ذکر کیا ہے اور المیزان کے تبصرہ سے کچھ زائد تبصرہ نہیں کیا ہے بلکہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (۱۶۶۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس (راوی) کو محدثین کی ایک جماعت نے بلا سند ضعیف کہا ہے جس کا کچھ فائدہ نہیں اور جماعت نے اس کو کمزور قرار دیا ہے جب کہ کوئی مفید دلیل نہیں ہے۔

معلوم ہوا اس حدیث کی سند میں ازدی (راوی) بری الذمہ ہے، البتہ مصیصی (راوی) متہم ہے ذہبی نے (رحمہ اللہ) المیزان میں اس کے حالات ذکر کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے کہ بدر بن عبداللہ ابوسہل مصیصی (راوی) حسن بن عثمان زیادی راوی سے باطل حدیثیں روایت کرتا ہے اور اس سے نعمان بن ہارون روایت کرتا ہے، حالانکہ حافظ ابن حجر نے اللسان میں ذکر کیا ہے کہ حدیث مذکورہ جس کو ابوالفتح ازدی نے بیان کیا ہے، سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذہیل الاحادیث الموضوعہ (رقم ۵۷) میں ذکر کیا ہے، نیز اس نے بیان کیا کہ المیزان (ص ۱۲۲) میں اس حدیث کو باطل کہا گیا ہے، اصل خرابی بدر (راوی) کو قرار دیا گیا ہے۔

(۲۰۵) «مَآ مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ فِي شَرْقٍ وَ لَا غَرْبٍ إِلَّا أَنَا وَمَلَائِكَةُ رَبِّي نَزُّوا عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَا بَالُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ؟ لَقَالَ لَهُ وَمَا يَقَالُ لِكُرْبِمِ فِي جِيبَتِهِ وَ جِوَارِيهِ مِمَّا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ مِنْ حِفْظِ الْجَوَارِي وَ حِفْظِ الْجِوَارِي؟»

ترجمہ: جو بھی مسلمان مجھ پر مشرق مغرب سے سلام کہتا ہے تو میں اور میرے رب کے فرشتے اس پر سلام کا جواب دیتے ہیں (اس پر) آپ سے ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! اہل مدینہ کا حال کیسا ہے آپ نے فرمایا کسی کریم انسان کے پڑوسیوں کے بارے میں جو اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کے پڑوس کا خیال رکھا جائے اور اس کے پڑوسیوں کو محفوظ رکھا جائے (وہی میرے پڑوس میں رہنے والوں کا ہے)

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابو نعیم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الحلیۃ (۳۳۹/۶) میں ذکر کیا ہے، اس نے کہا ہے ہمیں سلیمان بن احمد طبرانی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبید اللہ بن محمد عمری نے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں ابو مصعب نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں مالک نے ابو الزناد سے اس نے اخرج سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا، ابو نعیم نے اس حدیث کو غریب قرار دیا کہ اس حدیث کی سند میں ابو مصعب راوی متفرد ہے، میں کہتا ہوں: ابو مصعب کا نام احمد بن ابو بکر قاسم بن حارث زہری مدنی ہے مؤطا کے رواۃ سے ہے اور یہ (راوی) ثقہ اور فقیہ ہے لیکن اس سے روایت کرنے والا عبید اللہ بن محمد عمری قاضی (راوی) کے بارے میں السیوان میں مذکور ہے کہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو جھوٹ کے ساتھ متہم کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طریق سے دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو غرائب مالک میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں عمری (راوی) متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے، جیسا کہ لسان المعین میں ہے اور سخاوی نے القول البدیع (ص ۱۱۷) میں ذکر کیا کہ اس کی سند میں عبید اللہ بن محمد عمری (راوی) ہے ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو متہم بالوضع قرار دیا ہے اور ابن عبد اللہ (رحمہ اللہ) نے الصارم المنکی (ص ۱۷۶) میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں اس کے وضع میں متہم راوی شیخ عمری مدنی ہے اور اس کی ذلت و رسوائی کیلئے یہی بات کافی ہے کہ اس نے اس حدیث کو ایسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے جو سورج کی طرح روشن ہے اور یہ بات

درست معلوم ہوتی ہے کہ اس حدیث کو وضع کر کے اس کے سامنے پیش کی گئی ہو تو اس نے اس حدیث کو بیان کر دیا ہو، نحو ذہالہ من الخذلان .

(۲۰۶) «مَنْ سَبَّ الْأَنْبِيَاءَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِي جُلِدَ»

ترجمہ: ”جس نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دیں اسے قتل کیا جائے اور جس نے میرے صحابہ کو گالیاں دیں اس کو کوڑے لگائے جائیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے طبرانی نے اس حدیث کو معجم الصغیر (ص ۱۳۷) میں ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں عبید اللہ بن محمد العمری القاضی نے طبریہ شہر میں سن ۲۷۷ھ میں ذکر کیا، اس نے کہا ہمیں اسماعیل بن ابی اولیس نے روایت کیا، اس نے کہا ہمیں موسیٰ بن جعفر بن محمد نے اپنے والد سے اس نے اپنے دادا علی بن حسین سے اس نے حسین بن علی سے اس نے علیؑ سے مروی روایت کیا۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں البتہ عمری راوی کے بارے میں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں بیان کیا ہے کہ وہ متہم بالکذب والوضع ہے جیسا کہ اس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں ہو چکا ہے حافظ ابن حجر نے بیان کیا اس کی منکر حدیثوں سے یہ حدیث بھی ہے نیز ہیشمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۲۶۰/۶) میں بیان کیا اور واضح کیا کہ اس حدیث کو طبرانی (رحمہ اللہ) نے الصغیر اور الاوسط میں اپنے شیخ عبید اللہ بن محمد عمری سے ذکر کیا امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو کذب کے ساتھ متہم کیا ہے۔

(۲۰۷) «الْفَضْلُ الْأَيَّامُ يَوْمٌ عَرَفَةٌ إِذَا وَافَقَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهُوَ الْفَضْلُ مِنْ سَبْعِينَ حَبَّةً فِي غَيْرِ جُمُعَةٍ»

ترجمہ: ”تمام دنوں سے افضل دن عرفہ کا دن ہے جب کہ وہ جمعہ کا دن ہو اس کا حج جمعہ کے علاوہ دوسرے دن کے حج سے ستر بار حج کرنے سے بہتر ہے“

تحقیق: حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے زیلعی (رحمہ اللہ) کا یہ قول ابن عابدین (۳۴۸/۲) کے حاشیہ کی بنیاد پر کہ اس حدیث کو رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں ذکر کیا ہے، خیال فرمائیں کہ رزین (رحمہ اللہ) کی اس کتاب میں چھ اصول حدیث کی کتابوں کی احادیث کو جمع کیا گیا ہے یعنی بخاری، مسلم، مؤطا امام مالک، سنن ابو داؤد، سنن نسائی اور جامع ترمذی بالکل اسی انداز پر جس طرح

ابن اثیر (رحمہ اللہ) کی جامع الاصول من احادیث الرسول میں احادیث ہیں، لیکن کتاب التجرید میں ایسی حدیثیں کثرت کے ساتھ موجود ہیں جن کا اصول کی کتابوں میں کچھ ذکر نہیں اس سے وہ علماء بخوبی واقف ہیں جو اس سے نقل کرتے ہیں جیسا کہ امام منذری (رحمہ اللہ) الترغیب میں رزین سے نقل کرتے ہیں اور یہ حدیث بھی ان احادیث سے ہے اس حدیث کا ان کتابوں میں کچھ اصل نہیں بلکہ حدیث کی دیگر کتب معروفہ میں بھی اس کا ذکر نہیں۔

مزید برآں علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے زاد المعاد (۱/۱۷۱) میں صراحت کی کہ یہ حدیث باطل ہے دراصل امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے جمعہ کے روز عرفات میں وقوف کرنے کے دس فضائل کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ عوام میں جو یہ مشہور ہے: کہ جمعہ کے روز وقوف سے اس حج کا ثواب بہتر (۷۲) حج کے برابر ہے یہ باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں رسول اللہ ﷺ سے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ تابعین عظام (رحمہم اللہ) سے کچھ منقول ہے اور منادی (رحمہ اللہ) نے فیض القلید (۲۸/۲) میں اور ابن عابدین (رحمہ اللہ) نے حاشیہ میں اس کا اقرار کیا ہے۔

(۲۰۸) «مَا قَبِلَ حَجَّ امْرِئٍ اِلَّا رَفَعَ حَصَاهُ يَعْنِي حَصَى الْجِمَارِ»

ترجمہ: ”جس انسان کا حج قبول ہوتا ہے تو اس کے کنکر جو اس نے جمروں کو مارے ہوتے ہیں وہ اٹھائے جاتے ہیں (یعنی غائب ہو جاتے ہیں)“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے المقاصد الحسنہ فی الاحادیث المشتہرہ علی اللسنة کے مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو دہلیمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: مؤلف کا اس حدیث کو دہلیمی کی جانب نسبت کرنے پر اقتصار کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حدیث میں ضعف ہے، نیز امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کی وضاحت کی ہے جیسا کہ اس کا ذکر آگے کیا جائے گا۔

چنانچہ بیہقی نے اس حدیث کو السنن الکبریٰ (۱۲۸/۵) میں اور دارقطنی نے (ص ۲۸۹) اور حاکم نے (رحمہ اللہ) (۴۷۶/۱) میں یزید بن سنان کے طریق سے اس نے یزید بن ابی انیسہ سے، اس طرح طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط (۱/۱۲۱/۱) میں عمرو بن مرہ سے اس نے عبدالرحمن بن ابی سعید خدری سے اس نے اپنے والد سے اس نے کہا ”ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کنکر جو ہر سال پھینکے جاتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ وہ کنکر کم ہو جاتے ہیں آپ نے فرمایا جن کنکروں کو شرف قبولیت حاصل ہو جاتی ہے وہ اٹھائے جاتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ دیکھتے کہ کنکر پہاڑ نظر آتے“



اس حدیث کو بیہقی (رحمہ اللہ) نے ضعیف کہا ہے کہ یزید بن سنان (راوی) حدیث میں قوی نہیں ہے نیز یہ حدیث ایک دوسرے ضعیف طریق سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: بیہقی (رحمہ اللہ) کے شیخ حاکم (رحمہ اللہ) نے بیہقی کی مخالفت کی ہے اور حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، یزید بن سنان متروک نہیں ہے، جب کہ بیہقی کا قول درست ہے، اس لئے کہ بیہقی فن جرح و تعدیل کا علم اپنے شیخ سے زیادہ رکھتے تھے، خیال رہے کہ حاکم کے قول سے لازم آتا ہے کہ یزید (راوی) متروک نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی حدیث صحیح ہے اس لئے کہ کبھی راوی غیر متروک ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہوتا ہے اور اس کی بیان کردہ حدیث ضعیف ہوتی ہے اور یزید (راوی) اسی قبیل سے ہے، علاوہ ازیں امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو متروک کہا ہے اسی لئے ذہبی (رحمہ اللہ) نے تلخیص المستدرک میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ یزید کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے نیز اس حدیث کو ہشمی نے (۲۶۰/۳) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں یزید بن سنان تہمی ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث موقوف بھی وارد ہے، از رقی نے تاریخ منکة (ص ۴۰۳) میں اس حدیث کو بیان کیا ہے اور دولابی نے السنن (۵۶/۲) میں ابن ابی نعیم کے طریق سے اس نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس نے ذکر کیا ہے جو کنکر قویت حاصل کرتے ہیں وہ اٹھائے جاتے ہیں جب کہ اس کی سند صحیح ہے اور ابن ابی النعمان کا نام عبدالرحمن ہے، از رقی اور بیہقی (رحمہما اللہ) نے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی موقوف صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے پس درست یہ ہے کہ حدیث موقوف ہے لیکن قابل فور اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ کیا یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے؟ مجھے اس کا علم نہیں ہو سکا۔

(۲۰۹) «حَلَّتْ شَفَاعَتِي لِأُمَّتِي إِلَّا صَاحِبَ بَدْعَةٍ»

ترجمہ: ”میری امت کے حق میں میری شفاعت درست ہے البتہ بدعت کرنے والے کے لئے نہیں ہے“

تحقیق: حدیث منکر ہے ابن دضاح قرطبی نے اس حدیث کو اپنی عمدہ کتاب البدع والنہی عنہا (ص ۳۶) میں ابی عبدالسلام کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا میں نے بکر بن عبداللہ مزنی سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے اس حدیث کو بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث مرسل ہے بکر (راوی) تابعی ہے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا اور مرسل ہونے

کے ساتھ ساتھ اس راوی تک سند ضعیف ہے اس لئے کہ ابو عبد السلام جس کا نام صالح بن رستم ہاشمی ہے جو مجہول راوی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے تقریب میں ذکر کیا ہے، اور حدیث کی سند کے ضعف کیساتھ ساتھ یہ حدیث رسول اکرم ﷺ کے اس قول کے مخالف ہے کہ میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے حق میں ہوگی جو کبائر کے مرتکب ہوئے اور یہ حدیث صحیح ہے اور ایسے لوگوں کے مخالف ہے جو اپنے نظریات پر قائم ہیں اور اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں اور حدیث کو ضعیف سمجھتے ہیں۔

(۲۱۰) «مَنْ تَمَامِ الْحَجِّ أَنْ تُحْرِمَ مِنْ ذُوَيْرَةَ أَهْلِكَ»

ترجمہ: ”حج اتمام پذیر ہوگا جب آپ اپنی رہائش گاہ سے احرام باندھیں گے“

تحقیق: حدیث منکر ہے، بیہقی (رحمہ اللہ) (۳۱۱۵) نے اس حدیث کو جابر بن نوح کے طریق سے اس نے محمد بن عمرو سے اس نے ابوسلمہ سے اس نے ابو ہریرہ ؓ سے اس نے نبی ﷺ سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں: ”کہ حج عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو“ حدیث کا ذکر کیا، اس حدیث کی سند ضعیف ہے بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث میں نظر ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا سبب دراصل یہ ہے کہ جابر (راوی) کی تضعیف پر اتفاق ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) (۲۱۵۰) نے اس سے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث صرف اسی سند کے ساتھ معروف ہے اور میں نے اس کی اس سے زیادہ کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی ہے لیکن امام شوکانی (رحمہ اللہ) پر یہ بات پوشیدہ رہی اس نے نیل الاوطار (۲۵۴/۱۳) میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث ابو ہریرہ ؓ سے مرفوع ثابت ہے، اس کو ابن عدی اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کو بیہقی (رحمہ اللہ) نے عبد اللہ بن سلمہ مرادی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے علی ؓ سے موقوف بیان کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں مگر مرادی (راوی) کا حافظ خراب ہو گیا تھا جب کہ ہر حالت پر یہ حدیث مرفوع سے زیادہ صحیح ہے مزید برآں بیہقی نے بیان کیا کہ میقات سے پہلے عمرہ اور عثمان ؓ سے احرام باندھنے کے مکروہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور یہ بات مواقت کی مشروعیت کی حکمت کے عین موافق ہے۔

اس سلسلہ میں امام شاطبی (رحمہ اللہ) کا قول کتنا عمدہ ہے جس کا انہوں نے الاعتصام (۱۱) میں ذکر کیا ہے اور ان سے قبل امام ہروی (رحمہ اللہ) نے ذم الکلام (۱۱۵۴/۱۳) میں زبیر بن بکار سے روایت کیا اس نے ذکر کیا: مجھ سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا اس نے کہا میں نے مالک بن

انس (رضی اللہ عنہ) سے سنا اس کے پاس ایک شخص آیا اس نے دریافت کیا اے ابو عبد اللہ! میں کہاں سے احرام باندھوں؟ اس نے جواب دیا ذوالحلیفۃ سے! جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا، اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ مسجد نبوی قبر مبارک سے احرام باندھوں! اس نے کہا: ایسا ہرگز نہ کرنا! مجھے فتنہ کا خدشہ ہے اس نے کہا اس میں فتنہ کیا؟ بس چند میلوں کا اضافہ کر رہا ہوں۔

اس نے جواب دیا! اس سے بڑا فتنہ اور کیا ہوگا کہ تو ایسا فضیلت والا کام کرے جس کو رسول اللہ ﷺ نے سرانجام نہیں دیا، جب کہ اللہ پاک کا فرمان ہے ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو اللہ کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو فتنہ نہ پہنچ جائے یا وہ دردناک عذاب سے دوچار نہ ہو جائیں۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ ضعیف حدیثوں کا صحیح حدیثوں اور شریعت اسلامیہ کی مخالفت میں کیا مقام ہے؟ میں نے بعض افغان مشائخ کو یہاں دمشق میں احرام کی حالت میں دیکھا تو میں نے یہی سمجھا کہ یہ لوگ اپنے ملک سے احرام باندھ کر آئے ہیں جب میں نے ان کے اس عمل کو شریعت اسلامیہ کے خلاف قرار دیا تو انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جب کہ ان مسکین لوگوں کو معلوم نہیں کہ یہ حدیث تو ضعیف ہے قابل حجت نہیں ہے نہ اس پر عمل کرنا درست ہے اس لئے کہ یہ حدیث معروف مسنون موافقت والی احادیث کے خلاف ہے اور اس طرح کی اگلی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۱۱) «مَنْ أَهْلٌ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ أَوْ وَجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ»

ترجمہ: جس شخص نے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کے لئے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اس کے پہلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو امام ابو داؤد (رضی اللہ عنہ) (۲۷۵/۱) ابن ماجہ (۲۳۳/۲-۲۳۵) الدارقطنی (ص ۲۸۲) البیہقی (۳۰/۵) اور احمد (۲۹۹/۶) نے حکیمہ (راویہ) سے اس نے ام سلمہ سے مرفوع روایت کیا، ابن قیم نے تہذیب السنن (۲۸۴/۲) میں ذکر کیا ہے: کہ متعدد حفاظ نے اس حدیث کی سند کو غیر قوی قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کے قوی نہ ہونے کا سبب میرے نزدیک حکیمہ (راویہ) ہے نہ تو یہ مشہور ہے اور ابن حبان (رضی اللہ عنہ) (۳۳/۱) کے علاوہ کسی نے اس کو ثقہ قرار نہیں دیا ہے اور ہم نے متعدد بار مشنبہ کیا ہے کہ اس کو ثقہ قرار دینے میں سہل انگاری سے کام لیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن حجر (رضی اللہ عنہ)

نے اس کو قابل اعتماد قرار نہیں دیا اور اس کو ثقہ نہیں کہا البتہ التعریب میں اس کو مقبولہ کہا ہے جب کہ اس کا کوئی متابع ہو، لیکن اس حدیث میں تو اس کا کوئی متابع نہیں ہے، لہذا اس کی روایت کردہ حدیث ضعیف اور غیر مقبول ہے۔

میرے نزدیک اس کے ضعف کی یہ وجہ ہے جبکہ امام منذری نے اس کو اضطراب کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے، چنانچہ اس نے مختصر السنن (۲۸۵/۲) میں ذکر کیا ہے کہ رواۃ نے اس حدیث کے متن اور اس کی سند میں زبردست اختلاف کیا ہے اسی طرح حافظ ابن کثیر نے اس کو اضطراب کی وجہ سے معلول کہا ہے جیسا کہ نیل الاوطار (۲۵۳/۳) میں ہے، بعد ازاں معلوم ہوتا ہے کہ منذری (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں جو ذکر کیا تھا منذری اس کو مہول کیا اور اس نے التبرہیب والتبرہیب (۱۱۹/۲-۱۲۰) میں ذکر کیا ہے کہ اس کو ابن ماجہ نے صحیح اسناد کیساتھ ذکر کیا ہے اس حدیث کو کیسے صحیح کہا جاسکتا ہے؟ جبکہ اس حدیث میں اس نے اور دیگر محدثین نے اضطراب کا اقرار کیا ہے اور ہمارے نزدیک حکیمہ (راویہ) مہول ہے علامہ سندھی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کی بنیاد پر ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ احرام کو میقات سے پہلے زیب تن کرنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں: ہرگز نہیں بلکہ اس حدیث کی دلالت تو اس سے زیادہ خاص ہے مقصود یہ ہے کہ بیت المقدس سے خاص طور پر احرام باندھنا مواقیت سے احرام باندھنے سے زیادہ افضل ہے البتہ دیگر علاقوں میں اصل یہی ہے کہ ان مواقیت سے احرام باندھا جائے جو معروف ہیں اور یہی افضل ہے جیسا کہ صفانی نے مبل السلام (۱۸/۲-۲۶۹) میں اس کو ثابت کیا ہے، لیکن یہ بات تو تب درست ہے اگر حدیث کو صحیح فرض کر لیا جائے، لیکن خیال رہے کہ حدیث کو صحیح نہیں ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اس حکم میں بیت المقدس کا حکم بھی دیگر شہروں کی طرح ہے جیسا کہ اس کی وضاحت اس سے قبل والی حدیث میں بالخصوص موجود ہے اور بالعموم اس پر آگے ذکر ہونے والی حدیث دلالت کر رہی ہے۔

(۲۱۲) «لَيْسْتُمْ مَع أَحَدِيكُمْ بِحِلِّهِ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّهُ لَا يَذُرِي مَا يَعْزُضُ فِي إِحْرَامِهِ»  
ترجمہ: ”حلال ہونے کی صورت میں تم جس قدر استطاعت رکھتے ہو فائدہ اٹھاؤ اس لئے کہ کچھ علم نہیں احرام کی حالت میں کیا کچھ پیش آنے والا ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ہیثم بن کلیب نے اس حدیث کو اپنی مسند (۱/۱۳۲) میں، امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اپنی سنن (۳۰/۵-۳۱) میں، واصل بن سائب رقاشی کے طریق سے اس نے ابوسورۃ

سے اس نے اپنے چچا ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا اور ذکر کیا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، واصل بن سائب منسکر الحدیث ہے جیسا کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) اور دیگر محدثین نے اس کی وضاحت کی ہے، نیز اس حدیث کو بیہقی (رحمہ اللہ) نے شافعی (رحمہ اللہ) کے طریق سے روایت کیا اس نے بیان کیا ہمیں مسلم نے خبر دی اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے پہلی حدیث کے مثل مرفوع روایت کیا البتہ اس کو مسرسل قرار دے کر معلول بنا دیا ہے، میں کہتا ہوں: مسلم جو شافعی کا استاذ ہے وہ خالد زنگی ثقیہ کا بیٹا ہے اگرچہ وہ صدوق ہے لیکن کثیر الاوہام ہے جیسا کہ التقریب میں ہے اور ابن جریج مدلس ہے اور اس نے لفظ عن کے ساتھ حدیث بیان کی ہے۔

(۲۱۳) «رَأَيْتِي لَا أَعْلَمُ أَرْضًا يُقَالُ لَهَا عُمَانٌ يَنْصَحُ بِجَانِبِهَا الْبَحْرُ الْحَمْرُ مِنْهَا الْفَضْلُ مِنْ حَجَّتَيْنِ مِنْ غَيْرِهَا»

ترجمہ: ”میں ایک مقام کو جانتا ہوں جس کو عمان کہا جاتا ہے اس کے کنارے سمندر بہتا ہے اس مقام سے ایک حج کرنا نسبت دوسرے مقامات سے دو حج کرنے سے افضل ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) نے المسند (رقم ۲۸۵۳) میں اور ثقفی نے اپنی مشیخۃ الیسا بوزین (۱۸۲-۱۸۵) میں، بیہقی (رحمہ اللہ) نے اللہ حسن (۳۳۵/۴) میں حسن بن ہادیہ کے طریق سے اس نے بیان کیا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ملا اس نے مجھ سے دریافت کیا آپ کس علاقہ سے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میرا تعلق عُمَان سے ہے اس نے پھر استفسار کیا عُمَان والوں سے ہے! میں نے اثبات میں جواب دیا: اس نے بیان کیا کہ میں آپ کو وہ حدیث بیان نہ کروں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ میں نے کہا آپ ضرور بیان کریں اس پر اس نے بیان کیا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا پھر اس حدیث کا ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ اور معروف ہیں البتہ ابن ہادیہ (راوی) کا ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العجوح والتعدیل (۴۰/۱۱) میں ذکر کیا ہے لیکن اس کے بارے میں جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا لیکن حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا لسان المیزان میں یہ کہنا کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اپنے والد سے ذکر کیا کہ میں اس کو نہیں جانتا ہوں مجھے خدشہ ہے کہ اس کی نظر میں اس کے عقب میں کسی دوسرے راوی کے حالات پر پڑی ہے (اس لئے اس نے یہ الفاظ کہے ہیں) واللہ اعلم۔

جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر الثقات (۱۴/۱) میں کیا ہے دراصل ابن حبان

کی یہ عادت ہے کہ وہ مجہول روایۃ کی توثیق کرتا ہے اس پر متعدد بار ہم متنبہ کر چکے ہیں، خیال رہے ابن حبان کی توثیق کو ہیشمی قابل اعتماد گردانتا ہے اس لئے کہ اس نے مجمع الزوائد (۲۱۷۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو احمد نے روایت کیا اور اس کے روایۃ ثقہ ہیں اور الشیخ الفاضل احمد محمد شاہ کی دلیل کہ اس نے المسند کی تعلیق میں اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے جب کہ اس کی سند صحیح نہیں جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، شیخ احمد محمد شاہ (رحمہ اللہ) کی تعلیق جو مسند احمد پر ہے اور اس کی دیگر تعلیقات میں اس انداز کی تصحیح پائی جاتی ہے جس کی بنیاد ان توثیقات پر ہے جو قابل اعتماد نہیں ہیں اس لئے کہ اس کا مستند درست نہیں ہے۔

(۲۱۴) «مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَلَا دِينَ لَهُ»

ترجمہ: ”جس شخص نے مجھ پر درود نہ بھیجا اس کا کچھ دین نہیں ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ اس حدیث کو محمد بن حمدان مروزی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عبد اللہ بن حبیب نے بیان کیا اس نے بیان کیا ہمیں یوسف بن اسباط نے سفیان ثوری سے اس نے ایک آدمی سے اس نے زر سے اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ابن قیم نے اس حدیث کو اپنی تالیف جلاء الافہام فی الصلوۃ والسلام علی خیر الانام (ص ۲۶-۲۵) میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور سکوت اختیار کیا ہے اس لئے کہ اس کی سند میں ضعف ظاہر ہے میں اچھا سمجھتا ہوں کہ حقیقت سے نقاب کشائی کروں، خیال رہے کہ اس حدیث میں دو غلطی ہیں۔

پہلی غلطی: یوسف بن اسباط ہے، ابو حاتم نے ذکر کیا ہے کہ یہ شخص عبادت گزار تھا اس نے اپنی کتابوں کو دفن کر دیا تھا کثرت کیساتھ غلطیاں کرتا تھا البتہ آدمی نیک تھا لیکن اسکی حدیث قابل حجت نہیں ہے۔

دوسری غلطی: اس کا وہ راوی ہے جو زر سے روایت کرتا ہے اس کا نام معلوم نہیں اس بنیاد پر سخاوی (رحمہ اللہ) نے القول البدیع (ص ۱۱۲) میں اس کو معلول قرار دینے پر اقتصار کیا ہے لیکن یہ کوتاہی ہے۔

مزید برآں میں نے اس حدیث کا طبرانی کی المعجم الکبیر (۱/۱۹۳) میں ملاحظہ کیا اس نے عاصم کے طریق سے اس نے زر سے اس نے عبد اللہ سے بیان کیا اس نے کہا جس شخص نے درود نہیں بھیجا اس کا کچھ دین نہیں ہے اس حدیث کی سند حسن ہے اس حدیث میں «عَلَيَّ» کا لفظ نہیں ہے لیکن یہ حدیث مقوف ہے اور مقوف ہونا ہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

(۲۱۵) «مَنْ صَلَّى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِينَ مَرَّةً غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوبَ ثَمَانِينَ عَامًا قَبْلَ لَهُ وَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ تَقُولُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَتَعَقِّدْ وَاحِدًا»

ترجمہ: ”جس شخص نے مجھ پر جمعہ کے روز اسی بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے آپ سے دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ پر درود کیسے بھیجا جائے آپ نے فرمایا آپ اس طرح درود بھیجیں «اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ» اے اللہ محمد پر رحمتیں فرما جو تیرا بندہ اور تیرا نبی اور تیرا رسول ہے اور وہ اُمّی ہے (یعنی پڑھا ہوا نہیں ہے) اور ایک (گنتی کی) گرہ دیں

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب (رمہ اللہ) (۲۸۹/۱۳) نے اس حدیث کو وہب بن داؤد بن سلیمان ضریر کے طریق سے اس نے کہا ہمیں اسما عیٰل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے اس نے انس سے مرفوع روایت کی الضریر کے حالات میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے سخاوی (رمہ اللہ) نے القبول البدیع (ص ۱۳۵) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن جوزی (رمہ اللہ) نے الاحادیث الواہیۃ میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث اسی کی دوسری کتاب الاحادیث الموضوعات کے زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ اس حدیث میں وضع کے علامات ظاہر ہیں اور نبی ﷺ پر درود کی فضیلت کے بارے میں جب حدیثیں موجود ہیں تو اس قسم کی احادیث سے بے پرواہی کی جائے ان احادیث میں نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ اس پر اس کے بدلے میں دس رحمتیں نازل کرتا ہے مسلم اور دیگر کتب میں یہ حدیث مذکور ہے، مزید برآں سخاوی نے (رمہ اللہ) (ص ۱۳۷) میں اس حدیث کو ایک دوسرے مقام میں ذکر کیا ہے، اس میں دارقطنی (رمہ اللہ) ابو ہریرہ ؓ سے مرفوع لائے ہیں بعد ازاں بیان کیا کہ عراقی نے اور ان سے قبل ابو عبد اللہ بن نعمان نے اس کو حسن قرار دیا ہے لیکن یہ بات غور و فکر کی متقاضی ہے اس کی مثل حدیث اس سے قریب ہی ذکر کی گئی ہے۔

میں کہتا ہوں: دارقطنی (رمہ اللہ) میں یہ حدیث ابن المسیب سے ہے اس نے بیان کیا کہ میں اس کو

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خیال کرتا ہوں جیسا کہ الکشف (۱۶۷/۱) میں ہے، خیال رہے ابھی ابھی مکتب اسلامی نے فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر شیخ اسماعیل بن اسحاق قاضی (رحمہ اللہ) کی تالیف ہماری تحقیق کے ساتھ شائع کی ہے جو شخص چاہتا ہے کہ اس مسئلہ میں وارد ہونے والی احادیث صحیحہ کے عظیم مجموعہ پر اطلاع پانا چاہے وہ اس کا مطالعہ کرے۔

(۲۱۶) «إِنَّا لَنَكْثِرُ فِيهِ وَجُوهُ أَقْوَامٍ، وَإِنَّ قُلُوبَنَا لَتَلْعَنُهُمْ»

ترجمہ: ”بلاشبہ ہم کچھ لوگوں کی لوگوں کے سامنے مبالغہ کے ساتھ ان کی تعریف کرتے ہیں جب کہ ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔“

تحقیق: اس حدیث کے مرفوع ہونے کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ علامہ عجلونی (رحمہ اللہ) نے الکشف (۲۰۶) میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اس کو (۳۳۳/۱۰) میں مُعَلَّقٌ موقوف نقل کیا ہے امام بخاری نے واضح کیا ہے کہ ابوالدرداء سے نقل کیا گیا ہے اس نے بتایا ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے مبالغہ آرائی کے ساتھ ان کی تعریف کرتے ہیں جب کہ ایک جماعت نے اس کو موصول ذکر کیا ہے ان میں ابو نعیم نے المحلیۃ (۲۲۲/۱) میں خلف بن حوشب کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے ابوالدرداء سے روایت کیا جب کہ ابوالدرداء نے اس کو موقوف بیان کیا ہے لیکن وہ روایت مُنْقَطِعٌ ہے جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

مزید برآں ابوبکر بن المقرئ نے اپنی الفوائد میں ابوصالح کے طریق سے اس نے ابو الدرداء سے روایت کیا ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس کو بھی منقطع کہا ہے جب کہ امام ابن ابی الدینیا (رحمہ اللہ) نے اور ابراہیم الحرلی نے اس کو غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے اور علامہ دینوری (رحمہ اللہ) نے المجالسۃ میں ابی الزہرۃ کے طریق سے جبیر بن نفیر سے اس نے ابوالدرداء سے ذکر کیا ہے، جب کہ دینوری نے اس کی اسناد میں جبیر بن نفیر کا ذکر نہیں کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس لحاظ سے یہ حدیث منقطع بھی ہے شاید ان طرق کے باعث اس کو تقویت حاصل ہو جائے، خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے یعنی مرفوع نہیں ہے البتہ موقوف ثابت ہے۔

(۲۱۷) «الزُّرْقَةُ فِي الْعَيْنِ يُمْنُّ وَكَانَ ذَاؤُدُ أَرْزَقِ»

ترجمہ: ”نیلا پن آنکھ میں ہونا برکت ہے داؤد علیہ السلام کی آنکھیں نیلی مائل تھیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو التاریخ میں حسین بن علوان کے



طریق سے اس نے اوروغی سے اس نے زہری سے اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو السلاسی (۱۱۳/۱) میں بطور شاہد ذکر کیا ہے لیکن غلط کیا ہے، اس لئے کہ ابن علوان (راوی) کذاب اور وضاع ہے، امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے پہلے جملہ کو الموضوعات میں ابن حبان کی روایت سے اس نے محمد بن یونس سے اس نے عباد بن صہیب سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے اور بیان کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے عباد (راوی) متروک ہے اور اس سے روایت کرنے والا کدیسی (راوی) اصل مصیبت وہ ہے، اور اس طریق سے یوسف بن عبدالبہادی نے اس حدیث کو جزء احادیث منتقاة (۱/۳۳۷) میں بیان کیا ہے۔

نیز ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ کے طریق سے اس نے کہا ہمیں اسماعیل المدوب نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں سلیمان بن ارقم نے زہری سے اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا، البتہ الفاظ یہ ہیں: «الزُّرْقَةُ يُمْنٌ» "آنکھ کا نیلگوں مائل ہونا باعث برکت ہے" اور بیان کیا حدیث صحیح نہیں ہے سلیمان (راوی) متروک ہے اور اسماعیل (راوی) قابل حجت نہیں ہے، لیکن سیوطی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے بیان کیا کہ ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں ذکر کیا ہے کہ ہم سے عباس بن عبدالعظیم نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عراق کے باشندوں میں سے ایک شخص نے بتایا اس نے عمر سے اس نے زہری سے مرفوع روایت کیا کہ "آنکھ کا نیلگوں مائل ہونا باعث برکت ہے"۔

میں کہتا ہوں: یہ روایت مرسل ہے اس کی سند میں عراقی راوی ہے جس کا نام معلوم نہیں پس وہ متہم ہے نیز سیوطی نے اس کا ایک شاہد حاکم کے طریق سے ذکر کیا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ وہ موضوع ہے، شیخ عجلونی نے الکشف (۳۳۹/۱) میں اور ابن قیم (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ حدیث موضوع ہے۔

(۲۱۸) «مَنْ سَافَرَ مِنْ دَارِ إِقَامَتِهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دَعَتْ عَلَيْهِ أُمَّةٌ أَنْ لَا يَصْحَبَ فِي سَفَرِهِ»

ترجمہ: جو شخص جمعہ کے دن اپنے گھر سے سفر پر نکلتا ہے فرشتے اس کے حق میں بددعا کرتے ہیں کہ اس کے سفر میں اللہ اس کا ساتھی نہ بنے۔

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو الافراد میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے

مرفوع روایت کیا ہے ابن قیم (رحمہ اللہ) نے زاد المعاد (۱/۱۳۵) میں بیان کیا: ”یہ حدیث ابن لہیعہ سے ہے“ میں کہتا ہوں: یہ راوی حافظ کے لحاظ سے ضعیف ہے اور بجمہر می کا اس حدیث کو الاقناع (۱۷۷/۲) میں صحیح قرار دینا اس کا کچھ سبب نظر نہیں آتا اور ابن ابی شیبہ (۱/۱۲۰۶) نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ حسان بن عطیہ (راوی) سے ذکر کیا اس نے بیان کیا جب کوئی شخص جمعہ کے دن سفر کرتا ہے اس کے حق میں بددعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سفر میں اس کا صاحب اور معاون نہ ہو، یہ حدیث مقطوع ہے شاید اس حدیث کا اصل یہ ہے، لیکن ابن لہیعہ نے اس حدیث کو موصول مرفوع بیان کیا ہے جس کا حافظ درست نہیں اور حدیث کا ایک اور طریق بھی ہے لیکن وہ موضوع ہے اس سے بعد والی حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۱۹) «مَنْ سَافَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دَعَا عَلَيْهِ مَلَكَاهُ أَنْ لَا يَصْحَبَ فِي سَفَرِهِ وَلَا تُقْضَى لَهُ حَاجَةٌ»

ترجمہ: ”جس شخص نے جمعہ کے روز سفر کیا اس کے ساتھ (مقرر) اس کے دونوں فرشتے اس کے حق میں بددعا کرتے ہیں کہ اللہ اس کے سفر کا رفیق نہ بنے اور نہ اسکی ضرورت پوری ہو“ تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب نے اس کو کتاب اسماء الرواة عن مالک میں حسین بن علوان کی روایت سے اس نے مالک سے اس نے زہری سے اس نے ابوسلمہ سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا، نیز خطیب نے بیان کیا حسین بن علوان (راوی) سے اس کا غیر زیادہ پختہ ہے عراقی نے بیان کیا کہ خطیب نے اس راوی کے بارے میں نرم انداز اختیار کیا ہے حالانکہ یحییٰ بن معین نے اس کو کذاب کہا ہے، ابن حبان نے اس کو وضع کی جانب منسوب کیا ہے اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس سے مروی یہ حدیث ذکر کی ہے اور بیان کیا کہ اس نے اس حدیث میں مالک پر کذب بیانی سے کام لیا ہے، نیل الاوطار (۱۹۳/۳-۱۹۵) میں اسی طرح ہے۔

خیال رہے سنت میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو جمعہ کے دن سفر کرنے سے مطلقاً رکتی ہو بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے جمعہ کے دن شروع دن میں سفر فرمایا البتہ حدیث بوجہ مسرسل ہونے کے ضعیف ہے اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) (۱۸۷/۳) نے اسود بن قیس سے روایت کیا اس نے اپنے والد سے اس نے بیان کیا ”کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا اس پر سفر کے علامات نمایاں تھے آپ نے اس سے سنا وہ کہہ رہا تھا اگر جمعہ کا دن نہ ہوتا تو میں ضرور سفر کرتا اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ سفر پر نکلیں جمعہ

سفر کرنے سے روکتا نہیں ہے“ ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) (۲/۲۰۵/۲) نے اس حدیث کو مختصر ذکر کیا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے تمام رواۃ لائقہ ہیں اور اسود کے والد قیس کو نسائی اور ابن حبان (رحمہما اللہ) نے لائقہ کہا، پس یہ اثر اور اس سے قبل کی حدیث بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دے رہی ہے اگر حدیث صحیح ہوتی تو عمرؓ پر غلطی نہ رہتی۔

(۲۲۰) «رَأَى لَهٗ (بِعْنَى اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ) مُرَضِعًا فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدْقًا نَبِيًّا وَلَوْ عَاشَ لَعَبَّثَتْ اَخْوَالُهٗ الْقِبْطُ وَمَا اسْتَرْقَ قِبْطِي قَطُّ»

ترجمہ: ”بلاشبہ محمدؐ کے بیٹے ابراہیم کو جنت میں دودھ پلانے والی میسر ہے اگر وہ زندہ رہتا تو صدیق اور نبی ہوتا اور اگر زندہ رہتا تو اس کے ماموں قبطی آزاد کر دیئے جاتے اور کوئی قبطی کبھی غلام نہ بنایا جاتا“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے ابن ماجہ (۳۶۰، ۳۵۹/۱) نے اس حدیث کو ابراہیم بن عثمان کے طریق سے بیان کیا اس نے ذکر کیا کہ ہمیں حکم بن عتیبہ نے حدیث بیان کی اس نے مقسم سے اس نے ابن عباسؓ سے بیان کیا اس نے ذکر کیا کہ جب رسول اللہؐ کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا، اس حدیث کو ذکر کیا اس حدیث کی سند ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے ضعف پر اتفاق ہے لیکن حدیث کا پہلا جملہ براء کی حدیث سے اس میں داخل ہو گیا ہے، براء کی حدیث کو احمد (رحمہ اللہ) (۳/۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۹، ۲۹۷، ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۰۴) نے اور دیگر محدثین نے ایسی اسانید کے ساتھ بیان سکلیا جن میں کچھ اسانید صحیح ہیں، جب کہ دوسرا جملہ عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ سے وارد ہے اس سے دریافت کیا گیا آپ نے رسول اللہؐ کے بیٹے ابراہیم کو دیکھا تھا اس نے کہا کہ وہ تو بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا اور محمدؐ کے بعد اگر کسی پیغمبر کے آنے کا فیصلہ ہوا ہوتا تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد کسی نبی نے نہیں آتا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اپنی صحیح (۴۷۶/۱۰) میں ابن ماجہ (۳۵۹/۱) اور احمد (۳۵۳/۱۳) نے روایت کیا، حدیث کے الفاظ ہیں اگر نبیؐ کے بعد کسی پیغمبر نہ آتا ہوتا تو آپؐ کا بیٹا ابراہیم فوت نہ ہوتا، اور انسؓ سے روایت ہے اس نے بیان کیا ابراہیم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اگر وہ زندہ رہتا تو صدیق اور نبی ہوتا، اس کو احمد (۳/۲۸۱-۲۸۰) نے صحیح سند کے ساتھ مسلم کی شرط پر ذکر کیا، نیز ابن مندہ نے اس حدیث کو بیان کیا اور یہ الفاظ زائد کئے ”لیکن اس نے زندہ

نہیں رہتا تھا اس لئے کہ تمہارا پیغمبر آخری پیغمبر ہے“ جیسا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کی فتح الباری (۳۷۶/۱۰) میں ہے اور اس نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

خیال رہے کہ یہ روایات اگرچہ موقوف ہیں لیکن انہیں مرفوع کا حکم حاصل ہے اس لئے کہ اس روایت کا تعلق نبی امور سے ہے جن میں کسی کی رائے کو کچھ دخل نہیں جب یہ بات آپ کے سامنے آشکارا ہوگئی ہے تو اس جملہ کے ساتھ قادیانوں کا استدلال سراسر گمراہی ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا دراصل قادیانی اس بات کے قائل ہیں کہ نبی ﷺ کے بعد بھی نبوت جاری اور ساری ہے اس لئے کہ آپ سے یہ جملہ اس طرح ثابت نہیں ہے اگرچہ یہ لوگ ان آثار کے ساتھ اس کی تقویت کرتے ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے لیکن ان آثار سے سوائے محرومی کے انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ ان کی دلیل ان کے خلاف فیصلہ کرتی ہے جب کہ اس میں وضاحت ہے کہ ابراہیم اس لئے صغریٰ میں فوت ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی پیغمبر نے نہیں آتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ لوگ حسب عادت اس مسئلہ میں مجادلہ کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور پورا زور صرف کرتے ہیں کہ ان آثار کے ساتھ استدلال کو ضعیف ثابت کریں نیز ان احادیث کو مرفوع حدیث کا حکم نہ دیں لیکن وہ ایسا کرنے کی استطاعت نہیں کر سکتے اور ہم نے ان کے دلائل کو جس انداز کے ساتھ ثابت کیا ہے اس نے انہیں خاموش کر دیا ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے صراحتاً اس جملہ کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے۔

(۲۴۲) «الْحَجُّ قَبْلَ التَّزْوِجِ» ترجمہ: ”نکاح سے پہلے حج کرنا چاہئے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو جامع الصغیر میں دہلی کی روایت سے مسند الفردوس میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اور منادی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کی سند میں غیاث بن ابراہیم کے بارے میں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ محدثین نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور میسرہ بن عبد ربہ کے بارے میں ذہبی نے کہا ہے وہ مشہور کذاب ہے۔

میں کہتا ہوں: پہلا راوی بھی کذاب معروف ہے ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا کہ وہ کذاب خبیث ہے ابو داؤد نے کذاب کہا ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا اس کا ضعیف ہونا واضح ہے اور اس سے مروی تمام حدیثیں موضوع حدیثوں کی مانند ہیں اور یہ وہی راوی ہے جس کے بارے میں ابو یوسف نے بیان کیا کہ اس نے خلیفہ مہدی کو حدیث بیان کی کہ مقابلہ تیروں میں یا اونٹوں اور گھوڑوں میں درست ہے اس نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ پرندوں میں بھی مقابلہ درست ہے اس پر مہدی نے اس جملہ کو حدیث میں

شامل کر دیا اور جب وہ مجلس سے اٹھا تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری گدی چھوئے انسان کی گدی ہے، مجھے تعجب ہے کہ امام سیوطی کس طرح اپنی جامع میں ان کذاب روایہ کی احادیث لاتا ہے البتہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دیگر الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۲۲) «مَنْ تَزَوَّجَ قَبْلَ أَنْ يُحْجَّ فَقَدْ بَدَأَ بِالْمَعْصِيَةِ»

ترجمہ: ”جس شخص نے حج ادا کرنے سے قبل نکاح کیا اس نے معصیت کا آغاز کیا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن عدی (رمحہ ۱۱۱) (۲۱۲۰) نے اس کو احمد بن حنبلہ اور قسانی سے روایت کیا اس نے کہا ہمیں محمد بن ایوب نے حدیث بیان کی اس نے کہا مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی اس نے رجاہ بن روح سے اس نے کہا مجھے وہب بن مہبہ کی بیٹی نے حدیث بیان کی اس نے اپنے والد سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی، ابن عدی نے کہا ایوب بن سوید (راوی) کی بعض روایات کی کوئی راوی متابعت نہیں کرتا، نیز ابن جوزی (رمحہ ۱۱۱) نے اس حدیث کو ابن عدی کے طریق سے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا کہ محمد بن ایوب راوی موضوع روایات لاتا ہے اور امام سیوطی (رمحہ ۱۱۱) نے السلاسی (۱۲۰۱۲) میں اس کو برقرار رکھا ہے نیز اضافہ کیا ہے کہ احمد بن حنبلہ (راوی) کذب کے ساتھ متہم ہے۔

میں کہتا ہوں: رجاہ بن روح (راوی) اور السلاسی میں ابن نوح ہے مجھے اسکے حالات نہیں مل سکے ہیں

(۲۲۳) «الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ يَمِينُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ يُصَافِحُ بِهَا عِبَادَهُ»

ترجمہ: ”حجر اسود زمین پر اللہ کا دایاں ہاتھ ہے اس کیساتھ اللہ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے“  
تحقیق: حدیث ضعیف ہے ابو بکر بن خالد نے اس کو الفوائد (۲۱۲۳۳/۱) میں اور ابن عدی (۲۱۱۷) نے اور ابن بشران نے الامالی (۱۱۳/۱۲) میں اور خطیب (۳۲۸/۶) نے اسحاق بن بشر اکابلی کے طریق سے اس نے بیان کیا! ہمیں ابو معشر مدائنی نے محمد بن منکر سے اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی خطیب نے اس کا تذکرہ اس اکابلی کے حالات میں کیا ہے نیز بیان کیا وہ مالک اور دیگر روایہ سے مرفوع منکر حدیثیں بیان کرتا ہے، بعد ازاں اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ساتھ ہی ابو بکر بن ابی شیبہ سے اس کی تکذیب کا ذکر کیا، نیز اس کو موسیٰ بن ہارون اور ابو زرہ نے کذاب کہا ہے اور ابن عدی (رمحہ ۱۱۱) نے اس حدیث کے بعد بیان کیا کہ اس راوی کا شمار ان روایہ میں سے ہے جو حدیثیں وضع

کرتے ہیں، اور اسی طرح دارقطنی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا جیسا کہ میسران الاعتدال میں ہے، مناوی نے سیوطی پر تعاقب کرتے ہوئے بیان کیا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو جامع الصغیر میں خطیب اور ابن عساکر کی روایت سے ذکر کی ہے کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا حدیث صحیح نہیں ہے اور ابن العربی (رحمہ اللہ) نے کہا یہ حدیث باطل ہے اس کی جانب التفات نہ کیا جائے۔

بعد ازاں مجھے کاہلی (راوی) کا متابع راوی معلوم ہوا اور وہ احمد بن یونس کوئی ہے اور ثقہ ہے ابن عساکر (۲/۱۵) نے اس حدیث کو ابوعلی اہوازی کے طریق سے روایت کیا اس نے بیان کیا ہمیں ابو عبد اللہ محمد بن جعفر بن عبید اللہ کلاعی حمصی نے اپنی سند کیساتھ اس سے اس حدیث کو روایت کیا اس حدیث کو اس نے کلاعی راوی کے حالات میں ذکر کیا لیکن اس راوی پر کسی قسم کی جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا البتہ ابوعلی اہوازی (راوی) متہم ہے پس یہ حدیث ہر لحاظ سے باطل ہے۔

بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ ابن قتیبہ (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو غریب الحدیث (۱۱۰۷/۱۳) میں ابراہیم بن یزید سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے موقوف روایت کیا جبکہ اس کا موقوف ہونا ہی مناسب ہے اگرچہ اس کی سند میں ضعیف ترین راوی ہے اس لئے کہ ابراہیم خوزی (راوی) متروک ہے جیسا کہ امام احمد اور امام نسائی (رحمہما اللہ) نے ذکر کیا، اس حدیث کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد حافظ ابن رجب پر تعجب ہے کہ اس نے اس حدیث کا ذکر ذیل الطبقات (۱۷۳/۷) میں کیا ہے اور خاموشی اختیار کی ہے اور ابن الفارس حنبلی سے مروی روایت کی تاویل کرتے ہوئے ذکر کرتا ہے کہ ”حجر اسود حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے“

اس سے مقصود یہ ہے کہ حجر اسود کا بوسہ لیا جائے اور ہاتھ پھیرا جائے اور یہاں کوئی مجازی معنی مراد نہیں ہے بلکہ حقیقی معنی ہی مقصود ہے اور اس سے مقصود ہرگز اللہ پاک کی ذاتی صفت کا وہم نہیں ہے لیکن اس تفسیر اور تشریح کی ہرگز ضرورت نہیں جب کہ حدیث کے ضعف پر اطلاع ہو چکی ہے اس لئے کہ تفسیر تو صحیح کی فرع ہے اگر حدیث صحیح ہے تو اس کی تشریح کی جائے ورنہ کیا ضرورت ہے۔

(۲۲۳) «حَمَلَةُ الْقُرْآنِ أَوْلِيَاءُ اللَّهِ فَمَنْ عَادَاهُمْ فَقَدْ عَادَى اللَّهَ وَمَنْ وَالَاهُمْ فَقَدْ وَالَى اللَّهَ»

ترجمہ: ”قرآن پاک کے حاملین اللہ کے اولیاء ہیں جس شخص نے ان سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس شخص نے ان سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی“

تحقیق: حدیث موضوع ہے سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو جامع الصغیر میں دیلمی کی روایت سے جو مسند الفردوس میں ہے اور ابن النجار نے ابن عمر سے روایت کی ہے مناوی نے سیوطی پر تعاقب کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں داؤد بن محبر (راوی) ہے جس کے بارے میں ذہبی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء میں بیان کیا، ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ راوی ثقہ رواۃ پر محدثین وضع کرتا تھا، نیز ابو نعیم نے اس سے اس حدیث کو حلیۃ الاولیاء میں ذکر کیا ہے اور دیلمی نے اس کے طریق سے اس کو صراحت کیا تھا بیان کیا ہے لیکن اگر وہ اس کی جانب ہی اس کو منسوب کر دیتا تو مناسب تھا۔

میں کہتا ہوں: بلکہ بہتر تو یہ تھا کہ اس حدیث کو بالکل ذکر نہ کرتا جب کہ خود سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعہ (رقم ۱۵۵، ص ۳۲) میں ابو نعیم کے طریق سے تاریخ اصہبان میں ذکر کیا ہے اور امام سیوطی نے بیان کیا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں بیان کیا یہ حدیث منکر ہے ابو نعیم نے اس حدیث کو حسن بن ادریس کے حالات کے ضمن میں بیان کیا ہے جب کہ اس حدیث کی خرابی داؤد بن محبر راوی ہے اور ابن عراق تنزیہ الشریعة (۱/۱۳۵) میں اس کے پیچھے چلا ہے لیکن حدیث تاریخ اصہبان (۲۶۳/۱) میں ہے حلیۃ الاولیاء میں نہیں ہے جیسا کہ مناوی (رحمہ اللہ) کا خیال ہے۔

(۲۲۵) «لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَوَارَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَخَلِّدِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالشُّرُجَ»

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے نیز ان پر جو قبروں پر مسجدیں تعمیر کرتے ہیں اور چراغ رکھتے ہیں“

تحقیق: اس مکمل سیاق کے ساتھ یہ حدیث ضعیف ہے سنن کی چار کتابوں میں سوائے ابن ماجہ کے یہ حدیث مذکور ہے ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) نے المصنف (۱۴۰/۳) میں اور بخاری نے «علی بن جعد» (۱۱۷۰/۷) کی حدیث میں اور طبرانی (رحمہ اللہ) (۲۱۱۷/۳) اور عبد اللہ بن قطان نے اپنی حدیث (۱۱۵۳) میں اور حاکم (رحمہ اللہ) (۳۷۴/۱) نے اور بیہقی (۷۸۱۳) نے اور اسی طرح طیالسی (۱۷۱۱) نے اور احمد (۲۰۳۰) نے محمد بن جعدہ کے طریق سے اس نے بیان کیا میں نے ابوصالح سے سنا (قطان نے اضافہ کیا جب وہ بوڑھا ہو گیا) اور یہ روایت ابن ابی شیبہ (۱۱۸۳/۲) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے اس نے بیان کیا، حاکم اور ذہبی بھی اس کے پیچھے چلا ہے دونوں نے ابوصالح باذان (راوی) کو قابل

حجت نہیں گردانا ہے البتہ ترمذی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا حدیث حسن ہے اور ابوصالح (راوی) ام حنانیہ بنت ابوطالب کا غلام ہے اور اس کا نام باذان ہے اور بازام بھی کہا جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی تمام ناقدین کے ہاں ضعیف ہیں اور عجلی کے علاوہ اس کو کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے تہذیب میں اس کو بیان کیا بلکہ اسماعیل بن ابی خالد اور ازدی نے اس کو کذاب کہا اور بعض ناقدین نے اس کو تدلیس کی وجہ سے عیب ناک کہا، ابن حجر نے التقویب میں اس کو ضعیف عدلس کہا ہے، میں کہتا ہوں: شاید اسی سبب سے ابن الملقن (رحمہ اللہ) نے خلاصہ البدر المنیر (۱/۱۵۹) میں ترمذی کی تحسین نقل کرنے کے بعد کہا ہے اس حدیث میں اس نکتہ سے واقف ہونا ضروری ہے جس کا ذکر میں نے اصل البدر المنیر میں کیا ہے، مجھے یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی تا کہ میں اس نکتہ سے آگاہی حاصل کرتا جس کا اس نے اشارہ کیا ہے اگرچہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ نکتہ سے مقصود ابوصالح کا ضعیف ہونا ہے نیز عبدالحق یا شیبلی (رحمہ اللہ) نے الاحکام الکبریٰ (۱/۸۰) میں اس راوی کی وجہ سے اس کو معلول قرار دیا ہے اور وضاحت کی کہ یہ راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ترین ہے، میں کہتا ہوں: جس شخص کا یہ حال ہے اس کی حدیث کو حسن قرار دینا درست نہیں جیسا کہ امام ترمذی نے کیا ہے تو اس کو صحیح کیسے قرار دیا جاسکتا ہے جیسا کہ شیخ احمد شاہ (رحمہ اللہ) نے مسند احمد کے حاشیہ میں اور سنن ترمذی (۱۳۶۱۲-۱۳۸) کے حاشیہ میں صحیح کہا ہے۔

خیال رہے کہ اس حدیث کو حسن یا صحیح قرار دینے کی اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ قبروں پر چراغاں کرنے کی حرمت پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے اس سبب سے میں نے خود کو آمادہ کیا کہ اس حدیث کی اصل حقیقت سے آگاہ کیا جائے اور اس کی سند سے واضح کیا ہے کہ نبی ﷺ کی جانب ہرگز ایسی بات منسوب نہ کی جائے جو آپ نے نہیں فرمائی ہے البتہ حدیث کا یہ جملہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے اس کو ابن ماجہ (۲/۷۸۱) نے حاکم بیہقی نے اور مسند احمد (۱۳۲/۳) میں حسان بن ثابت ؓ کی حدیث سے اور ترمذی ابن ماجہ، بیہقی، طیالسی اور احمد (۳۳۷/۲) نے ابو ہریرہ ؓ سے ذکر کیا ہے۔

اور قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنے والوں پر لعنت کرنا صحیحین میں آپ سے متواتر ہے اور ان دونوں کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں عائشہ صدیقہ، ابن عباس، ابو ہریرہ، زید بن ثابت ابو عبیدہ بن جراح اور اسامہ بن زید رضولہ (رحمہم اللہ) صحیحین سے احادیث مروی ہے میں نے ان سب احادیث کی تخریج



التعليقات الجياد على زاد المعاد میں اس کے بعد تحذیر الساجد عن اتخاذ القبور مساجد میں (بجہ اللہ مترجم نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں) جب کہ عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث میں صراحت ہے کہ اللہ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کیں، احمد کی روایت میں زیادہ الفاظ ہیں کہ آپ نے اس فعل کو امت مسلمہ کیلئے حرام قرار دیا ہے۔

نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے وہ لوگ بدترین ہیں جن کی زندگی میں ان پر قیامت واقع ہوگی اور وہ لوگ بھی بدترین ہیں جو قبروں پر مسجدیں تعمیر کرتے ہیں ان احادیث کی موجودگی میں جو کثرت کے ساتھ وارد ہیں کہ قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنے والے لعنت خداوندی کے مستحق ہیں پھر بھی ایسے مسلمان کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں جو قبروں پر مسجدیں تعمیر کر کے اور ان میں نمازیں ادا کر کے اللہ کا تقرب تلاش کرتے ہیں جب کہ یہ فعل اللہ اور اس کے رسول کی عین مخالفت ہے۔

اس مسئلہ میں فقیہ احمد بن حنبلہ رضی اللہ عنہ کی المزواجر فی النہی عن اقتراح الکبائر (۱۲۱/۱) کا مطالعہ کریں اور بعض احتیاف اور دیگر علماء سے وضاحت ثابت ہے کہ ایسی مسجدوں میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے جب کہ بعض محققین نے اس پر علماء کے اتفاق کو نقل کیا ہے اس مسئلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ (۱۰۷۱/۲، ۱۹۲/۲) اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی حیلۃ القاری (۱۳۹/۳) شرح صحیح البخاری اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی فتح الباری (۱۰۶/۳) کا مطالعہ کریں۔

البتہ ان لوگوں پر لعنت بھیجنا جو قبروں پر چراغ روشن کرتے ہیں اس کے بارے میں ہمیں کوئی خاص حدیث نہیں مل سکی ہے یہاں جو حدیث ذکر ہوئی ہے وہ تو ضعیف ہے اگرچہ ہمارے سلفی بھائی زور شور کے ساتھ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن میں انہیں خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس حدیث کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے سے باز رہیں اس لئے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے البتہ قبروں پر چراغ روشن کرنے سے روکنے کے لئے شریعت اسلامیہ کے عمومی دلائل سے استدلال کریں جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع کیا ہے نیز کفار کے ساتھ مشابہت سے بھی روکا گیا ہے اس طرح کے اور دلائل بھی پیش کئے جاسکتے ہیں۔

(۲۲۶) «تَخْتَمُوا بِالْعَقِيقِ فَإِنَّهُ مُبَارَكٌ»

ترجمہ: ”عقیق کی انگوٹھی پہننا اس لئے کہ اس میں برکت ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے محاطی نے اس حدیث کو الامالی (ج ۲ رقم ۳۱ میرانسخ) میں اور خطیب نے تاریخ (۲۵۱/۱۱) میں اور اسی طرح عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (۳۶۶) میں یعقوب بن ولید مدنی کے طریق سے اور ابن عدی (رحمہ اللہ) (۱/۳۵۶) نے یعقوب بن ابراہیم زہری کے طریق سے ان دونوں نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کیا اور امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو عقیلی کے طریق سے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس نے بیان کیا یعقوب کذاب ہے احادیث وضع کرتا ہے عقیلی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا اس بارے میں نبی ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے یعقوب کے حالات میں امام احمد (رحمہ اللہ) کا قول ذکر کیا ہے کہ یعقوب بہت بڑے کذابین سے شمار ہوتا ہے اور احادیث وضع کرتا تھا بعد ازاں اس سے مروی اس حدیث کا ذکر کیا اور ابن عدی نے بیان کیا یعقوب بن ابراہیم معروف راوی نہیں ہے یعقوب بن ولید نے یعقوب بن ابراہیم سے اس حدیث کو چوری کیا ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اللالی (۲۸۲/۲) میں امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا حسب عادت تعاقب کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا دوسرا طریق ہشام سے مروی ہے جس کو خطیب نے اور ابن عساکر (۲/۲۸۳/۱۴) نے ابوسعید شیب بن محمد بن ابراہیم شعبی سے بیان کیا ہے اس نے کہا ہمیں ابو عبد اللہ محمد بن وصیف القای نے بتایا اس نے کہا ہمیں محمد بن اہل بن فضل بن عسکر ابو الفضل نے بتایا اس نے کہا ہمیں خالد بن یحییٰ نے ہشام بن عروہ سے اس حدیث کو بیان کیا

میں کہتا ہوں: یہ سند اندھیرے والی ہے اس لئے کہ خالد (راوی) سے جتنے نیچے راوی ہے وہ معروف نہیں ہیں البتہ شیب بن محمد بن ابراہیم شعبی (راوی) شاید اس سے مراد وہ راوی ہے جو الجرح و التعديل (۳۵۲/۱۱۲) میں ہے کہ شیب بن محمد بن شیب العبدی سے مراد بغدادی ہے جس نے بشر بن حارث اور عبدالرحمن بن عفان سے روایت کی ہے اور میرے والد نے اس سے دوسرے سفر میں نقل کیا ہے اس طرح خطیب (رحمہ اللہ) کی تاریخ (۲۳۳/۹) میں ہے وہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) سے نقل کرتے ہیں اور محمد بن وصیف القای (راوی) مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ کس نے اس کا ذکر کیا ہے البتہ ممکن

ہے کہ اس سے مراد وہ ہو جس کا خطیب نے تاریخ (۳۳۶/۳) میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن وصیف سے مراد ابو جعفر سامری ہے، بعد ازاں اس سے مروی اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں کسی جرح تعدیل کا ذکر نہیں کیا لیکن اس کی کنیت ابو جعفر ہے اور جس کے حالات کا ذکر ہو رہا ہے اس کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ واللہ اعلم

محمد بن سہل بن فضل (راوی) میں احتمال ہے کہ اس سے مراد محمد بن سہل عطار ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کے بارے میں تَوَدُّد کیا ہے، جب کہ عطار (راوی) حدیث وضع کرنے میں معروف ہے دارقطنی (رحمہ اللہ) اور دیگر محدثین نے اس کو اس وصف کے ساتھ موصوف کیا ہے پس اس سند کی آفت یہ راوی ہے یا وہ راوی جو اس کے نیچے ہے۔ واللہ اعلم

نیز یہ حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ بھی دیگر طرق سے مروی ہے اور وہ تمام طرق باطل ہیں جبکہ حافظ سخاوی (رحمہ اللہ) نے المقاصد میں اس کا ذکر کیا ہے اور ملا علی قاری (رحمہ اللہ) کا الموضوعات (ص ۳۷) میں یہ قول کہ اس حدیث کو دیلمی نے انس، عمر، علی، عائشہ رضوانہ علیہا وسلم کی حدیث سے متعدد اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا کچھ اصل ہے لیکن حافظ سخاوی کے قول سے غافل نہیں ہونا چاہیے کہ اس حدیث کے تمام طرق باطل ہیں اور وہ قاعدہ جس میں محدثین کا اتفاق ہے کہ طرق کا متعدد ہونا حدیث کو قوی بنا دیتا ہے جب کہ حدیث میں ضعف کا سبب راوی کا قسۃ الحفظ والضبط ہونا ہو جب کہ اس حدیث میں یہ معاملہ نہیں ہے بلکہ اس حدیث کے اکثر روایات متہم بالکذب کے وصف سے خالی نہیں ہیں۔

مزید برآں الفاظ میں شدید اضطراب ہے بعض میں لفظ مبارک کا ہے جیسا کہ عائشہ کی حدیث میں ہے اور بعض میں ہے عقیق کی انگوٹھی پہننا فقیری کو دور کر دیتا ہے ان کے علاوہ دیگر الفاظ بھی ہیں جن کو شریعت نہ عقل صحیح باور کرتی ہے آئندہ ذکر ہونے والی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۲۷) «تَخْتَمُوا بِالْعَقِيقِ فَإِنَّهُ يَنْفِي الْفَقْرَ»

ترجمہ: ”عقیق کی انگوٹھی پہننا اس لئے کہ وہ فقر و فاقہ کو ختم کر دیتی ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن عدی کے طریق سے اس نے حسین بن ابراہیم ہانی سے اس نے بیان کیا ہمیں حمید الطویل نے حدیث بیان کی اس نے اس حدیث کو انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ابن عدی نے بیان کیا حدیث باطل ہے اور حسین

راوی مجہول ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں بیان کیا کہ حدیث موضوع ہے نیز حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے اسی طرح امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کا اقرار کیا ہے سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی میں ذکر کرنے کے بعد مزید کہا کہ المیزان میں ہے حسین راوی معلوم نہیں کون ہے شاید یہ وہی راوی ہے جس نے حدیث کو وضع کیا ہے اس کے باوجود کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے موضوع ہونے کا اقرار کیا ہے پھر بھی اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابن عدی کی روایت سے ذکر کیا ہے اور ابن عساکر (رحمہ اللہ) (۱/۱۳۱/۱۳) نے بھی اسی حدیث کو اسی طریق سے ذکر کیا ہے۔

(۲۲۸) «تَخْتَمُوا بِالْعَقِيقِ فَإِنَّهُ أَنْجَحٌ لِلْأَمْرِ، وَالْيَمْنَىٰ أَحَقُّ بِالزَّيْنَةِ»

ترجمہ: ”عقیق کی انگوٹھی پہنو وہ کامیابی عطا کرتی ہے، اور دایاں ہاتھ زیادہ لائق ہے کہ اس کو زینت عطا کی جائے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن عساکر (۱/۲۹۱/۳-۲) نے اس حدیث کو حسن بن محمد بن احمد بن ہشام سلمہ کے حالات کے ضمن میں سند کے ساتھ ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بغدادی تک پہنچایا اس نے کہا مجھے محمد بن حسن نے باب اور ابواب کی خبر دی اس نے کہا حمید بن طویل نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان (۲/۲۶۹/۲) میں بیان کیا حدیث بلاشبہ مرفوع ہے البتہ میں نہیں جانتا اس کو کس نے وضع کیا ہے نیز سیوطی نے اللآلی (۲/۲۴۳/۲) میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۲۲۹) «تَخْتَمُوا بِالْخَوَاتِمِ الْعَقِيقِ فَإِنَّهُ لَا يُصِيبُ أَحَدَكُمْ غَمٌّ مَا دَامَ عَلَيْهِ»

ترجمہ: ”عقیق کی انگوٹھی پہنو تم میں سے کسی کو کوئی غم لاحق نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اس کے ہاتھ میں ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے علی بن مہر ویہ قزوینی نے اس حدیث کو ذکر کیا اس کی سند میں داؤد بن سلیمان غازی الجرجانی (راوی) کو ابن معین (رحمہ اللہ) نے کذاب کہا ہے اور ذہبی (رحمہ اللہ) نے شیخ کذاب کہا اس کا ایک نسخہ موضوع علی بن موسیٰ الرضی سے مروی ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث اسی مذکورہ نسخہ سے ہے جو شخص المقاصد الحسنہ اور کشف الخفاء کا مطالعہ کرے گا اس کو اصل حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

(۲۳۰) «مَنْ تَخَتَّمَ بِالْعَقِيقِ لَمْ يَزَلْ يَرَى خَيْرًا»

ترجمہ: ”جس شخص نے عقیق کی انگوٹھی پہنی وہ ہمیشہ خیر و برکت کا ملاحظہ کرتا رہے گا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کوالموضوعات میں ابن حبان (رحمہ اللہ) کے طریق سے (یعنی الضعفاء میں) زہیر بن عباد سے اس نے کہا، ہمیں ابو بکر بن شعیب نے مالک سے زہری سے عمرو بن الشرید سے فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی بیٹی سے مرفوع روایت کیا اور ذکر کیا کہ ابو بکر (راوی) مالک سے ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جو اس کی حدیثیں نہیں ہیں، نیز السلاسی (۲۷۱/۲) میں اس کا اثبات ہے اور امام ذہبی نے ابو بکر مذکور (راوی) کے حالات میں ذکر کیا جبکہ اس سے (مروی) اس حدیث کا ذکر کیا کہ یہ کذاب ہے اور حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کی موافقت کی ہے، نیز طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں اس طریق سے ذکر کیا ہے اور بیان کیا کہ اس حدیث کو مالک سے صرف ابو بکر نے روایت کیا جب کہ زہیر اس کے بیان میں مُتَّفَرِّد ہے۔

اور اس سے بیہوشی کے قول کی کے غیر صحیح ہونے کا پتہ لگتا ہے جب اس نے حدیث (۱۵۴/۵) ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کو طبرانی نے الاوسط میں ذکر کیا ہے اور عمرو بن شرید نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا اور زہیر بن عباس رواسی کو ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے اور اس کے بعد دیگر روایۃ صحیح کے روایۃ ہیں لیکن یہ غلطی واضح ہے اس لئے کہ ابو بکر صحیح کے روایۃ سے نہیں ہے بلکہ سنن اور مسانید کے روایۃ سے بھی نہیں ہے، نیز وہ متہم ہے جب کہ اس کی جانب ابن جوزی (رحمہ اللہ) کا سابق کلام جو اس کے بارے میں ہے اشارہ کر رہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ عقیق کی انگوٹھی پہننے کے بارے میں تمام حدیثیں باطل ہیں جیسا کہ یہ بات حافظ سخاوی سے پہلے گزر چکی ہے

(۲۳۱) «كُلُّوْ الْبَلْعِ بِالْتَّمْرِ لِإِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا رَأَاهُ غَضِبَ وَقَالَ عَاشَ ابْنُ آدَمَ حَتَّى أَكَلَ الْجَدِيدَ بِالْحَلْقِ»

ترجمہ: ”تم کچی اور پختہ کھجور ملا کر کھاؤ اس لئے کہ شیطان جب یہ دیکھتا ہے ناراض ہوتا

جیسا کہ اس جزء میں ہے جس کو طبرانی الاوسط اور کبیر اور مسند المقلین لدعلج جو حافظ ذہبی کے ساتھ ہے اور جس کو اس نے حافظ مزنی (ورقہ اوچہ) سے نقل کیا ہے سے منتخب کیا گیا ہے اسی طرح یہ حدیث طبرانی کی حدیث سے اس جزء میں ہے جو ابویہم کی روایت (۱۱۲۶) سے ہے نیز اس جزء میں ہے جس کو ابن مردویہ نے طبرانی کی حدیث (۱۱۱۳) سے منتخب کیا ہے

ہے اور کہتا ہے ابن آدم اتنا عرصہ زندہ رہا کہ اس نے نئے پھل کو پرانے پھل کے ساتھ ملا کر کھایا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے اس حدیث کو ابن ماجہ (رحمہ اللہ) (۳۱۷/۱) نے اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (۴۶۷) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) (۲/۳۶۳) نے اور ابو نعیم نے اخبار اصیہان (۱۳۳/۱) میں اور حاکم (رحمہ اللہ) نے مستدرک (۲۱/۳) میں اور معرفة علوم الحديث (ص ۱۰۰-۱۰۱) میں اور ابوالحسن الحماوی نے الفوائد المنتقاة (۲/۲۰۷/۹) میں اور خطیب نے تاریخ (۳۵۳/۵) میں اور ہبة اللہ الطبری نے الفوائد (۲/۱۳۳/۱) میں روایت کیا اور اس کو ابو زکریا یحییٰ بن محمد بن قیس سے غریب گردانا، اس نے کہا ہمیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کیا، ابن عدی اور حاکم (رحمہما اللہ) نے المعرفة میں اور حماوی اور خطیب نے روایت کیا ابو زکریا اس میں متفرد ہے اور حاکم تسائل میں معروف ہے اس نے مستدرک میں اس کو صحیح نہیں کہا ہے اور امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں بیان کیا کہ یہ حدیث منکر ہے اور اسی طرح تلخیص المستدرک میں ہے اور مزید بیان کیا ہے کہ مؤلف نے اس کو صحیح نہیں کہا ہے۔

سندھی نے السنن والسنن میں بیان کیا کہ اس کی سند میں ابو زکریا (اصل میں زکریا ہے اور زکریا تصحیف ہے) یحییٰ بن محمد راوی کو ابن معین اور دیگر محدثین نے ضعیف کہا ہے، اور ابن عدی نے بیان کیا کہ چار حدیثوں کے علاوہ اس کی دیگر حدیثیں درست ہیں، میں کہتا ہوں: جب کہ اس حدیث کو بھی ان تمام احادیث سے شمار کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں شامل کیا ہے اور امام نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس نے بیان کیا کہ دارقطنی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا کہ ابو زکریا (راوی) متفرد ہے جو ہشام سے روایت کرتا ہے عقیلی نے بیان کیا اس پر اس کی متابعت نہیں ہے اور وہ اسی کے ساتھ معروف ہے، ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے وہ اسانید کو بلا قصد و ارادہ تبدیل کرتا ہے اور مرسل روایات کو مرفوع بناتا ہے اس لئے قابل حجت نہیں ہے اس نے اس حدیث کو بیان کیا جبکہ اس کا کچھ اصل نہیں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ابن حبان نے ابو زکریا پر قدح (جرح) کی ہے، جب کہ امام مسلم (رحمہ اللہ) نے اس سے اپنی صحیح میں روایت کی ہے شاید غلطی محمد بن شداد مسمی (راوی) کی جانب سے ہے جو ابو زکریا سے روایت کرتا ہے دارقطنی (رحمہ اللہ) نے کہا اس کی احادیث تحریر نہ کی

جائیں اور نعیم بن حماد نے (ابوزکیر سے روایت کرنے میں) محمد شداد کی متابعت کی ہے اور نعیم (راوی) ثقہ نہیں ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۲۳۳) میں اس کے موضوع ہونے کو ثابت کیا ہے البتہ اس کا تعاقب کیا ہے جب اس نے ابوزکیر کو حدیث کی ذمہ داری سے بری قرار دینا چاہا ہے، چنانچہ اس نے حدیث کے دیگر طرق کا ابوزکیر سے ذکر کیا ہے جو حدیث کی تفتیش کرنے والے کو آمادہ کرتی ہے کہ تہمت کو صرف ابوزکیر میں بند کر دیا جائے اور یہی صحیح ہے، اور اسی وجہ سے ائمہ نے اس حدیث کو معطل قرار دیا ہے، واللہ اعلم۔

علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے باوجود اس بات کے کہ اس نے حدیث کے موضوع ہونے کا اعتراف کیا ہے پھر بھی اس کو الجامع الصغیر میں نسائی، ابن ماجہ، حاکم کی روایت سے عاشرہ سے درج کر دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو زاد المعاد (۳/۲۱۱) میں نسائی کی طرف منسوب کیا ہے جب کہ یہ حدیث بظاہر سنن کبریٰ میں ہے بعد ازاں امام ابن قیم نے اس حدیث کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے شائد اس کی علت اس کے ذہن میں مستحضر نہیں ہے اس کا یہ اندازان مقتضیات سے ہے جو اس کے بارے میں لکھنے پر مجبور کرتے ہیں۔

(۲۳۲) «كُلُوا التَّمْرَ عَلَى الرِّبْقِ فَإِنَّهُ يَقْتُلُ الدُّوْدَ»

ترجمہ: ”نہار منہ کھجور کھاؤ اس لئے کہ کھجور کھانا کیڑوں کو مار دیتا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابوبکر شافعی نے اس حدیث کو الفوائد (۹/۱۱۰) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۲۵۸) میں عصمة بن محمد (راوی) سے اس نے کہا ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی اس نے کرب سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کی ابن عدی نے بیان کیا عصمة بن محمد سے مروی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں اور وہ منکر الحدیث ہے اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن عدی کے طریق سے اس نے عصمة سے روایت کیا، بعد ازاں اس نے کہا حدیث صحیح نہیں ہے عصمة راوی کذاب ہے اور سیوطی نے اس کو اللآلی (۲/۲۳۳) میں اس کو ثابت رکھا ہے۔

بعد ازاں ابن عراق نے تنزیہ الشریعة (۲/۳۲۰) میں اور ان دونوں سے پہلے ابن قیم نے المنار میں ذکر کیا اور کہا کہ حدیث کا مفہوم دراصل اطباء کی وضاحت ہے یہی بات مناسب معلوم ہوتی ہے اس کے باوجود امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابوبکر اور شافعی اور دیلمی کی روایت ابن عباس سے کی ہے، غور کیجئے یہ کس قدر ناقص ہے۔

(۲۳۳) «أَكْثَرُ خُرُزِ الْجَنَّةِ الْعَقِيقُ»

ترجمہ: ”جنت میں زیادہ خرز مہرے (منکے یا جواہر) عقیق کے ہوں گے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابو نعیم نے اس حدیث کو الحلیہ (۲۸۱/۸) میں سلم کے حالات کے ضمن میں جب کہ الحلیہ میں سالم ہے جو میمون خواص کا لڑکا ہے اس نے ابو محمد سلم الزاہد کے طریق سے اس نے کہا ہمیں قاسم بن معن نے خبر دی اپنی بہن امینہ بنت معن سے اس نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کیا اور کہا ہے کہ حدیث غریب ہے قاسم سے ہی ہم نے حدیث کو نقل کیا ہے اور امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس طریق سے ذکر کیا اور بیان کیا کہ سلم بن سالم کذاب ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے الآلوسی (۳۷۳/۲) میں اس پر تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے، ابن عدی کے علاوہ دیگر تمام جاہلین نے اس کو ضعیف قرار دینے میں اتفاق کیا ہے۔

ابن عدی کا قول ہے میں امید رکھتا ہوں کہ اس سے بیان کردہ حدیث محتمل ہے اور عجلی نے کہا اس راوی میں کوئی حرج نہیں اور یہی وہ راوی ہے جس نے (مسور کی دال کی) حدیث بیان کی ہے، نیز سیوطی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا میں نے الحلیہ کی جانب مراجعت کی تو مجھے معلوم ہوا کہ اس نے اس حدیث کو سلم بن میمون خواص مشہور زاہد کے حالات میں ذکر کیا ہے اس شخص کا شمار صوفیاء اور عبادت گزار لوگوں سے ہوتا ہے البتہ اس سے مروی حدیثیں منکر ہیں ابن حبان نے بیان کیا اس پر نیکی کا غلبہ تھا جس کی وجہ سے وہ فن حدیث کے حفظ و اتقان کی جانب توجہ نہ کر سکا۔

میں کہتا ہوں: ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس پر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ راوی اس لائق نہیں کہ اس کو قابل حجت سمجھا جائے نیز ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) (۱۶۷/۱۱۲) نے اپنے والد سے بیان کیا میں نے اس راوی سے حدیث تحریر نہیں کی ہے اس نے ابو خالد الاحمر سے منکر موضوع مشابہ حدیث بیان کی ہے اور سیوطی کا میلان اس طرف ہے کہ سلم بن میمون سے مروی حدیث کی تائید اس سے ہو رہی ہے کہ ابو نعیم نے اس کے حالات میں اس کا ذکر کیا ہے البتہ اس بات کا مجھے علم نہیں کہ جس نے اس کے حالات ذکر کئے ہیں اس نے اس کی کسی کثیت کا مطلقاً ذکر کیا ہو جب کہ سلم بن سالم کی کثیت کے بارے میں ابن ابی حاتم نے المجرح والتعديل (۲۶۶/۱۱۲) اور ابن سعد نے جیسا کہ خطیب کی تاریخ بغداد میں ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے جب کہ اس کے حالات کے آغاز میں ذکر کیا ہے سلم بن سالم ابو محمد ہے اور کہا گیا ہے ابو عبد الرحمن بن یحییٰ ہے پس اس سے تائید ہو رہی ہے کہ اس راوی سے مراد سلم بن سالم ہے وہ سلم



بن میمون کی طرح زاہد کے وصف کے ساتھ بھی موصوف ہے اس وجہ سے اشتباہ ہو گیا۔

راج مذہب امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) کا ہے کہ اس راوی سے مراد سلم بن سالم ہے اور وہ متہم ہے اور خطیب نے احمد بن سیار سے نقل کیا اس نے بیان کیا سلم بن سالم ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جن کی کچھ عظمت تو کجا حقیقت ہی نہیں ہے وہ موضوع کے تشابہ ہوتی ہیں، اور ابراہیم بن یعقوب جوزجانی سے روایت ہے اس نے بیان کیا کہ وہ ثقہ نہیں ہے میں نے اسحاق بن ابراہیم یعنی ابن راہویہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں۔

ابن مبارک سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا جو مسور کی دال کے تبادل کے بارے میں بیان کی جاتی ہے کہ ستر (۷۰) انبیاء کرام کی زبان سے اس دال کی تعریف ثابت ہے اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ایک پیغمبر کی زبان سے بھی اس کی تعریف منقول نہیں اس لئے کہ مسور کی دال صحت کو بر باد کرتی ہے اور نضح (ہوا) پیدا کرتی ہے تمہیں کس شخص نے یہ حدیث بیان کی ہے انہوں نے کہا سلم بن سالم نے اس نے دریافت کیا اس نے کس سے بیان کی ہے انہوں نے جواب دیا اس نے تجھ سے حدیث بیان کی ہے اس نے ازراہ تعجب کہا مجھ سے بھی بیان کی ہے؟

نیز خطیب نے احمد نسائی اور دیگر محدثین سے اس کی تضعیف کا ذکر کیا ہے اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) (۳۶۷/۱۱۱) نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ میں نے ابو زرہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ اس کی حدیث کو تحریر میں نہ لایا جائے وہ مرجئہ تھا اور اپنے منہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کی زبان سے سچ بات نہیں نکلتی تھی۔

اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا ابن عدی (رحمہ اللہ) کو ابن عدی سے مستثنیٰ کرنا جو اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں جب کہ اس کے بارے میں ابن عدی کا قول ہے میں پر امید ہوں کہ اس کی ذکر کردہ حدیث محتمل ہے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس نے اس سے مروی احادیث کا ذکر کرنے کے بعد ان کے بارے میں کہا ہے میرے مشاہدہ میں جو احادیث آئیں ہیں یہ حدیثیں ان سب سے زیادہ منکر ہیں اور اس سے مروی حدیثیں افراد بھی ہیں اور مجھے امید ہے کہ اس سے بیان کردہ حدیث محتمل ہے لسان العیزان میں اسی طرح ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عدی نے اس کو اس وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے کہ اس نے منکر حدیثیں روایت کی ہے اور اس امید کا اظہار بھی کیا ہے کہ اس سے مروی قلیل احادیث ایسی ہیں جو محتمل ہیں ظاہر ہے اس کی جانب منکر احادیث کی نسبت کرنے کے بعد اس کو ثقہ قرار نہیں دے رہا

ہے یہ بات واضح ہے اس شخص پر یہ بات مخفی نہیں جو اس عمدہ فن کے بارے میں معلومات رکھتا ہے اس سے نقل سیوطی سے بھی اس قسم کی غلطی سرزد ہوئی حدیث نمبر ۶۸۱۸ ملاحظہ فرمائیں

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث موضوع ہے خواہ اس کا راوی سلم بن سالم ہے یا سلم بن میمون ہے اس لئے کہ فن حدیث میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے زیادہ شرد والا ہے جیسا کہ ان علماء کے اقوال سے یہ بات واضح ہے جو ان دونوں کے بارے میں منقول ہیں اور سخاوی سے حدیث نمبر ۲۲۲ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حقیق کی انگوٹھی پہننے کی حدیث کے تمام طرق باطل ہیں نیز امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو سلم بن عبد اللہ زاہد کے حالات میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ ابن حبان نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ ہمیں ابن قتیبہ اور حاتم بن نصر نے بناسنرو شنة مقام میں حدیث بیان کی ان دونوں نے بیان کیا ہمیں عبید بن الغار عسقلانی نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں سلم بن عبد اللہ زاہد نے اس نے قاسم بن معن سے بیان کیا، میں کہتا ہوں: اس نے حدیث کی سند اور اس کے الفاظ ذکر کئے ہیں اور حافظ (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کی نسبت ابو نعیم کی طرف کی ہے اور بیان کیا ابو نعیم کی روایت میں اور نہ ابن حبان کی روایت میں سلم کے والد کا نام ہے، والعم عند اللہ۔

(۲۳۳) «أَطْعَمُوا نِسَاءَكُمْ فِي نَفْسِهِنَّ التَّمْرَ فَإِنَّهُ مَنْ كَانَ طَعَامُهَا فِي نَفْسِهَا التَّمْرَ خَرَجَ وَلَدُهَا ذَلِكَ حَلِيمًا، فَإِنَّهُ كَانَ طَعَامَ مَرْيَمَ حَيْنَ وَكَذَلِكَ عَيْسَى وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ طَعَامًا هُوَ خَيْرٌ لَهَا مِنَ التَّمْرِ أَطْعَمَهَا إِيَّاهُ»

ترجمہ: ”عورتوں کو نفاس میں کھجوریں کھلائیں اس لئے کہ جس عورت نے نفاس میں کھجوریں کھائیں اس کا لڑکا صاحب حلم ہوتا ہے (خیال رہے) مریم علیہا السلام نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو جنا تو اس کی خوراک کھجوریں تھیں اور اگر اللہ کے علم میں کسی خوراک کے بارے میں کھجور سے زیادہ بہتری ہوتی تو مریم کو وہ خوراک عطا کرتا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے خطیب (۳۶۶/۸) نے اس حدیث کو داؤد بن سلیمان جرجانی کے طریق سے بیان کیا اس نے کہا ہمیں سلیمان بن عمرو نے سعد بن طارق سے سلمہ بن قیس سے مرفوع روایت کیا اس حدیث کا ذکر جرجانی کے حالات میں کیا اور ابن معین سے نقل کیا اس نے کہا یہ راوی کذاب ہے۔

میں کہتا ہوں: اس سے مروی ایک موضوع حدیث نمبر ۲۲۹ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں اس کا

استاذ سلیمان بن عمرو بن نخعی بھی کذاب ہے نیز اس حدیث کو اس طریق سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ سلیمان نخعی اور داؤد دونوں کذاب ہیں اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۲۳۳) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ داؤد (راوی) کی متابعت کی گئی ہے بعد ازاں اس نے حدیث کو ابن مندہ کی روایت سے حاد بن مسعود کے طریق سے اس نے کہا ہمیں حسن بن قطبہ نے بتایا اس نے کہا ہمیں اس حدیث کی خبر سلیمان بن عمرو النخعی نے دی نیز ابو نعیم نے اس حدیث کو الطب میں حاد بن مسور کے طریق سے روایت کیا۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ متابعت کچھ مفید نہیں ہے اس لئے کہ متابعت بھی تو سلیمان نخعی کذاب پر گھوم رہی ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کے کذاب ہونے کا اعتراف کیا ہے گویا کہ سیوطی اس کے موضوع ہونے کا اقرار کرتا ہے البتہ یہ حدیث دوسری ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے اور اس کے الفاظ اس کے قریب قریب ہیں حدیث نمبر ۲۶۱ کا ملاحظہ فرمائیں اور امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے النوار (ص ۲۵) میں اس کے موضوع ہونے کا اعتراف کیا ہے اور بیان کیا کھجور کھانے کے فوائد اطباء نے جو بیان کئے ہیں وہ زیادہ مناسب ہیں۔

(۲۳۵) «تَرَكَ الدُّنْيَا أَمْرٌ مِنَ الصَّبْرِ وَأَشَدُّ مِنْ حَطْمِ السُّيُوفِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَتْرُكُهَا أَحَدٌ إِلَّا أَعْطَاهُ مِثْلَ مَا يُعْطَى الشُّهَدَاءَ وَتَرَكَهَا قِلَّةُ الْأَكْلِ وَالشَّبَعِ وَبَعْضُ النَّاسِ مِنَ النَّاسِ فَإِنَّهُ مَنْ أَحَبَّ النَّسَاءَ مِنَ النَّاسِ أَحَبَّ الدُّنْيَا وَنَعِيمَهَا وَمَنْ سَرَّهُ النَّعِيمُ فَلْيَدْعُ النَّسَاءَ مِنَ النَّاسِ»

ترجمہ: دنیا کو چھوڑنا صبر سے زیادہ کڑوا اور اللہ کی راہ میں تلواروں کو توڑ دینے سے زیادہ سخت ہے اور جو شخص دنیا کو چھوڑتا ہے تو اللہ اس کو وہ عطیہ عطا کرتا ہے جو شہداء کو دیتا ہے اور دنیا کے ترک سے مقصود کم کھانا اور کم سیراب ہونا ہے اور لوگوں کی تعریف کو برا جانا ہے اس لئے کہ جس شخص نے لوگوں کی تعریف کو اچھا جانا اس نے دنیا اور اس کی نعمتوں کو محبوب سمجھا اور جس شخص کو دنیا کی نعمتیں پسند ہیں تو وہ کم از کم لوگوں کی تعریف کرنے کا خیال دل سے نکال دے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعه

(ص ۱۹۱) میں دیلمی کی روایت سے بیان کیا اس نے کہا مجھے میرے والد نے بتایا اس نے کہا ہمیں احمد بن عمر البزار نے بتایا اس نے عبد اللہ بن عبد الرحمن جزری سے اس نے سفیان سے اس نے حماد سے اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ سے اس نے ابن مسعود سے مرفوع بیان کیا اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ میزان الاعتدال میں ہے عبد اللہ بن عبد الرحمن جزری (راوی) ثوری اور ذاعی سے منکر اور عجیب حدیثیں بیان کرتا ہے ابن حبان نے اس کو وضع کے ساتھ مجہم کیا ہے اور لسان المیزان میں ہے ابن حبان نے بیان کیا کہ یہ راوی سفیان ثوری سے ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جو نامعلوم ہوتی ہیں وراں میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ وہ اس کی خود ساختہ حدیثیں ہوتی ہیں نیز ابن عراق نے (۱۱۳۵۸) میں اس کا اقرار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے حدیث کے پہلے حصے کو الجامع الصغیر میں دیلمی کی اس روایت سے ذکر کیا ہے لیکن دو وجہ سے غلط کہا ہے اولاً: اس نے حدیث کو اس میں ذریعہ کیا ہے حالانکہ یہ روایت متمم بالوضع راوی سے ہے۔

ثانیاً: اس کا اقتصار کیا ہے یعنی پہلا حصہ بیان کیا ہے اس سے وہم ہوتا ہے شاید یہ حدیث دیلمی میں اس طرح ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے اور شارح مناوی نے اس کا قائل ذکر تعاقب نہیں کیا ہے اس نے بیان کیا کہ بزار نے بھی اس سے حدیث کو بیان کیا اور دیلمی نے اس کے طریق سے اس کو وارد کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی نسبت بزار کی طرف کرنا کہ اس نے اس حدیث کو مسند میں بیان کیا ہے جیسا کہ محدثین کی اصطلاح ہے درست نہیں میرے خیال میں بزار نے اس حدیث کو مسند میں بیان نہیں کیا ورنہ بیہوشی ضرور اس کو مجمع الزوائد میں بیان کرتا لیکن میں نے اس میں اس حدیث کو نہیں دیکھا ہے۔

(۲۳۶) «مَا تَزَيَّنَ الْأَبْرَارُ فِي الدُّنْيَا بِمِثْلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا»

ترجمہ: ”دنیا میں نیک لوگ دنیا سے زہد جیسی چیز کے ساتھ مزین نہیں ہوتے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام بیہوشی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۲۸۶/۱۰) میں عمار بن یاسر کی حدیث سے ذکر کیا ہے نیز بیان کیا اس حدیث میں سلیمان شاذکونی (راوی) متروک ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ وہ کذاب ہے اس کی متعدد حدیثیں پہلے بیان ہو چکی ہیں زیادہ قریب حدیث ۲۳۴ نمبر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۳۷) «مَا أَسْرَعُ عَبْدٌ سَرِيرَةً إِلَّا أَلْبَسَهُ اللَّهُ رِدَائَهَا إِنَّ خَيْرًا فَخَيْرًا وَإِنْ شَرًّا فَشَرًّا»

ترجمہ: ”جو شخص درپردہ جو کام کرتا ہے تو اللہ اس کو اس جیسی چادر زیب تن کر دیتا ہے اگر کام اچھا ہے تو اچھی شہرت کی چادر اور اگر کام برا ہے تو بری شہرت کی چادر پہنا دیتا ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ترین ہے طبرانی (رمہ اللہ) (۱۱۸۰/۱) نے اس کو حامد بن آدم مروزی سے اس نے بیان کیا ہمیں فضل بن موسیٰ نے خبر دی اس نے محمد بن عبید اللہ عززی سے اس نے سلمہ بن کہیل سے اس نے جناب بن سفیان سے مرفوع روایت کیا، میں کہتا ہوں: اس کی سند غایت درجہ ضعیف ہے اس حدیث میں دو علت ہیں، اولاً: محمد عززی راوی متروک ہے جیسا کہ تقریب میں ہے۔

ثانیاً: حامد بن آدم مروزی (راوی) کو جوز جانی اور ابن عدی (رمہ اللہ) نے کذاب کہا ہے اور احمد بن علی سلمانی نے اس کا شمار ان لوگوں میں کیا ہے جو حدیث کے وضع کرنے میں مشہور ہیں اسی لئے امام بیہقی (رمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۲۲۵/۱۰) میں اس حدیث کی نسبت طبرانی کی جانب کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں حامد بن آدم (راوی) کذاب ہے۔

میں کہتا ہوں: لیکن اس اکیسے کا جرم بلحاظ قوت کے کوتاہ ہے جب کہ اس سے اوپر راوی متروک ہے بالخصوص جب حامد (راوی) منقرض نہیں ہے اس لئے کہ ابو بکر ذکوانی نے اس حدیث کو اثناعشر مجلسنا (۲/۷) میں ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں ابو بکر محمد بن عمر بن محمد بن سلم جعابی نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں عمر بن ایوب سقطی نے بیان کی اس نے کہا ہمیں محمد بن عمر بن ابی رزمہ نے بیان کی اس نے کہا ہمیں اس حدیث کی خبر فضل بن موسیٰ نے دی، خیال رہے ابن ابی رزمہ سے بظاہر محمد بن عبدالعزیز ابورزمہ مراد ہے اس کا ذکر انہوں نے ان رواۃ سے کیا ہے جو فضل بن موسیٰ اس کے شیخ سے اس سند میں بیان کرتے ہیں پس جب وہ یہ ہے تو یہ راوی ثقہ اور بخاری کے رواۃ سے ہے اور اس کے باپ عبدالعزیز کا نام بعض ناقلین کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہے اس کی جگہ عمر تحریر ہو گیا ہے اور اس سے روایت کرنے والا عمر بن ایوب سقطی بظاہر وہ موصلی ہے اور ثقہ مسلم کے رواۃ سے ہے البتہ اس سے روایت کرنے والا جعابی ضعیف ہے بے شک اگرچہ وہ حافظہ کے لحاظ سے مشہور ہے لیکن فاسق دین کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔

جیسا کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اور دارقطنی نے ذکر کیا کہ اس کو اختلاط ہو گیا تھا اور جب کہ جمعہ سی نے سند کو محفوظ کر رکھا ہے تو پھر حامد بن آدم کی یہ متابعت قوی ہے اور یہ متابعت سیوطی کے علم سے مزید علم کا فائدہ دے رہی ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو طبرانی کے طریق سے روایت کیا ہے جس میں یہ کذاب راوی ہے اور اس قسم کی محفوظ سند سے اعراض کیا ہے اور مناوی سیوطی کے پیچھے چلا ہے البتہ پہنچی کے کلام کے ساتھ اس کا تعاقب کیا ہے جس کا ذکر حامد راوی کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے لیکن اس محفوظ طریق سے وہ بھی غافل رہا اسی پر مشہور مثال صادق آتی ہے ”کہ حنفیوں نے متاخرین کیلئے بہت کچھ چھوڑا ہے۔“

(۲۳۸) «إِذَا وَضِعَتِ الْمَائِدَةُ فَلَا يَقُومُ رَجُلٌ حَتَّى تُرْفَعَ الْمَائِدَةُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَهُ وَإِنْ شَبِعَ حَتَّى يَفْرُغَ الْقَوْمُ وَيَلْعَدِرُ فَإِنَّ الرَّجُلَ يَخْجَلُ جَلِيسَهُ فَيَقْبِضُ يَدَهُ وَعَسَى أَنْ يُكُونَ لَهُ فِي الطَّعَامِ حَاجَةٌ»

ترجمہ: ”جب دسترخوان بچھایا جائے تو جب تک دسترخوان نہ اٹھایا جائے کوئی شخص اٹھنے نہ پائے اور کوئی شخص کھانے سے اپنا ہاتھ نہ اٹھائے اگرچہ وہ سیر بھی ہو چکا ہے جب تک کہ تمام رفقاء کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں انہیں چاہئے کہ انہیں معذور سمجھے ظاہر ہے کہ جب ایک شخص اپنے ہاتھ کو کھینچ لے گا (یعنی کھانا کھانے سے رک جائے گا) تو اس سے اپنے رفیق کو شرمندہ کرے گا وہ بھی (شرمندگی کی وجہ سے) کھانا کھانے سے ہاتھ روک لے گا جب کہ ممکن ہے کہ اسے ابھی کھانا کھانے کی ضرورت محسوس ہو“

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے ابن ماجہ (۳۰۹/۲) نے اس حدیث کو عبد الاعلیٰ کے طریق سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے عروہ بن زبیر سے اس نے ابن عمر سے مرفوع بیان کیا علامہ سندھی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا الزوائد میں ہے اس کی سند میں عبد الاعلیٰ بن اعین (راوی) ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ غایت درجہ ضعیف ہے ابو نعیم نے بیان کیا اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے منکر احادیث روایت کی ہیں یہ روایت بھی انہیں میں سے ہے اور دارقطنی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا یہ راوی ثقہ نہیں ہے اور ابن حبان نے بیان کیا اس راوی کے ساتھ استدلال جائز نہیں ہے نیز حدیث کا پہلا جملہ ایک دوسری سند کے ساتھ مروی ہے وہ بھی غایت درجہ ضعیف ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۳۹) «نَهَى أَنْ يُقَامَ عَنِ الطَّعَامِ حَتَّى يُرْفَعَ»

ترجمہ: ”آپ نے کھانے سے اٹھنے سے منع فرمایا جب تک کہ کھانا اٹھایا نہ جائے“  
تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیفہ ہے ابن ماجہ (۳۰۹/۲) نے اس حدیث کو ولید بن مسلم کے طریق سے اس نے مزیر بن زبیر سے اس نے کھول سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا، علامہ سندھی (رحمہ اللہ) نے زوائد میں ذکر کیا ہے کہ اس کی سند میں ولید بن مسلم مدلس ہے اور اسی طرح کھول دمشق مدلس ہے اور مزیر بن زبیر راوی کے بارے میں دجیم نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے ابن حبان نے بیان کیا کہ وہ ثقہ رواۃ سے غیر ثابت شدہ باتیں ذکر کرتا ہے لہذا اس سے روایت کرنا صرف اس وقت جائز ہے جب روایت قابل اعتبار ہو اور میزان الاعتدال میں اس راوی کے بارے میں ابن حبان کا قول اور اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد مرقوم ہے کہ حدیث منقطع بھی ہے یعنی کھول (زاوی) اور عائشہ کے درمیان انقطاع ہے مناوی نے جامع الصغیر کی شرح میں تحریر کیا کہ مؤلف کا اس حدیث کو حسن قرار دینا درست نہیں ہے۔

(۲۴۰) «نَهَى عَنْ ذَبَائِحِ الْجِنِّ»

ترجمہ: ”آپ نے جنوں سے تحفظ کے لئے جانوروں کے ذبح کرنے سے منع فرمایا“  
تحقیق: حدیث موضوع ہے امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو موضوعات میں ابن حبان کی روایت سے اس نے عبداللہ بن اذنیہ سے اس نے ثور بن یزید سے اس نے زہری سے اس نے حمید بن عبدالرحمن سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا اور ابن حبان نے بیان کیا کہ عبداللہ (راوی) ثور سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جو اس نے بیان نہیں کی ہوتیں اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے السلاسی (۲۲۶/۲) میں اس کا تعاقب کیا اور کہا کہ ابو عبید نے اس حدیث کو غریب الحدیث میں اور بیہقی نے اس کے طریق سے روایت کیا اس نے ہمیں عمر بن ہارون سے اس نے یونس سے اس نے زہری سے حدیث کو مرفوع نقل کیا۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہے اس لئے کہ عمر بن ہارون کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے بلکہ یحییٰ بن معین اور صالح جزیر نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ کذاب ہے لہذا اس سے مروی حدیث ساقط الاعتبار ہے۔

یہ حدیث سنن بیہقی (ج ۱۹/۳۱۳) میں اسی طریق سے ہے جس طریق سے سیوطی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے لیکن اس میں حدیث ذکر کرنے کے بعد مرقوم ہے اس نے بیان کیا شاید اس سے مقصود زہری ہے جنوں سے تحفظ کے لئے ذباغ سے روکنے سے مقصود یہ ہے کہ کسی مکان کو خرید کرنے کے بعد اس سے جنوں کے اثرات وغیرہ کے ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی جانور ذبح کیا جائے تاکہ بدشگونئی کا اثر ختم ہو جائے اور ابو عبید نے بیان کیا حدیث کی تفسیر یہ ہے کہ وہ لوگ بدشگونئی سے بچتے ہوئے جانور ذبح کرتے تھے کہ اگر ہم نے جانور ذبح نہ کیا تو ممکن ہے اس مکان میں رہائش پذیر ہوتے ہوئے انہیں جنوں کی طرف سے کسی قسم کی گزند نہ پہنچ جائے رسول اللہ ﷺ نے اس کو باطل قرار دیا ہے اور اس سے منع فرمایا۔

میں کہتا ہوں: آپ کے علم میں ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے البتہ ان جانوروں کے ذبح کرنے سے روکنے کے لئے احادیث صحیحہ موجود ہیں جو بدشگونئی پکڑنے سے منع کرتی ہیں، واللہ اعلم۔

(۲۳۱) «إِنَّ مِنَ السَّرْفِ أَنْ تَأْكُلَ مَا اشْتَهَيْتَ»

ترجمہ: "بلاشبہ یہ اسراف ہے کہ آپ جو چاہیں تناول کریں"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ماجہ (۳۲۲/۲) نے اور ابن ابی الدنیانے کتاب الصوم (۱/۸) میں، ابو نعیم نے الحلیۃ (۲۱۳/۱۰) میں متعدد طرق سے بقیہ بن ولید (راوی) سے اس نے بیان کیا ہمیں یوسف بن ابی کثیر نے بتایا اس نے نوح بن ذکوان سے اس نے حسن سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا، ابوالحسن سندھی (رحمہ اللہ) نے ابن ماجہ کے حاشیہ پر تحریر کیا، ذواند میں اس کی سند ضعیف ہے اس لئے کہ نوح بن ذکوان کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے، دیرری نے بیان کیا کہ اس حدیث کا اس پر انکار کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحادیث الموضوعۃ میں دارقطنی کی روایت سے اس نے یحییٰ بن عثمان سے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے اور تبصرہ کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں یحییٰ اور نوح دونوں (راوی) منکر الحدیث ہیں جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے الآلی (۲۳۶/۲) میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ یحییٰ راوی بری الذمہ ہے بعد ازاں اس نے ابن ماجہ کی روایت کو ان طرق سے جن کی جانب اشارہ کیا گیا ہے اور خرائطی کی روایت کو اعتلال القلوب میں ایک دوسرے طریق سے اس نے بقیہ سے بیان کیا اس لحاظ سے اس حدیث کے بارے میں بقول سیوطی تہمت صرف نوح بن



ذکوان میں ہے یہ بھی اس بات کو متضمن ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) حدیث کے موضوع ہونے کا اعتراف کرتا ہے اور یہ بات ظاہر باہر ہے اس کے باوجود اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابن ماجہ کی روایت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

البتہ مناوی (رحمہ اللہ) کا الجامع الصغیر کی شرح میں کہنا کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے البتہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے شواہد موجود ہیں میرا خیال ہے کہ یہ اس کا وہم ہے مجھے اس کا ایک شاہد بھی دستیاب نہیں ہوا اگر اس کا شاہد معلوم ہوتا تو امام سیوطی (رحمہ اللہ) بلاتا خیر اس کا شاہد ذکر کر دیتے اور ابن جوزی پر تعاقب کرتے جیسا کہ ان کی عادت ہے اسی طرح علامہ منذری (رحمہ اللہ) نے اس کا کوئی بھی شاہد التصریحاً (۱۲۴/۱۳) میں نہیں نہ ہی عجلونی (رحمہ اللہ) نے الکشف (۲۵۵/۱) میں بیان کیا واللہ اعلم۔

نیز اس حدیث میں ایک اور علت ہے جو ابن جوزی اور سیوطی (رحمہما اللہ) دونوں کی نظر سے مخفی رہی حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے تہذیب میں ذکر کیا ہے کہ یوسف بن کثیر (راوی) جو بقیہ کے ان اساتذہ میں سے ہیں جو غیر معروف ہیں امام ذہبی (رحمہ اللہ) کی المیزان میں بھی اسی طرح ہے نیز اس مقام میں ایک تیسری علت موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ حسن بصری (راوی) لفظ عن کے ساتھ روایت کرتا ہے جب کہ وہ مدلتس ہے لہذا منذری نے بیہقی سے جو نقل کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اس سے دھوکے میں نہ واقع ہوا جائے۔

اس لئے کہ یہ علماء کی لغزشوں سے ہے جن کے پیچھے نہیں چلنا چاہئے بعد ازاں میں نے مزید کہا ہے کہ شاید مناوی آگے ذکر ہونے والی عائشہ رحمہا اللہ عنہا کی حدیث کے مثل کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ۲۵۸ نمبر میں ذکر ہوگی لیکن یہ حدیث تو مخرج لفظ معنی کے لحاظ سے اور حدیث ہے مزید برآں اس کی سند ضعیف ہے جیسا کہ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

(۲۳۲) «أَخِيوَأَقْلُوبِكُمْ بِقَلْبِ الضَّحْكِ وَقَلْبِ الشُّعْبِ، وَطَهَرُوهَا بِالْجُوعِ تَصْفَرُ وَتَرْقُ»

ترجمہ: ”تھوڑا ہنستے ہوئے اور تھوڑی خوراک کھا کر اپنے دلوں میں زندگی کو اجاگر کرو اور بھوکے رہ کر ان کو پاکیزہ کرو تمہارے دل اس طرح (برائی کی جانب توجہ کرنے سے) خود کو روکیں گے اور ان میں رقت پیدا ہوگی“

تحقیق: حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے تسخر بیح الاحیاء (۷۳/۳) میں عراقی کے کلام سے اور الطبقات الكبرى (۱۶۳/۳) میں التاج السبکی کی وضاحت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

(۲۲۳) «أَفْضَلُ النَّاسِ مَنْ قَلَّ طَمَعُهُ وَضَحْكُهُ وَيَرْضَى بِمَا يَسْتُرِبُهُ عَوْرَتُهُ»

ترجمہ: ”لوگوں میں وہ شخص زیادہ فضیلت والا ہے جس میں طمع نہیں ہے اور جو کم ہنستا ہے اور اتنے لباس میں خوش رہتا ہے جس کے ساتھ وہ اپنی شرمگاہ کو ڈھانپ سکے“

تحقیق: اس حدیث کا بھی کچھ اصل نہیں ہے حافظ عراقی نے تسخر بیح الاحیاء (۶۹/۳) میں اور التاج السبکی نے الطبقات الكبرى میں وضاحت کی ہے کہ ہمیں اس کا اصل نہیں مل سکا ہے۔

(۲۲۴) «أَفْضَلُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَطْوَلُكُمْ جُوعًا وَتَفْكِيرًا فِي اللَّهِ سُبْحَانَهُ، وَأَبْعَضُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كُلُّ نَوْومٍ أَكُولٍ شَرُوبٍ»

ترجمہ: ”قیامت کے دن تم میں وہ لوگ اللہ کے ہاں بلند مرتبہ پر فائز ہوں گے جو لمبا عرصہ بھوکے رہتے ہیں اور اللہ سبحانہ کی ذات کی سوچ میں ڈوبے رہتے ہیں اور قیامت کے دن وہ لوگ اللہ کے ہاں مبعوض ترین ہوں گے جو زیادہ نیند میں مستغرق رہتے ہیں بسیار خور ہیں اور مشروبات کا استعمال مبالغہ سے کرتے ہیں“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے اگرچہ امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر الاحیاء (۹۶/۳) میں حسن بصری (رحمہ اللہ) سے مرسل مرفوع کیا ہے چنانچہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج میں اور التاج السبکی نے الطبقات (۱۶۲/۳) میں واضح کیا ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں۔

(۲۲۵) «إِلْبَسُوا وَأَشْرَبُوا فِي أَنْصَابِ الْبُطُونِ فَإِنَّهُ جُزْءٌ مِنَ النَّبُوَّةِ»

ترجمہ: ”لباس اور کھانے پینے میں ضرورت سے نصف حاصل کرو اس طرح کرنا نبوت کا ایک حصہ ہوگا“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تسخر بیح الاحیاء (۶۹/۳) میں اور امام سبکی (رحمہ اللہ) نے الطبقات الكبرى (۱۶۲/۳) میں اس کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۳۶) «إِنَّ الْأَكْلَ عَلَى الشَّبَعِ يُورِثُ الْبَرَصَ»

ترجمہ: ”کھانے پر کھانا برص کی بیماری پیدا کرتا ہے“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے یہ حدیث بھی باطل احادیث سے ہے جن کو کثرت کے ساتھ امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اپنی تالیفات میں مندرج کیا ہے بالخصوص الاحیاء میں اس قسم کی احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے (۷۰/۱۳) میں اس حدیث کے بارے میں تخریج الاحیاء میں بیان کیا کہ مجھے اس حدیث کا اصل نہیں مل سکا ہے، نیز عبدالوہاب السبکی نے الطبقات الکبریٰ (۱۶۳/۱۳) میں اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۳۷) «جَاهِدُوا أَنْفُسَكُمْ بِالْجُوعِ وَالْعَطَشِ فَإِنَّ الْأَجْرَ فِي ذَلِكَ كَأَجْرِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَمَلٍ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْجُوعِ وَعَطَشٍ»

ترجمہ: ”اپنی جانوں کو بھوک کے پیاس سے رکھ کر جہاد کرو اس کا ثواب اس شخص کے ثواب کے برابر ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور بلاشبہ کوئی عمل بھوکے اور پیاسے رہنے سے زیادہ اللہ کے ہاں محبوب نہیں ہے“

تحقیق: حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں امام غزالی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء (۶۹/۱۳) میں اس کو بیان کیا ہے اور جزم کے ساتھ اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے مرفوع بیان کیا ہے جب کہ اس حدیث کے سلسلہ میں موضوع ہونے کی علامات ظاہر ہیں نیز حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے بھی تخریج میں اس کو بے اصل قرار دیا ہے نیز امام سبکی (رحمہ اللہ) نے بھی الطبقات الکبریٰ (۱۶۳/۱۳) میں اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۳۸) «سَيِّدُ الْأَعْمَالِ الْجُوعُ وَذُلُّ النَّفْسِ لِبَاسِ الصُّوفِ»

ترجمہ: ”بھوکا رہنا تمام اعمال سے بہتر ہے اور اونٹنی لباس پہننے سے نفس کو انکساری ملتی ہے“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۹/۱۳) میں اور امام سبکی (رحمہ اللہ) نے الطبقات الکبریٰ (۱۶۳/۱۳) میں اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۳۹) «الْفِكْرُ نِصْفُ الْعِبَادَةِ وَقِلَّةُ الطَّعَامِ هِيَ الْعِبَادَةُ»

ترجمہ: ”فکر نصف عبادت ہے اور کم خوراک کھانا ہی عبادت ہے“  
تحقیق: حدیث باطل ہے عراقی نے تخريج الاحیاء (۶۹/۳) میں اس کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۵۰) «كَانَ إِذَا تَغَذَى لَمْ يَتَعَشَّ وَإِذَا تَعَشَّى لَمْ يَتَغَدَّ»

ترجمہ: ”جب آپ صبح کھانا کھا لیتے تو رات کو نہیں کھاتے تھے اور جب رات کو کھاتے تو صبح کا کھانا نہیں کھاتے تھے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے ابن بشران نے اس حدیث کو الامالی (۱/۷۳) میں اور ابن عساکر نے اخبار لحفظ القرآن (ق ۲/۱۸) کے (آخری جز) میں نیز تاریخ (۱/۶۵/۱۱) میں سلیمان بن عبد الرحمن سے اس نے بیان کیا ہمیں ایوب بن حسان الجمری نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں وضین بن عطاء نے اس نے عطاء بن ابی رباح سے بیان کیا اس نے کہا، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو ولیمہ کی دعوت دی گئی اس نے دیکھا کہ کھانا زرد رنگ اور سبز رنگ پر مشتمل ہے اس نے کہا کہ تمہیں علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے (حدیث بیان کی) میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ وضین بن عطاء راوی سنیء الحفظ ہے اس لئے ضعیف ہے، مزید برآں بظاہر حدیث مرسل ہے اس لئے کہ عطاء نے عن ابی سعید کہا ہے گویا کہ اس سے ملا نہیں ہے۔

تنبیہ: اس حدیث کی تخریج حافظ عراقی نیز الساج السبکی پر مبنی ہے جب کہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کا شمار ان احادیث میں ہوتا ہے جن کا امام غزالی نے الاحیاء میں ذکر کیا ہے اور ان کا کچھ اصل نہیں ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کی نسبت الجامع الصغیر میں حلیۃ الاولیاء تالیف ابو نعیم کی طرف کی ہے لیکن مجھے یہ حدیث حلیۃ الاولیاء کی فہرست البغیۃ میں نہیں مل سکی ہے۔

(۲۵۱) «مَنْ أَجَاعَ بَطْنَهُ عَظُمَتْ فِكْرَتُهُ وَفَطِنَ قَلْبُهُ»

ترجمہ: ”جس شخص نے اپنے پیٹ کو بھوکا رکھا اس کی سوچ میں عظمت نمودار ہوتی ہے اور اس کے دل میں فطانت جلوہ گر ہوتی ہے“

تحقیق: اس کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے جیسا کہ الاحیاء (۷۳/۳) کی تخریج میں حافظ عراقی کا کلام بھی اسی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ مزید برآں علامہ سبکی نے الطبقات (۱۶۳/۳) میں ذکر کیا ہے۔

(۲۵۲) «الْبَطْنَةُ أَصْلُ الدَّاءِ، وَالْحَمِيَّةُ أَصْلُ الدَّوَاءِ، وَعَوْدُ كُلِّ جِسْمٍ مَا اعْتَادَ»

ترجمہ: ”پیٹ کا بڑھا ہونا پیٹ میں خوراک ڈالنے کا لالچ اصل بیماری ہے اور بیماری سے خود کو بچا کر رکھنا پرہیز کرنا اصل علاج معالجہ ہے اور تم ہر جسم کو اس کی عادت کے مطابق خوراک کے عمل کو جاری رکھو“

تحقیق: اس کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو احیاء العلوم میں مرفوع نبی ﷺ کا قول بتایا ہے مزید عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج میں آگاہ کیا ہے کہ میں نے اس حدیث کے اصل کو نہیں پایا ہے جب کہ حافظ سخاوی (رحمہ اللہ) نے المقاصد الحسنیہ (۱۰۳۵) میں اس کا اقرار کیا ہے، مزید برآں محقق امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے زاد المعاد (۹۷/۳) میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ وہ حدیث جو اکثر لوگوں کی زبانوں سے سنی جاتی ہے کہ غذائیت میں پرہیز بنیادی علاج ہے جب کہ معدہ بیماری کا مرکز ہے، مزید برآں تم اپنے جسم میں ہر اس چیز کو داخل کرو جس کا وہ عادی ہو چکا ہے، دراصل یہ حدیث حارث بن کندہ کا قول ہے جو عرب میں علم و حکمت کے بارے میں شہرت رکھتا تھا، اس کو مرفوع حدیث قرار دینا ہرگز مناسب نہیں اکثر ائمہ حدیث کا یہی قول ہے۔

البتہ علامہ سخاوی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ خلال (راوی) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کا ذکر کیا ہے کھانے سے خود کو روکے رکھنا یعنی بھوک برداشت کرنا علاج ہے جب کہ معدہ بیماری ہے اور جسم کو اس چیز کا عادی بناؤ جس کا وہ عادی ہے جب کہ بظاہر یہ حدیث مرفوع دکھائی دیتی ہے جیسا کہ علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کی وضاحت اللمع فی کتاب میں کی ہے جیسا کہ کشف الخفاء (۱۷۸۸/۷۴۱۲) میں ہے، نیز اس نے اس کو الجامع الكبير (۲/۳۲۰/۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ انہوں نے اس کی اسناد کو ذکر نہیں کیا ہے تا کہ سند کے بارے میں غور کیا جاتا بلکہ اغلب خیال یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے واللہ اعلم۔

بعد ازاں میں نے معلوم کیا کہ علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے اس کو زاد المعاد (۱۰۲/۳) میں ذکر کیا ہے حارث بن کلدہ کا اس لفظ کے ساتھ کلام بھی ذکر کیا ہے جبکہ یہی مناسب ہے، بعد ازاں امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے، الا لازم سے مقصود خود کو کھانے سے روکنا بھوکے رہنا ہے، جب کہ یہ کیفیت ان لوگوں کیلئے اسیر علاج ہے جن کی بیماری کا سبب پیٹ کا غذائیت سے ہر لمحہ پر رہنا ہے اس لئے سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ معدے کو غذائیت سے استغفار کی صورت اختیار کی جائے۔

جب کہ اس مناسبت کے لحاظ سے میں کہتا ہوں: کہ میں نے خود کو ۹۱۳ھ کے اواخر میں مسلسل چالیس (۴۰) دن معدے کو غذائیت سے خالی رکھا اس دوران میں نے کھانے کو زبان پر نہ رکھا البتہ اس دوران میرے پیٹ میں پانی داخل ہوتا رہا جب کہ اس پرہیز سے مقصود بعض بیماریوں سے شفا یاب ہونا مقصود تھا تو کچھ بیماریوں سے مجھے شفا حاصل ہوئی جب کہ کچھ بیماریاں بدستور موجود رہیں جب کہ میں نے اس سے پہلے تقریباً دس سال تک بعض اطباء کی نگرانی میں علاج کروایا لیکن بظاہر کچھ فائدہ نہ ہوا البتہ اس فائدہ کشی کے نتیجے میں ہی دو فائدوں سے ہم کنار ہوا جن کا مجھے احساس ہے۔

پہلا فائدہ: انسان کے لئے ممکن ہے کہ وہ لمبی مدت تک بھوک کو برداشت کر سکتا ہے جب کہ اکثر لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

دوسرا فائدہ: پیٹ کو ہمیشہ غذائیت سے بھر پور رکھنے والے لوگ جب بیمار ہو جائیں تو بھوک انہیں بیماری سے شفا عنایت کرتی ہے۔

اس طرح امام ابن القیم (رحمہ اللہ) نے بھی وضاحت کی ہے جب کہ دیگر لوگوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا تجربہ اس کی شہادت دے رہا ہے البتہ مختلف قسم کی بیماریوں میں فائدہ نہیں ہوتا ہے البتہ ایک کتاب جس کا نام التلطیب بالصوم ہے کہ روزوں کے ساتھ بھی علاج معالجہ کرنا درست ہے جو کہ ایک یورپین دانشور کی تصنیف ہے اس لحاظ سے تسلیم کر لینے میں کچھ قباحت نہیں کہ علم کو محصور نہیں کیا جاسکتا اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ صاحب علم سے بڑھ کر علم کے متوالے معاشرہ میں موجود دکھائی دیتے ہیں۔

(۲۵۳) «صُومُوا تَصِحُّوا»

ترجمہ: ”روزے رکھو تم صحت و تندرستی سے ہمکنار رہو گے“

تحقیق: حدیث ضعیفہ ہے حافظ عراقی نے احیاء العلوم میں اس کی تخریج (۵۱۳) کرتے ہوئے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابو نعیم نے الطب النبوی میں اس حدیث کو ابو ہریرہ سے ضعیف سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: الصریح (۶۰۲) میں علامہ منذری اور مجمع الزوائد (۱۷۹/۳) میں علامہ بیہقی نے اس حدیث کو امام طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے اور اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے ظاہر ہے کہ اسناد میں ثقہ راویوں کی موجودگی میں ممکن ہے کوئی ایسی علت موجود ہو جو اس کے ضعیف بنانے پر متقاضی ہو جیسا کہ اس حقیقت

وہ شخص نا آشنا نہیں ہے جس کو اس کے علم کے قواعد کی معرفت حاصل ہو اور عین ممکن ہے کہ علامہ صفائی نے مبالغہ کیا ہو جب اس نے (ص ۷) پر اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

مزید برآں حدیث کے الفاظ ان دونوں کے نزدیک یہ ہیں کہ «أَعْزُوا تَغْنَمُوا وَصُومُوا تَصِحُّوا وَسَافِرُوا تَسْتَفْنُوا» "جہا کرو تم غنیمت سے بہرہ ور ہو گے اور روزے رکھو تم سندرست رہو گے اور سفر کیا کرو تم مالدار ہو جاؤ گے" جب کہ اس حدیث کو روزے کے الفاظ کے بغیر ذکر کیا گیا ہے آگے ذکر ہونے والی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۵۴) «سَافِرُوا تَصِحُّوا، وَأَعْزُوا تَسْتَفْنُوا»

ترجمہ: "سفر کیا کرو صحت مند رہو گے اور جہاد کیا کرو تم مالدار ہو جاؤ گے"

تحقیق: حدیث ضعیف ہے اس حدیث کو امام احمد (رحمہ اللہ) نے اپنی سند (۲۷۰۱۲) میں ابن لہیعہ سے ذکر کیا ہے اس نے دراج سے اس نے ابن جبرہ سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا، میں کہتا ہوں: اس کی سند ضعیف ہے ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے اس کے حافظہ میں ضعف تھا جب کہ دراج راوی منکر روایات بیان کرتا ہے نیز ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے (۲۰۶۱۲) میں اپنے باپ سے بیان کیا ہے کہ حدیث منکر ہے مزید برآں اس حدیث کی ایک شاہد حدیث ہے وہ بھی بہت زیادہ ضعیف ہے اس کا آگے ذکر ہو رہا ہے۔

(۲۵۵) «سَافِرُوا تَصِحُّوا وَتَغْنَمُوا»

ترجمہ: "سفر کیا کرو صحت مند رہو گے اور فائدہ حاصل کرو گے"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، اس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲۱۲۹۹) میں اور طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط (۱/۱۱۲۱) میں ذکر کیا ہے ابن بشران (رحمہ اللہ) نے الامالی (۱/۲۶۱۳) میں اور خطیب (رحمہ اللہ) نے التاریخ (۳۸۷/۱۰) میں اور القضاعی نے (۲/۵۲) میں اور اسی طرح تمام الرازی (رحمہ اللہ) نے الفوائد میں محمد بن عبدالرحمن بن رواد سے اس نے عبداللہ بن دینار سے اس نے عبداللہ بن عمر سے مرفوع روایت کیا ہے نیز ابن عدی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ہے مجھے علم نہیں کہ اس حدیث کو رواؤ کے سوانے ذکر کیا ہو جب کہ اس کی اکثر روایات غیر محفوظ ہیں جب کہ ابو حاتم نے اس کے بارے میں اس سے پہلے (۱۱۵/۲۱۳) میں بتایا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے حدیث اس کے ذہن سے نکل جاتی تھی

جب کہ ابو زرعہ (رحمہ اللہ) نے اس کو کزور کہا ہے، اور میزان الاعتدال میں اس کو اس کی منکرات احادیث میں شامل کیا ہے جب کہ اس سے پہلے ابو حاتم (رحمہ اللہ) کے بیٹے نے اس کے بارے الحلل (۳۰۶/۲) میں وضاحت کی ہے کہ میرے والد نے اس کو منکر حدیث کہا ہے جبکہ ابن الرواد (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ حدیث کی علت یہی ہے۔

جب کہ علامہ بیہقی (رحمہ اللہ) سے (۲۰۱/۳) میں یہ حقیقت او جمل رہی کہ اس کو ایک دوسرے راوی کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے جو صرف طبرانی کی سند میں ہے پھر اس کو ابن عدی نے (۲/۱۸۹) میں سوار بن مصعب سے اس نے عطیہ سے اس نے ابوسعید سے مرفوع بیان کیا ہے نیز اس نے واضح کیا ہے کہ اس سوار (راوی) کی اکثر احادیث محفوظ نہیں ہیں میں کہتا ہوں: کہ عطیہ عوفی بھی تو ضعیف راوی ہے نیز اس حدیث کو عبد الرزاق نے معمر سے اس نے ابن طاووس سے اس نے اپنے والد سے اس نے عمر کا قول پیش کیا ہے کہ یعنی موقوف ہے البتہ او تغنموا موقوف نہیں ہے جیسا کہ الجامع الکبیر (۲/۲۰۳/۳) میں ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں جب کہ شاید موقوف روایت درست ہے۔

(۲۵۶) «يُنزِلُ اللَّهُ كُلَّ يَوْمٍ عَشْرِينَ وَمِائَةَ رَحْمَةٍ سِتُونَ مِنْهَا لِلطَّائِفِينَ وَآرَبَعُونَ لِلْعَاكِفِينَ حَوْلَ الْبَيْتِ وَعِشْرُونَ مِنْهَا لِلنَّاطِرِينَ إِلَى الْبَيْتِ»

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ روزانہ ایک سو بیس (۱۲۰) رحمتیں نازل فرماتا ہے ان میں ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لئے اور چالیس رحمتیں بیت اللہ کے گرد اعتکاف کرنے والوں کے لئے ہیں اور بیس رحمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو بیت اللہ کی دیکھنے والے ہیں"

تحقیق: حدیث موضوع ہے طبرانی نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۱/۱۱۵/۳) میں خالد بن یزید عمری کی وساطت سے اس نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن عبد اللہ بن عبید اللہ نے بتایا وہ ابن اسبی ملیک سے روایت کرتا ہے وہ عبد اللہ بن عباس سے مرفوع روایت کرتا ہے میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد موضوع ہے اس میں خالد بن یزید کو ابو حاتم اور یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے جیسا کہ ابن حبان کا قول ہے کہ خالد بن یزید موضوع احادیث کو ایسے رواۃ سے بیان کرتا ہے جو درست ہیں، مزید اس حدیث کے دو طریق ہیں وہ بھی موضوع ہیں جبکہ اس کے بعض الفاظ بھی اس حدیث کے الفاظ کے مغائر ہیں جب کہ ان دونوں کا تذکرہ ان کی اسانید پر کلام کے ساتھ (۱۸۷-۱۸۸) نمبر احادیث میں گزر چکا ہے جو شخص وضاحت کا طلبگار ہے وہ ان کی جانب رجوع کرے۔



(۲۵۷) «إِنَّاكَ وَالسَّرْفُ فَإِنَّ أُكَلَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ مِنَ السَّرْفِ»

ترجمہ: ”تم خود کو اسراف سے دور رکھو، ہن نشین رکھیں کہ ایک دن میں دو بار کھانا بھی اسراف ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، علامہ غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحیاء (۷۸/۳) میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا حکم دیا جب کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے اس کی تخریج میں وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے شعب الایمن میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ حدیث التروغیب (۱۲۳/۳) میں ہے، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی جب کہ میں دن میں دو بار کھانا کھاتی تھی آپ نے حکم دیا اے عائشہ! کیا تجھے پسند ہے کہ تیری مشغولیت صرف پیٹ بھرنا ہو! یاد رکھیں دن میں دو بار کھانا تبادل کرنا اسراف میں داخل ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو اچھا نہیں سمجھتا ہے۔

مزید ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے آگاہ فرمایا اے عائشہ! تو نے دنیوی زندگی میں اپنے پیٹ کو مقدم رکھا ہے جب کہ دن بھر میں ایک بار سے زیادہ کھانا اسراف ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو اچھا نہیں سمجھتا ہے امام منذری (رحمہ اللہ) کی وضاحت ہے کہ اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں ابن لہیعہ راوی اپنے حافظہ کے باعث ضعیف ہے جب کہ اس کے مثل حدیث انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے حدیث نمبر ۲۴۱ کا مطالعہ کریں۔

(۲۵۸) «إِنَّ مِنَ السَّنَةِ أَنْ يَخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَيْفِهِ إِلَى بَابِ الدَّارِ»

ترجمہ: ”بلاشبہ سنت یہ ہے کہ ہر مسلمان شخص اپنے مہمان کیساتھ گھر کے دروازے تک نکلے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن ماجہ (۳۲۳/۱۲) نے اس کو ذکر کیا ہے جبکہ ابن الاعرابی (رحمہ اللہ) نے اپنی معجم (۲/۲۳۶) میں ذکر کیا ہے اور اس سے القناعی نے (۱/۱۹۵) میں علی بن عروہ کے طریق سے بیان کیا ہے وہ عبدالمالک سے وہ عطاء سے اور وہ ابوہریرہ سے مرفوع روایت کرتے ہیں، میں کہتا ہوں یہ اسناد موضوع ہے اور اس کا سبب علی بن عروہ راوی ہے امام ذہبی نے بیان کیا ہے ابن حبان کا قول ہے ”کہ وہ احادیث وضع کرنا تھا صالح جزرہ وغیرہ نے اس کو کذاب کہا ہے“ جبکہ یہ بھی ان سے ہے۔

بعد ازاں مجھے اس کا ایک اور طریق ملا جس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۱۶۹) سلم بن سالم بخنی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے بتایا ہمیں ابن جریج نے بیان کیا وہ عطاء سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع بیان کرتے ہیں اس کو اس سلم (راوی) کے حالات میں اس کی دیگر روایات میں ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے کہا اس کی احادیث افراد اور غرائب ہیں اور اس نے اس کی ان احادیث کا انکار کیا ہے جن کا میں نے ان سے ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: کثیر افراد نے اس کے ضعف پر اتفاق کو نقل کیا ہے جب کہ ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ سچ نہیں کہتا تھا جب کہ امام جوزجانی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے، مزید برآں ابن جریج مدلس ہے اور اس حدیث کو لفظ عن کے ساتھ ذکر کیا ہے اس لئے اس کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔

(۲۵۹) «لَا تَتَمَارِضُوا فَتَمَرُّضُوا وَلَا تَحْفِرُوا قُبُورَكُمْ فَتَمُوتُوا»

ترجمہ: ”تم خود کو تکلف سے بیمار نہ کیا کرو وگرنہ تم سچ مچ بیمار ہو جاؤ گے اور تم اپنی قبروں کو خود تیار نہ کرو وگرنہ تم فوراً موت سے ہمکنار ہو جاؤ گے“

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلیل (۳۲۱/۲) میں بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو عاصم بن ابراہیم داری نے محمد بن سلیمان صنعانی سے بیان کیا ہے وہ منذر بن نعمان افسس سے وہ وہب بن منبہ سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو مرفوعاً لائے ہیں اس کے بارے میں میرے باپ نے وضاحت کی کہ یہ حدیث منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی علت دراصل یہ محمد بن سلیمان ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے العیون میں اس راوی کے بارے میں کہا کہ وہ مجہول ہے اور جس حدیث کو اس نے بیان کیا ہے وہ منکر ہے اشارہ اسی حدیث کی جانب ہے۔

(۲۶۰) «أَطْعِمُوا نَفْسَاءَكُمْ الرُّطْبَ؛ قَالُوا: لَيْسَ فِي كُلِّ حِينٍ يَكُونُ الرُّطْبُ، قَالَ: فَتَمَرُّ، قَالُوا: كُلُّ التَّمْرِ طَيِّبٌ فَأَيُّ التَّمْرِ خَيْرٌ؟ قَالَ: إِنَّ خَيْرَ تَمَرٍ كُمْ الْبُرْنِيُّ يُدْخِلُ الشِّفَاءَ، وَيُخْرِجُ الدَّاءَ، لَا دَاءَ فِيهِ، أَشْبَعَهُ لِلجَائِعِ، وَأَذْفَاهُ لِلْمَقْرُورِ»

ترجمہ: ”تم اپنی نفاس والی عورتوں کو تازہ کھجوریں کھلاؤ انہوں نے سوال اٹھایا ہر وقت تو تازہ کھجوریں دستیاب نہیں ہوتیں آپ نے فرمایا تو خشک کھجور کھلاؤ انہوں نے دریافت کیا جب

ہر خشک کھجور عمدہ ہے تو کوئی خشک کھجور بہتر ہے آپ نے فرمایا تمہاری کھجوروں میں سے سب سے بہتر کھجور برنی قسم کی کھجور ہے جو شفاء عطا کرتی ہے اور بیماری کو دور کرتی ہے اس میں ہرگز بیماری نہیں ہے اس کھجور کے استعمال سے بھوکا انسان خوب سیر ہو جاتا ہے اور جس شخص کو ٹھنڈک تنگ کر رہی ہو اس کھجور کے استعمال سے اس کو گرمی حاصل ہوگی“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابن سمعون واعظ نے اس حدیث کو الامالی (۱/۱۹۲/۲) میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں ابو بکر محمد بن جعفر المطبیری نے اس نے کہا ہمیں قاسم بن انعامیل کوئی نے اس حدیث سے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں زید بن حباب العکلی نے اس نے شعبہ سے اس نے یعلیٰ بن عطاء الطائفی سے اس نے شہر بن حوشب سے اس نے ابوامامہ سے مرفوع بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اس کے سبھی راوی ثقہ اور مشہور ہیں البتہ القاسم راوی کے حالات کو میں نے نہیں پایا جب کہ شہر بن حوشب (راوی) ضعیف ہے حجت کے قابل نہیں ہے اس لئے کہ وہ کثرت کے ساتھ غلطیاں کرتا تھا اور شاید اسی وجہ سے امام مسلم (رحمہ اللہ) نے اس کی روایت کو دوسرے راوی کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے جیسا کہ منذری کی التدریج کے خاتمہ (۲۸۴/۴) میں ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ سچا راوی ہے جب کہ کثرت ارسال اور وہم کے ساتھ مشہور ہے، پھر میں نے ابونعیم کی تالیف الطب (۲۳-۲۴) میں دوسرے طریق شعبہ سے اس حدیث کو بیان کیا ہے اس لحاظ سے علت شہر بن حوشب راوی کے بارے میں بند ہو کر رہ گئی ہے مزید اس حدیث کو امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللالی (۱۵۶/۱) میں پہلے ذکر کردہ حدیث کے شاہد کو ۲۳۳ نمبر میں ابن السنی اور ابونعیم دونوں کی روایت سے الطب کتاب میں شعبہ کے طریق سے اس کو ذکر کیا ہے و ذکر کرنے کے بعد وضاحت کی ہے کہ اس کی اسناد مسلم کی شرط پر ہے اس نے اسی طرح نقل کیا ہے جب کہ اس میں ہرگز وہ بات پوشیدہ نہیں ہے جس کا ہم نے شہر راوی کے بارے میں ذکر کیا ہے۔

(۲۶۱) «أَحْسِنُوا إِلَيَّ عَمَّتِكُمْ النَّخْلَةَ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ آدَمَ فَفَضَّلَ مِنْ طِينَتِهَا فَخَلَقَ مِنْهَا النَّخْلَةَ»

ترجمہ: ”تم اپنی پھوپھی کھجور کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرو اس لئے کہ اللہ نے جب آدم کو پیدا کیا تو اس سے کچھ مٹی باقی رہ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کھجور کو پیدا کیا“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲/۱۵۷) میں اور باطرقانی نے اس حدیث کو اپنی جزء (۲/۱۵۷) میں اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں یہ ذکر کیا ہے سبھی رواۃ جعفر بن احمد بن علی عافقی سے روایت کرتے ہیں اس نے بتایا کہ ہمیں ابوصالح السلیث کے کاتب نے بیان کیا اس نے وکیع سے اس نے اعمش سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا جب کہ ابن عدی اور ابن جوزی (رحمہما اللہ) نے بتایا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور بلاشبہ جعفر نامی شخص نے اس کو وضع کیا ہے۔

مزید برآں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور جعفر راوی حدیث وضع کرنے والا ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱۵۶/۱) میں اپنی عادت کے مطابق اس کا تعاقب کیا ہے لیکن کچھ نہ کر سکا جب کہ اس نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا کہ اس حدیث کا ایک شاہد ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کا تذکرہ اس کے بعد آ رہا ہے جب کہ اس میں شدید قسم کے طعن موجود ہونے کا آپ ملاحظہ کریں گے مزید برآں اس کے عجائبات سے ہے کہ نہ تو اس نے اس کی اسناد کو بیان کیا ہے اور نہ اس کی حالت کو بیان کیا ہے۔

(۲۶۲) «خُلِقَتِ النَّخْلَةُ وَالرُّمَانُ وَالْعِنَبُ مِنْ فَضْلِ طِينَةِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ»

ترجمہ: ”کھجورانا اور انگور آدم کی پچی ہوئی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں“

تحقیق: حدیث انتہا درجہ کی ضعیف ہے محامی نے اس کو الامالی کی تیسری جلد (۳۸۱/۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن عساکر نے اس سے (۲/۳۰۹/۱۲) میں حاکم بن عبد اللہ بن کلبی سے روایت کیا ہے جو ابو سالم کنیت کے ساتھ متعارف ہے قزوین کا رہائشی ہے وہ یحییٰ بن سعید البحرانی سے جس کا شمار اہل غطیف سے ہے وہ ابو ہارون عبدی سے روایت کرتے ہیں وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اس نے بیان کیا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کھجور درخت کی تخلیق کس سے ہوئی؟ تو اس نے یہ حدیث بیان کی۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد بھی نہایت ضعیف ہے اور ابو ہارون عبدی کا نام عمارہ بن جوین ہے جس کو فن رجال میں متروک قرار دیا گیا ہے جب کہ ان میں بعض راوی ایسے ہیں جن کو اس نے کذاب کہا ہے جیسا کہ التقریب میں ہے جب کہ اس درجہ کی شدت کے ضعف کے باوجود امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا

السالسی میں اس حدیث کیلئے بطور شاہد کے ذکر کیا ہے جو اس سے پہلے ابن عساکر کی روایت سے ہے جب کہ اس نے اس پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس کو الجامع الصغیر میں شامل کر دیا ہے جب کہ اس پر امام مناوی (رحمہ اللہ) نے تعاقب کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ مصنف کا ظاہری انداز اس حقیقت کو اجاگر کر رہا ہے کہ اس نے اس کو نہیں دیکھا ہے کہ ابن عساکر سے زیادہ مشہور ہو اور نہ زیادہ قدیم ہو حالانکہ دیلمی نے اس کو ابوسعید سے نکالا ہے لیکن اس کی سند میں طعن ہے۔

میں کہتا ہوں: المحاملی شخص دیلمی سے زیادہ شہرت یافتہ اور قدیم ہے تو اس کی جانب نسبت کرنا زیادہ مناسب ہے جب کہ توفیق عطا کرنے والی ذات صرف اللہ کی ذات ہے۔

(۲۶۳) «أَكْرِمُوا عَمَّتِكُمْ النَّخْلَةَ فَإِنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ فَضْلَةِ طِينَةِ آيِكُمْ آدَمَ وَلَيْسَ مِنَ الشَّجَرِ شَجْرَةٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَجْرَةٍ وُلِدَتْ تَحْتَهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ فَأَطَعُمُوا نِسَاءَ كُمْ الْوَالِدَ الرُّطْبَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ رُطْبًا فَتَمْرٌ»

ترجمہ: ”تم اپنی پھوپھی بھجور کے اکرام میں توجہ کرو اس لئے کہ اس کو تمہارے باپ آدم کی بقیہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جب کہ درختوں میں سے کوئی درخت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس درخت سے زیادہ عزت والا نہیں ہے جس کے سائے میں مریم بنت عمران کی پیدائش ہوئی تو تم اپنی بیویوں کو عمدہ تازہ بھجوریں کھلاؤ اگر تازہ بھجوریں دستیاب نہ ہوں تو خشک بھجوریں کفایت کریں گی“

تحقیق: حدیث موضوع ہے جب کہ عقلی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الضعفاء (۳۳۰) میں ذکر کیا ہے اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۱/۳۳۰) میں اور باغندی نے حدیث شیبان (۱۹۰/۱) میں اور اس کے غیر میں اور ابن عساکر نے (۱/۲۶۶/۱۹، ۲/۳۰۹/۲) میں اور ابونعیم نے الطب (۲/۲۳/۲) میں اور الحلیہ (۱۲۳/۶) میں اور اس نے ذکر کیا ہے مسرور بن سعید بن جبلی کے طریق سے اس نے اوزاعی (رحمہ اللہ) سے اس نے عروہ بن روین بن علی سے مرفوع ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں شیبان سے اس کو بیان کیا ہے اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) اور ابن مردویہ دونوں نے تفسیر میں اس کو ذکر کیا ہے جب کہ اس کا اول شاہد ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور اس کے آخر کا بھی ایک شاہد ہے ابونعیم نے اس کو اوزاعی کی حدیث سے جو عروہ سے مرفوع روایت کرتا ہے نے کہا ہے یہ حدیث

غریب ہے اس میں مسرور بن سعید (راوی) متفقہ دے ہے عقلی نے وضاحت کی ہے حدیث محفوظ نہیں ہے صرف مسرور سے ہی اس کو معلوم کیا جاتا ہے نیز ابن عساکر نے کہا ہے کہ عروہ کی علی سے ملاقات ثابت نہیں ہے اور حدیث غریب ہے جب کہ تیبی (راوی) مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ وہ متہم ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں ذکر کیا ہے ابن حبان نے اس حدیث کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ اوزاعی (رحمہ اللہ) سے کثرت کے ساتھ منکر احادیث بیان کرتا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو ابو نعیم کے طریق سے الموضوعات میں درج کیا ہے، نیز اس نے اس کو غیر صحیح کہا ہے جب کہ مسرور (راوی) منکر الحدیث ہے وہ اوزاعی سے منکر روایات بیان کرتا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے الآلسی (۱۵۶/۱) میں ذکر کیا ہے کہ اس کو عقلی نے ذکر کیا ہے اور اس کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

نیز یہ کہ یہ حدیث صرف مسرور کے ساتھ معروف ہے، نیز اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث اوزاعی سے منکر ہے اور عروہ کی حدیث علیؑ سے مرسل ہے جب کہ مسرور غیر معروف راوی ہے اس کا ذکر صرف اس حدیث میں ہے، میں کہتا ہوں: ابو سعید خدریؓ سے مروی حدیث انتہا درجہ کی ضعیف ہے، یہ شاہد بنے کی بالاتفاق صلاحیت نہیں رکھتی ہے جب کہ میں نے اس کی کیفیت کو اس سے ذرا پہلے واضح کیا ہے جب کہ دوسری وہ حدیث ہے جو (۲۶۱) میں گزر چکی ہے اور ہم نے وہاں واضح کر دیا تھا کہ اس کی اسناد ضعیف ہے بعد ازاں اس نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے جو کہ آ رہی ہے۔

(۲۶۳) «مَا لِلنَّفْسَاءِ عِنْدِي شِفَاءٌ مِثْلُ الرُّطْبِ وَلَا لِلْمَرِيضِ مِثْلُ الْعَسَلِ»

ترجمہ: ”نفاس والی عورتوں کے لئے تازہ کھجور کا استعمال جس قدر شفا عطا کرتا ہے اس قدر دیگر کوئی چیز نہیں جب کہ بیمار شخص کے لئے شہد کے برابر کوئی چیز نہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابو نعیم نے السطب میں اس کا ذکر ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً کیا ہے علامہ سیوطی نے اس سے پہلی حدیث کیلئے بطور شاہد کے ذکر کیا ہے اور اس کی اسناد کو ذکر نہیں کیا تا کہ اس کو دیکھ لیا جاتا اور نہ اس نے اس پر کلام کیا ہے تا کہ اس کی حالت کو وہ شخص معلوم کر سکے جس کو اس کی حالت کا علم نہیں ہے جب کہ اگر اس کو موضوع نہ کہا جائے تو ضعیف کہنا ضروری ہے، مزید اس حدیث کے بارے میں خیال درست ثابت ہو واجب میں نے دیکھا کہ اس نے اس کو السطب (۱۱۲۳/۲) میں علی بن عروہ

سے اس نے زہری سے اس نے سعید بن المسیب سے اس نے ابو ہریرہ سے مرفوع بیان کیا ہے۔  
میں کہتا ہوں: کہ علی بن عروہ (راوی) کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا جبکہ اس کی یہ حدیث ۱۱۹  
نمبر حدیث میں گزر چکی ہے نیز اس حدیث کو علامہ سیوطی نے الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

(۲۶۵) «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، عَلِمَ النَّاسُ الْقُرْآنَ وَتَعَلَّمَهُ فَإِنَّكَ إِنْ مِتُّ وَأَنْتَ  
كَذَلِكَ زَارَتِ الْمَلَائِكَةُ قَبْرَكَ كَمَا يُزَارُ الْبَيْتَ الْعَتِيقَ، وَعَلِمَ النَّاسَ  
سُنَّتِي وَإِنْ كَرِهُوا ذَلِكَ وَإِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ لَا تُوقَفَ عَلَيَّ الصِّرَاطُ طَرْفَةَ عَيْنٍ  
حَتَّى تَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلَا تُحَدِّثْ فِي دِينِ اللَّهِ حَدَثًا بَرَأَيْكَ»

ترجمہ: ”اے ابو ہریرہ آپ لوگوں کو قرآن کی تعلیم سے بہرہ ور فرمائیں اور خود بھی تعلیم  
حاصل کریں تو حقیقت یہ ہے کہ اگر تو اسی حالت پر فوت ہو جائے تو فرشتے تیری قبر کی  
زیارت اس طرح کریں گے جیسا کہ اللہ کے گھر کی زیارت کی جاتی ہے جس کا وصف عتیق  
ہے کہ اس کی زیارت کرنے سے زائرین دوزخ سے آزاد ہو جاتے ہیں مزید برآں لوگوں  
کو میری سنت کی تعلیم سے آگاہ کروا کر چہ وہ ناپسندیدہ جانیں اور اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے پل  
صراط پر آنکھ کے جھپکنے کے برابر بھی رکاوٹ نہ ہو کہ تو فوراً جنت میں داخل ہو جائے تو اللہ  
کے دین میں ہرگز کسی بدعت کا اپنی رائے سے ایجاد نہ کریں“

تحقیق: حدیث من گھڑت ہے اس حدیث کو الخطیب نے (۳۸۰/۱۳) میں ذکر کیا ہے اور ابو الفرج ابن  
المسلم نے الامالی (۲/۱۲۰) کی ایک مجلس میں عبد اللہ بن صالح یمانی کے طریق سے روایت کیا  
ہے اس نے بتایا کہ مجھے ابو ہام قرشی نے سلمان بن مغیرہ سے بیان کیا اس نے قیس بن مسلم سے اس نے  
ظاؤس سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے اور اسی طریق سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے  
اس کو الموضوعات میں بیان کیا ہے اور اس نے حکم لگایا ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ ابو ہام محمد  
بن مجیب (راوی) دراصل محجب ہے مجیب نہیں ہے اس میں تبدیلی ہے جب کہ یحییٰ نے اس کو  
کذاب کہا ہے اور ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس پر ذاہب الحدیث کا حکم لگایا ہے، مقصود اس کا ضعیف  
ہونا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے السلاسی (۲۲۲/۱) میں اس کا تعاقب کیا ہے اس نے ذکر کیا  
ہے، میں کہتا ہوں: اس کا ایک طریق ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ ہمیں عبد اللہ بن محمد بن جعفر نے بتایا ہمیں

محمد بن عبدالرحیم بن شیب نے محمد بن قدامہ مصیعی سے بیان کیا ہے وہ جریر سے وہ اعمش سے وہ ابو صالح سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع لائے ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس نے اس کو اس کے مثل بیان کیا البتہ اس نے کہا کہ اگر تجھ پر موت طاری ہو جائے اور تیری یہ کیفیت ہو تو فرشتے تیری قبر کی جانب حج کرنے کے لئے آئیں گے جیسا کہ ایماندار بیت الحرام کا حج کرنے جاتے ہیں البتہ اس پر علامہ سیوطی نے خاموشی اختیار کی ہے جب کہ اس کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ میرے نزدیک پہلے سے زیادہ غلط ہے جب کہ اس میں قبر کی جانب حج کرنے کا ذکر ہے جب کہ یہ کیفیت بالکل جدید ہے شریعت میں اس کا کچھ اصل نہیں ہے اور اس پر حج کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

جب کہ حج کا اطلاق تو بیت الحرام کی زیارت کا نام ہے جب کہ قبروں کی زیارت پر حج کا اطلاق بدعتی لوگ کرتے ہیں جو قبروں کی تعظیم میں غلو اختیار کرتے ہیں مثال کے طور پر قبروں کی زیارت کیلئے شہد رحال کرتے ہیں بیت اللہ کے پڑوس میں رات گزارتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں بلکہ وہ وہاں پہنچ کر تصویر ع و زاری کیساتھ دعا کرتے ہیں حج کے شعائر ادا کرتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے مناسک الحج والمشاهد والقبور کے نام پر کتابیں مرتب کی ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے اس کا تذکرہ وضاحت کے ساتھ اپنی کتابوں میں کیا ہے جب کہ اس سے بڑھ کر اور گمراہی کیا ہو سکتی ہے کوئی مسلمان جو توحید کی خوشبو سونگھتا ہے کہ اس کی جانب اس سے زیادہ کوئی چیز ناپسندیدہ ہو تو کیسے اس وقت باور کیا جاسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کلمہ کا اطلاق ہو کہ فرشتے آپ کی قبر کا حج کرتے ہیں جیسا کہ ایماندار لوگ بیت الحرام کا حج کرتے ہیں اے اللہ! دل گواہی دیتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس قسم کا کوئی لفظ صادر نہیں ہو سکتا تو ان لوگوں کو اللہ تبارک و تبرک کرے جنہوں نے اس قسم کے حج کرنے کو اپنی جانب سے وضع کر لیا ہے۔

جب کہ میں اس کے بارے میں اس ابن شیب نامی شخص کو متہم کرتا ہوں اس لئے کہ اس کی اسناد کے تمام راوی اس کے علاوہ ثقہ ہیں البتہ عبد اللہ بن محمد بن جعفر جو ابو نعیم کا استاذ ہے وہ تو ابو الشیخ ابن حبان (رحمہ اللہ) ہے جو حافظ اور ثقہ ہے طبقات الاصبہانین کتاب کا مصنف ہے جب کہ اس کے کوائف امام ذہبی (رحمہ اللہ) کی تذکرۃ الحفاظ (۱۳۷/۳-۱۳۹) میں موجود ہیں نیز شذرات الذہب (۶۹/۳) اور ان دونوں کے علاوہ کتب میں بھی موجود ہیں جب کہ دیگر سبھی رواۃ اس کے علاوہ ثقہ اور مشہور ہیں تہذیب میں ان کا تذکرہ (ص ۲۳۳) میں موجود ہے جب کہ ابن شیب متہم ہے



مجھے اس کے حالات صرف طبقات الاصبہانیین میں ملے ہیں جب کہ اس نے بیان کیا ہے کہ محمد عبد الرحیم بن ہبیب ابو بکر سن ۲۹۶ ہجری میں فوت ہوئے اس کا شمار ائمہ قراء سے ہوتا ہے اس نے عثمان بن ابی شیبہ اور ابن ماسر جس اور اسحاق بن اسرائیل اور مسکد ان سے بیان کیا ہے اور ہم نے کچھ نہیں لکھا مگر اسی سے لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر اس نے اس کی چند احادیث کا ذکر کیا ہے انشاء اللہ ان میں سے بعض کا میں ذکر کروں گا جب کہ اس نے جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا لہذا وہ مجہول راوی ہے اور اس پر اس حدیث کا دارومدار ہے اور ابن عراق کو بھی اس کی معرفت نہیں ہے چنانچہ اس نے تفسیرہ الشریعة (۶۹/۳) میں بیان کیا ہے کہ مجھے اس کے حالات پر آگاہی حاصل نہیں ہوئی ہے اور ابو نعیم کے شیخ کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ عبد اللہ بن محمد بن جعفر قزوینی ہے اور وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا جیسا کہ مقدمہ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ ابو اسحاق ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، اس لئے کہ ابو نعیم اس سے کثرت کے ساتھ الحلیہ میں اور اس کے سوا کتابوں میں کثرت کے ساتھ ان چیزوں کا تذکرہ ہے اور اغرہ یہ کذاب ہے تو اس کی طرف نسبت کرنا تاکہ ان دونوں کے درمیان امتیاز حاصل ہو جائے تو پس آپ اس پر غور کریں؟

(۲۶۶) «كَانَ إِذَا أَشْفَقَ مِنَ الْحَاجَةِ أَنْ يَنْسَاهَا جَعَلَ فِي يَدِهِ خَيْطًا لِيَذْكُرَهَا»

ترجمہ: ”جب آپ کسی ضروری کام کے بارے میں خطرہ محسوس کرتے کہ آپ اس کو فراموش نہ کر بیٹھیں تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ میں دھاگہ ڈالتے تاکہ وہ کام یاد آتا رہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو ابن عدی نے (۱/۱۷۷) میں اور حارث بن ابواسامہ نے اپنی مسند میں زوائد سے اور ابوالحسن ابن خبوی نے الفوائد (۲/۲۶) میں سالم بن عبد اللہ العلی سے اس نے نافع سے اس نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے ذکر کیا ہے علامہ زرکشی فرماتے ہیں اس کی سند میں سالم بن عبد اللہ العلی وضاع ہے (العلل لابی حاتم ۲/۲۵۲، الجرح والتعديل لابی حاتم ۱۸۶/۱۲، التاريخ لابن معین ۲/۸۶) لہذا حدیث باطل ہے۔

نوٹ: مزید تحقیق کو طوالت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے، مترجم

(۲۶۷) «مَنْ حَوَّلَ خَاتَمَهُ أَوْ عِمَامَتَهُ أَوْ عَلَّقَ خَيْطًا فِي رِأْسِهِ لِيَذْكُرَهُ حَاجَتَهُ لَقَدْ أَشْرَكَ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ اللَّهَ هُوَ يُذَكِّرُ الْحَاجَاتِ»

ترجمہ: ”جو شخص اپنی انگوٹھی کو پھیرتا رہتا ہے یا اپنی پگڑی کو پھیرتا رہتا ہے یا اس نے اپنی انگلی میں دھاگہ باندھا ہوا ہے تاکہ دھاگہ اس کو اس کی ضرورت یا دلائے تو اس نے اللہ کی ذات کے ساتھ شرک کیا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی ضرورتوں کو یاد دلاتا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲-۱/۳۳) میں اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں بشر بن حسین کے طریق سے اس نے بیان کیا ہمیں زبیر بن عدی نے آگاہ کیا اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث کو بیان کیا جب کہ ابن عدی نے اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کے اصل کا انکار کیا ہے اس کی سند میں بشر نامی (راوی) اپنے استاذ زبیر سے باطل روایات ذکر کرتا ہے جب کہ علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے بھی اللیالی (۲۸۳/۲) میں اس کو برقرار رکھا ہے مزید اس پر اضافہ کیا ہے

میں کہتا ہوں: ابن حبان نے بیان کیا بشر بن حسین اصہبانی نے زبیر سے ایک مجموعہ جو ایک سو پچاس احادیث پر مشتمل تھا کا ذکر کیا، ابن عراق نے تنزیہ الشریعة (۲/۳۲۲) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(۲۶۸) «مَنْ رَفَعَ قِرْطَاسًا مِنَ الْأَرْضِ فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِجْلَالًا أَنْ يُدَاسَ كُتِبَ عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الصَّادِقِينَ وَخُفِّفَ عَنْ وَالدِّيَةِ وَإِنْ كَانَ مُشْرِكَيْنِ وَمَنْ كَتَبَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَجَوَدَهُ تَعْظِيمًا لِلَّهِ غُفِرَ لَهُ»

ترجمہ: ”جو شخص زمین سے اس لئے کاغذ اٹھاتا ہے کہ اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر ہے مزید برآں اس کی عظمت کا خیال رکھتے ہوئے وہ پاؤں تلے روندانہ جائے تو اس شخص کو اللہ کے ہاں صدیقین سے لکھا جاتا ہے اور اس کے والدین کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اگرچہ وہ مشرک ہی ہوں اور جس شخص نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو محض اللہ کی تعظیم کے لئے عمدہ انداز میں تحریر کیا تو اس کو معاف کر دیا جائے گا۔“

تحقیق: موضوع روایت ہے اس روایت کو ابوالشیخ ابن حبان نے طبقات الاصبہانیین (ص ۲۳۴) میں دو الگ الگ مقام میں ذکر کیا ہے، اور ابن عدی نے (۱/۳۳۶) میں مکمل طور پر ابوسالم رواسی علاء بن مسلمہ کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ابو حفص عبدی نے ابان سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع

روایت کیا ہے جب کہ ابن الجوزی نے اس کو ابن عدی کی روایت سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے واضح کیا ہے ابان (راوی) حد درجہ ضعیف ہے جب کہ ابو حفص (راوی) اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور ابوسالم علاء بن مسلمہ (راوی) کو محمد بن طاہر ازودی نے کذاب کہا ہے کہ اس سے روایت کرنا درست نہیں، جب کہ علامہ سیوطی نے اللآلی (۲۰۲/۱) میں آگاہ کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو ابن عدی نے العبدی کے حالات میں ذکر کیا ہے اور آگاہ کیا ہے یہ راوی اس لائق ہے کہ اس کو چھوڑا جائے نیز اس نے کہا ہے کہ یہ حدیث علی بن ابی طالب ؓ سے ایسے طریق سے روایت کی گئی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

(۲۶۹) «الْعَالِمُ لَا يَخْرُفُ» ترجمہ: "عالم شخص بے وقوفی کی باتیں نہیں کرتا ہے"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، چنانچہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے السعلل (۴۰۹/۲) میں اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور میرے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کو عطاء بن یزید نے انس سے مرفوع ذکر کیا ہے کہ عالم شخص احمق نہیں ہوتا اس میں العطاء (راوی) ضعیف ہے اس کی حدیث کو چھوڑا گیا ہے اور ہم نے بعض اہل علم کو پایا ہے جیسے مسعودی حریری سعید بن ابی عمروہ اور عطاء بن ابی سائب وغیرہ وہ عمر کے آخری حصے میں بے عقل ہو گئے تھے۔ میں کہتا ہوں: عطاء راوی کے بارے میں ذہبی نے آگاہ کیا ہے کہ وہ شخص علم کے لحاظ سے ضائع تھا، ابن المدینی (رحمہ اللہ) نے بتایا کہ یہ شخص حدیثیں وضع کیا کرتا تھا ابن حبان (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس نے انس ؓ کی جانب سے ایک من گھڑت نسخہ پیش کیا ہے اور حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے جو اس طرح ہے

(۲۷۰) «لَا يَخْرُفُ قَارِئُ الْقُرْآنِ»

ترجمہ: "قرآن کی قرأت کرنے والا شخص خرافات سے محفوظ رہتا ہے"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعہ (ص ۲۵) میں ذکر کیا ہے مزید برآں ابن عراق نے اس کی متابعت کرتے ہوئے اس حدیث کو ابو نعیم کے طریق سے تنزیہ الشریعة (۲/۳۶) میں ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ ہمیں لائق بن حسین نے خبر دی اس نے کہا ہمیں خیمہ بن سلیمان نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبید بن محمد نے بتایا اس نے کہا ہمیں محمد بن یحییٰ بن جمیل نے بتایا اس نے کہا ہمیں بکر بن السور نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں یحییٰ بن

مالک نے انس سے بیان کیا اس نے اپنے والد سے اس نے زہری سے اس نے انس سے مرفوع بیان کیا، نیز اس کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ (۲/۱۱۸) میں بیان کیا ابو نعیم اور اس کے سوا کے طریق سے بتایا کہ ہمیں اس حدیث سے لاحق نے آگاہ کیا اس کے بعد علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ میزان الاعتدال میں لاحق (راوی) کو کذاب کہا گیا ہے، نیز اس سے ابو نعیم نے الحلیۃ اور اس کے سوا میں اس کے بارے میں مصائب کا ذکر کیا ہے جس سے جرح مترشح ہوتی ہے اور اللسان میں بیان کیا ہے، اور یہی کا قول ہے کہ ثقہ راوی کے ناموں پر احادیث وضع کرتا تھا اور شاید ہی جھوٹے لوگوں میں اس جیسا کوئی پیدا ہی نہ ہوا ہو جب کہ ابن السمعی نے کہا ہے اس کا شمار کذاب لوگوں میں ہوتا ہے اس نے کچھ کتابیں اپنی جانب سے تحریر کی جن کے رواۃ کے ناموں کی معرفت نہیں ہے ابن النجار نے کہا کہ اس کے کاذب ہونے پر اتفاق ہے۔

میں کہتا ہوں: ان سب باتوں کے باوجود علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب الجامع الصغیر میں ان احادیث کو شامل کیا ہے نیز عبدالرحمن بن نصر دمشقی نے الفوائد (۲/۳۲۶/۳) میں شععی سے اس کے قول کو ذکر کیا ہے جب کہ اس کی سند ضعیف ہے شائد اس حدیث کو بعض کذاب قسم کے لوگوں نے مرفوع بیان کیا ہے جب کہ اس کا ایک اور طریق بھی اس کی مثل پایا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۷۱) «مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ مَتَعَهُ اللَّهُ بِعَقْلِهِ حَتَّى يَمُوتَ»

ترجمہ: ”جس شخص نے قرآن کو اکٹھا کیا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی عقل کے باعث فائدہ عطا کرے گا یہاں تک کہ وہ موت سے ہمکنار ہوگا“

تحقیق: حدیث من گھڑت ہے، اس حدیث کو ابوسعید بن اعرابی (رحمہ اللہ) نے اپنی معجم (۲/۱۱۱) میں بیان کیا ہے اس نے بیان کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ ہمیں ابراہیم بن الہیثم یعنی البلدی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں ابوصالح عبداللہ بن صالح نے اس نے کہا ہمیں رشید بن سعد نے اس نے جریر بن حازم سے اس نے حمید سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے اور اس کو ابن عساکر (۲/۱۱۱/۲) نے دوسرے طریق ابوصالح سے روایت کی ہے جب کہ اس کی سند نہایت ضعیف ہے رشید بن سعد راوی کے بارے میں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التقویب میں کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے ابوحاتم (رحمہ اللہ) نے اس پر ابن لہیعہ کو ترجیح دی ہے اور ابن یونس نے بتایا ہے کہ وہ دین کے لحاظ سے صالح تھا تو صالحین کی غفلت اس پر حدیث کے بارے میں اثر انداز ہوئی۔

میں کہتا ہوں: بظاہر یہ سب کچھ اس کی تخیلیط کا نتیجہ ہے نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ خالد نے احادیث کو وضع کیا ہو جو عبد اللہ صالح کا پڑوسی تھا وہ عبد اللہ کی کتب میں موضوع احادیث درج کرتا تھا جب کہ اس کو اس کا علم نہ تھا، میزان الاعتدال (۳۶۱/۲-۳۸) دیکھیں

(۲۷۲) «إِغْتَبِرُوا عَقْلَ الرَّجُلِ فِي طَوْلِ لِحْيَتِهِ وَنَقْشِ خَاتَمِهِ وَكُتُوبِهِ»

ترجمہ: ”کسی شخص کی عقل کا اعتبار اس کی طویل داڑھی میں دیکھو اور اس کی انگوٹھی کے نقش اور اس کی کنیت میں دیکھو“

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام سیوطی نے ذیل الاحادیث الموضوعہ (ص ۱۰) پر اس کا تذکرہ ابن عساکر کی روایت سے اس کی سند کے ساتھ عثمان بن عبد الرحمن الطواغی سے اس نے یزید بن سنان اشعری سے اس نے ابو ووس اشعری سے بیان کیا کہ ہم معاویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہمارے سامنے ایک شخص نمودار ہوا جس کی داڑھی طویل تھی اس پر معاویہ نے کہا تم میں سے کس شخص کو اللہ کے پیغمبر کی حدیث داڑھی کے طویل ہونے کے بارے میں معلوم ہے اس پر لوگ خاموش رہے اس دوران معاویہ نے کہا میں اس بارے میں کچھ محفوظ رکھتا ہوں۔

پس جب وہ آدمی بیٹھ گیا تو معاویہ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہم داڑھی، بارے میں دریافت نہیں کر رہے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو سنا تھا اس کو بیان کر دیا، اس نے اس سے پوچھا تیری کنیت کیا ہے اس نے جواب میں ابو کوکب دری بتایا اس نے کہا تیری انگوٹھی کا نقش کیا ہے؟ اس نے جواب میں کہا وتفقذ الطیر اس نے پھر پوچھا «مَالِي لَا أَرَى الْهُدَى هَذَا أَمْ كَانَ مِنْ الْغَالِبِينَ» اور اس نے پرندے کو گم پایا اور کہا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھے ہد پرندہ نظر نہیں آ رہا ہے بلکہ وہ غائب ہے موجود نہیں ہے، تو اس نے آگاہ کیا کہ ہم اللہ کے پیغمبر کی حدیث کو درست قرار دیتے ہیں امام سیوطی نے بیان کیا یزید راوی ضعیف ہے اور الطوائفی راوی کو ابن نمیر نے جھوٹا کہا ہے۔

(۲۷۳) «لَا حَبْسَ «أَيُّ وَقَفَ» بَعْدَ سُورَةِ النَّسَاءِ»

ترجمہ: ”سورہ نساء کے بعد وقف نہیں ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے امام طحاوی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو شرح معانی الآثار (۲۵۰/۲) میں اور طبرانی نے (۱/۱۱۳/۲) میں اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے سنن (۱۶۲/۶) میں عبد اللہ بن لہیع کے

طریق سے بیان کیا ہے اس نے کہا ہمیں عیسیٰ بن لہیعہ نے نکرہ سے بیان کیا اس نے کہا میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا سورہ نساء کے نازل ہونے کے بعد اور وراثت کے حصے مقرر کرنے کے بعد اس کو ذکر کیا ہے اور بیہقی (رمہ ﷺ) نے کہا ہے کہ امام دارقطنی (رمہ ﷺ) نے کہا ہے کہ اس حدیث کی ابن لہیعہ کے علاوہ کسی نے سند بیان نہیں کی ہے وہ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں اور وہ دونوں ضعیف ہیں۔

نوٹ: مزید تحقیق کو طوالت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے، مترجم

(۲۷۴) «أَوْصَانِي جِبْرِائِيلُ ﷺ بِالْجَارِ إِلَى أَرْبَعِينَ دَارًا، عَشْرَةَ مِنْ هَاهُنَا وَعَشْرَةَ مِنْ هَاهُنَا، وَعَشْرَةَ مِنْ هَاهُنَا، وَعَشْرَةَ مِنْ هَاهُنَا»

ترجمہ: ”جبریل ﷺ نے مجھے پڑوسی کے بارے میں چالیس گھروں تک کی وصیت کی ہے جب کہ دس گھر اس جانب سے اور دس گھر دوسری جانب سے اور دس گھر اس جانب سے اور دس گھر اس جانب سے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے امام بیہقی (رمہ ﷺ) نے اس حدیث کو ام ہانسی بنت ابی مفرۃ سے اس نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے چنانچہ نصب الراية (۴۱۳/۴) میں بھی اسی طرح ہے اور یہ حدیث کعب بن مالک سے بھی روایت کی گئی ہے ملاحظہ کریں۔

(۲۷۵) «أَلَا إِنَّ أَرْبَعِينَ دَارًا جَوَارًا، وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ خَافَ جَارَهُ بَوَائِقَهُ، قِيلَ لِلزُّهْرِيِّ: أَرْبَعِينَ دَارًا؟ قَالَ: أَرْبَعِينَ هَكَذَا، وَأَرْبَعِينَ هَكَذَا»

ترجمہ: ”خبردار بے شک چالیس گھر ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اور جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا کہ جس سے اس کا پڑوسی اس کی تکالیف سے خوفزدہ ہو زہری سے دریافت کیا گیا چالیس گھروں سے کیا مقصود ہے آپ ﷺ نے فرمایا چالیس اس جانب سے اور چالیس اس جانب سے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے جب کہ امام طبرانی (رمہ ﷺ) نے اس حدیث کو یوسف بن السفر سے اس نے اوزاعی سے اس نے یونس بن یزید سے اس نے زہری سے اس نے عبدالرحمن بن کعب سے اس نے

اپنے والد سے اس نے بیان کیا نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے فلاں قبیلہ میں رہائش اختیار کی ہے اور ان میں سے جو شخص مجھے زیادہ اذیتوں سے ہمکنار کرتا ہے وہ سب سے زیادہ میرا قریبی پڑوسی ہے اس پر نبی ﷺ نے ابو بکر عمر اور علی رضی اللہ عنہم کو بھیجا کہ وہ مسجد کے دروازے پر جائیں وہاں کھڑے ہوں تو وہ حج حج کر کہیں: خبردار! چالیس گھرا ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں (مکمل حدیث کو بیان کیا)

جب کہ یوسف بن اسر ابو الفیض (راوی) میں کلام ہے چنانچہ امام زیلعی (رحمہ اللہ) نے بھی اس کے بارے میں بہت نرم انداز اختیار کیا ہے اس لئے کہ اس قسم کا قول کہ اس میں گفتگو ہے تو اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جس کی ثقافت اور تجویح میں اختلاف کا فرما ہو جب کہ یہ ابن اسر ایسا راوی ہے جس کے متروک ہونے پر اتفاق ہے بلکہ دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے، جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس کا شمار ان لوگوں میں ہے جو احادیث کو وضع کرتے ہیں، مزید برآں اس سے بعض موضوع احادیث پہلے گزر چکی ہیں اس لئے بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۱۶۲/۱) میں ذکر کرنے کے بعد وضاحت کی ہے کہ اس حدیث میں یوسف بن اسر (راوی) متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: عقل بن زیاد نے اس کی مخالفت کی اس نے ذکر کیا کہ ہمیں اوزاعی نے یونس سے اس نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گویا کہ اس نے اس کو مرسل ذکر کیا ہے چنانچہ امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے اس کو الیمرا سیل میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں ابراہیم بن مردان دمشقی نے بتایا اس نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا اس نے کہا ہمیں اس کے بارے میں عقل بن زیاد نے بتایا اور یہ ایسی سند ہے جس کے رواۃ لسفہ ہیں اور اگر یہ مرسل حدیث نہ ہوتی تو میں اس کے صحیح ہونے کا حکم لگا دیتا اور ان لوگوں کیلئے تو ضروری ہے جو مرسل کی صحت کے قائل ہیں کہ وہ اس پر عمل کریں جیسا کہ احناف ہیں۔

اور اس لئے میں کہتا ہوں: کہ ہدایہ کے مؤلف کا کہنا اور امام شافعی (رحمہ اللہ) نے جو کچھ کہا ہے کہ چالیس گھریک کا پڑوس تو دور کا پڑوس ہے اور اس نے جو بیان کیا ہے اس میں ضعف ہے اس کا احناف کے قول کے ساتھ اتفاق نہیں ہے کہ مرسل حدیث حجت ہوتی ہے آپ اس پر غور و فکر کریں، اور اس حدیث کے بارے میں حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تاریخ (۱۸۹/۲) میں ذکر کیا ہے

جب کہ اس کو مرسل موصول دونوں طریق سے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسی طرح حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری (۱۰/۳۹۷) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کا یہ قول کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا صحیح ہے جب کہ یہ حدیث ابو ہریرہ سے ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے کہ ”جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا کہ جس کی تباہیوں سے اس کا بڑوسی محفوظ نہیں ہے“

(صحیح بخاری فی الادب المفرد، ص ۲۰، صحیح مسلم ۱/۳۹۱) اور یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور وہ یہ ہے۔

(۲۷۶) «حَقُّ الْجَوَارِ إِلَىٰ أَرْبَعِينَ ذَارًا وَهَلْكَذَا وَهَلْكَذَا وَهَلْكَذَا يَمِينًا وَشِمَالًا وَقَدْ أَمَّ وَخَلْفَ»

ترجمہ: ”بڑوس کا حق چالیس گھروں تک ہے اور اسی طرح اور اسی طرح اور اسی طرح دائیں جانب اور بائیں جانب اور آگے اور پیچھے“

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے ابو یعلیٰ (رحمہ اللہ) نے اس روایت کو مسند ابو یعلیٰ میں عبد السلام بن ابی الجنوب کی وساطت سے وہ ابوسلمہ کی روایت سے وہ ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں نیز ابو یعلیٰ سے اس حدیث کو اس عبد السلام (راوی) کے باعث معلول قرار دیا ہے، نیز اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے اسی طرح نصب المرایہ (۳/۳۱۳) میں مذکور ہے اور ابو حاتم نے وضاحت کی ہے کہ یہ راوی متروک الحدیث ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث میں ایک علت موجود ہے چنانچہ علامہ رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد (۱۶۸/۱۸) میں وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے اپنے استاذ محمد بن جامع العطار سے روایت کیا ہے جب کہ وہ راوی ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: ابو زرعة (رحمہ اللہ) نے وضاحت کی ہے کہ محمد بن جامع بن العطار (راوی) ضعیف ہے سچائیں ہے، یہی وجہ کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۱۸۹/۲) میں وضاحت کی کہ یہ حدیث ضعیف ہے جب کہ یہ مرسل بھی مروی ہے ملاحظہ کریں۔

(۲۷۷) «السَّائِكُنْ مِنْ أَرْبَعِينَ ذَارًا أَجَانًا»

ترجمہ: ”وہ شخص جو چالیس گھروں کی مسافت پر آباد ہے وہ اس کا بڑوسی ہے“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے اس حدیث کو امام ابو داؤد (رحمہ اللہ) نے زہری سے مرسل مرفوعاً روایت کیا ہے نیز اس میں درج ہے کہ امام زہری (رحمہ اللہ) سے دریافت کیا گیا کہ چالیس گھروں کی



وضاحت کریں؟ تو انہوں نے آگاہ کیا: کہ چالیس گھر اس کی دائیں جانب اور اس کی بائیں جانب اور اس کے پیچھے اور اس کے آگے ہوں جب کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں تو یہ روایت ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جو مسلسل حدیث کو حجت قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس کی وضاحت اس حدیث کے بیان سے پہلے گزر چکی ہے۔

جب کہ پڑوسی کے حقوق کے بارے میں کیا حد ہے اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے ان کا تذکرہ فتح البناری (۳۶۷/۱۰) میں کیا ہے اور وہ سب احادیث جن میں چالیس کی تحدید ہے وہ ضعیف ہیں صحیح نہیں ہیں چنانچہ واضح بات یہ ہے کہ صحیح تحدید تو عرف عام کے لحاظ سے ہے واللہ اعلم۔

(۲۷۸) «الْعِلْمُ خَزَائِنٌ وَمِفْتَاحُهَا السُّؤَالُ، فَاسْأَلُوا يَرْحَمَكُمُ اللَّهُ، فَإِنَّهُ يُؤَجِّرُ فِيهِ أَرْبَعَةَ: السَّائِلُ، وَالْمُعَلِّمُ، وَالْمُسْتَمِعُ، وَالْمُجِيبُ لَهُمْ»

ترجمہ: ”علم کے مختلف خزانے ہیں ان خزانوں کی چابی یہ ہے کہ علم کے بارے میں دریافت کیا جائے اور کوشاں رہا جائے پس تم علم کے بارے میں دریافت کرتے رہو اللہ تم پر رحم فرمائے ظاہر ہے کہ علم کے لئے کوشاں رہنے میں چار اشخاص اجر و ثواب سے ہم کنار ہوتے ہیں ایک دریافت کرنے والا دوسرا وہ شخص جو تعلیم دیتا ہے اور تیسرا وہ شخص ہے جو علم کی باتوں کو سن رہا ہے جب کہ چوتھا شخص وہ ہے جو ان کو قبول کرتا ہے“

تحقیق: حدیث من گھڑت ہے چنانچہ اس حدیث کو ابو نعیم (رحمہ اللہ) نے (۱۹۲/۲) میں اور ابو عثمان البجیرمی نے الفوائد (۱/۲۳) میں داؤد بن سلیمان القزاز کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں علی بن موسیٰ نے آگاہ کیا کہ اس نے بتایا کہ مجھے میرے باپ نے اپنے باپ جعفر سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے باپ محمد بن علی سے اس نے اپنے باپ علی بن حسین سے اس نے اپنے باپ علی بن ابی طالب سے سرفروغ روایت کیا اور ابو نعیم نے کہا ہے یہ حدیث غریب ہے ہم نے اس حدیث کو صرف اسی اسناد کے ساتھ حاصل کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ اسناد داؤد بن سلیمان کے باعث موضوع ہے جو جرجانی اور غازی ہے۔

علامہ ذہبی (رحمہ اللہ) وضاحت کرتے ہیں کہ یحییٰ بن معین (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے جب کہ ابو حاتم کو اس کے بارے میں کچھ معرفت حاصل نہیں ہے بہر حال یہ شیخ کذاب ہے اس کے

ہاں موضوع احادیث کا ایک نسخہ ہے جس کو وہ علی بن موسیٰ الرضی سے بیان کرتے ہیں بعد ازاں اس نے اس کی احادیث کا ذکر کیا ہے یہ حدیث بھی ان ہی سے ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں اسی کا اقرار کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے اور اس کے شارح مناوی (رحمہ اللہ) نے تعاقب کیا ہے جس کو ہم نے علامہ ذہبی، علامہ عسقلانی (رحمہما اللہ) سے نقل کیا ہے، ہاں! اس کو علامہ شیردی نے العوالی (۱/۲۱۳) میں عبداللہ بن احمد بن عامر الطائی کے طریق سے اس نے ذکر کیا کہ مجھے میرے باپ نے بتایا کہ علی بن موسیٰ الرضی نے بتایا جب کہ اس عبد اللہ (راوی) کی کیفیت جرجانی جیسی ہے، امام ذہبی (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنے باپ سے اس نے علی الرضی سے اس نے اپنے باپ دادوں سے اس من گھڑت باطل مجموعہ کو روایت کیا ہے جب کہ یہ مجموعہ اس کا وضع کردہ ہے یا اس کے باپ کا وضع کردہ ہے۔

(۲۷۹) «نَبِيٌّ ضَيْعَةٌ قَوْمُهُ يَعْنِي سَطِينًا»

ترجمہ: ”ایک پیغمبر کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا (اس سے مقصود ساطیح نامی شخص ہے)

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں اس حدیث کا اسلام کی متعارف کتابوں میں تذکرہ نہیں ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اسی طرح اس کا ذکر البدایہ والنہایہ (۲۷۱/۲) میں کیا ہے کچھ احادیث کے بعد اس حدیث کے مفہوم کی معارض حدیث کا ذکر آ رہا ہے۔

(۲۸۰) «أَوْحَى اللَّهُ إِلَى عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ يَا عِيسَى آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَأْمُرْ مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أُمَّتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ، فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ، وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ، وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبْتُ لَكُنْتُ عَلَيْهِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَسَكَنَ»

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی کی اے عیسیٰ علیہ السلام تو نے محمد ﷺ پر ایمان لانا ہوگا اور اپنی امت میں سے جن کو تو پائے ان کو حکم دینا کہ وہ اس پر ایمان لائیں، حقیقت یہ ہے کہ اگر محمد نہ ہوتا تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں جنت دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو عرش پر اضطرابی کیفیت طاری ہوگئی تو میں نے اس پر تحریر کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو وہ رک گیا“

تحقیق: اس حدیث کا مرفوع ہونے کے لحاظ سے ہرگز کچھ اصل نہیں ہے البتہ امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس کو المستدرک (۶۱۵-۶۱۳/۲) میں عمرو بن اوس انصاری کے طریق سے اس نے کہا ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے بتایا اس نے قتادہ سے اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ابن عباس نے اس کو مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ میں اس حدیث کے بارے میں خیال رکھتا ہوں کہ یہ حدیث سعید نامی شخص کے باعث موضوع ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ سعید سے مقصود سعید بن ابی عروبہ ہے اور اس حدیث کے بارے میں جو شخص تہمت زدہ ہے وہ عمرو بن اوس انصاری ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے السميزان میں اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ مجہول الحال ہے اور اس نے ایک منکر حدیث کو بیان کیا ہے، بعد ازاں اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میں اس کو موضوع خیال کرتا ہوں جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں اس کی موافقت کی ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۲۸۱) «ذَآكَ نَبِيٌّ ضَيْعَةٌ قَوْمُهُ، يَعْنِي خَالِدَ بْنَ سِنَانٍ»

ترجمہ: ”یہ ایسا پیغمبر ہے جس کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا مقصود خالد بن سنان ہے“

تحقیق: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، امام حاکم (رحمہ اللہ) (۵۹۸-۵۹۹) نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اسی طرح ابو یعلیٰ نے المعلیٰ بن مہدی کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں ابو عوانہ نے بتایا اس نے ابو یونس سے سنا کہ بن حرب نے بتایا کہ خالد بن ولید سے دریافت کیا گیا کہ اسناد میں نبی ﷺ کا تذکرہ ہے تو اس نے آپ کا تذکرہ کیا جب کہ اسناد ضعیف ہے اور مرسل ہے اور المعلیٰ بن مہدی (راوی) کو امام ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے ضعیف قرار دیا ہے مزید آگاہ کیا کہ وہ کبھی کبھی منکر روایات لاتا ہے اور یحییٰ (رحمہ اللہ) نے (۲۱۳/۸) میں آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث بھی منکر احادیث سے ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے (۱۱۵۳/۳) میں اور اسی طرح البزار اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲۱۷۷) میں اور ابو نعیم نے اخبار اصبهان (۱۸۷/۲) میں قیس بن الربیع کے طریق سے اس نے سالم انطس سے اس نے سعید بن جبیر سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا ہے امام بزار (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ہے کہ ہم صرف اس طریق سے اس کو مرفوع باور کرتے

ہیں اور قیس بن ربیع راوی بذاتہ ثقہ راوی ہے البتہ اس کا حافظہ ردی تھا جب کہ اس کا ایک بیٹا ایسا تھا جو اس کی احادیث ایسی احادیث میں داخل کر دیتا تھا جو اس سے نہ تھیں اس نے کہا ہے اس حدیث کو ثوری نے سالم افسس سے اس نے سعید بن جبیر سے مرسل روایت کیا ہے علامہ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر البدایۃ والنہایۃ (۲/۲۱۱) میں کیا ہے۔

(۲۸۲) «لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ»

ترجمہ: ”اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ امام الصغانی (رحمہ اللہ) نے احادیث موضوعہ میں ذکر کیا ہے شیخ القاری کا قول (۶۷-۶۸) جس کا مفہوم صحیح ہے جب کہ الدیلمی نے ابن عباس سے مرفوع روایت کی ہے کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے کہا اے محمد! اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا، نیز ابن عساکر (رحمہ اللہ) کی روایت میں ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

پس میں کہتا ہوں اس کے معنی کی صحت پر یقین کرنا مناسب نہیں ہے البتہ اس چیز کے ثابت ہونے کے بعد جس کو اس نے دیلمی (رحمہ اللہ) سے نقل کیا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہے جس نے اس کے بیان کی جانب جھکاؤ کیا ہو اور مجھے اگرچہ اس کی سند پر اطلاع حاصل نہیں ہو سکی ہے تاہم میں اس کے ضعیف ہونے کے بارے میں متردد نہیں ہوں اور ہمیں اس کی تدلیس میں یہ بات کافی ہے کہ اس کے بیان کرنے میں دیلمی متفرد ہے البتہ حافظ ابن عساکر (رحمہ اللہ) کی روایت جس کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے بھی ایک طویل حدیث میں ذکر کیا ہے وہ سلمان سے مرفوع بیان کرتا ہے اور اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے السلاسی (۱۱) میں اس کو برقرار رکھا ہے بعد ازاں میں نے اس کو انس کی حدیث میں پایا ہے اور مستقبل قریب میں ہم اس پر کلام کریں گے۔

(۲۸۳) «إِذْمُوا، فَإِنَّ أَيْمَانَ الرُّمَاءِ لَغَوٌّ، لَا حِنْثَ فِيهَا وَلَا كُفَّارَةَ»

ترجمہ: ”تیر اندازی کرو بلاشبہ تیر اندازوں کی قسمیں لغو ہیں نہ قسم ٹوٹی ہے اور نہ کفارہ ہے“  
تحقیق: حدیث باطل ہے اس کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے المعجم الصغیر (ص ۲۳۷) پر ذکر کیا ہے

اسناد ملاحظہ فرمائیں ہمیں یوسف بن یعقوب بن عبدالعزیز الشافعی نے حدیث بیان کی اس نے کہا مجھے میرے باپ نے حدیث سنائی اس نے کہا مجھے سفیان بن عیینہ نے بہز بن حکیم سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ چند لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیر اندازی کر رہے تھے اور وہ قسمیں اٹھا رہے تھے کہ اللہ کی قسم! تو نے نشانے سے خطا کی ہے تو نے اللہ کی قسم! درست نشانے پر تیر لگایا ہے جب انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو وہ رک گئے علامہ طبرانی نے بیان کیا ہے اس حدیث کی سند میں یوسف بن یعقوب (راوی) اپنے باپ سے روایت کرنے میں متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس کے سبھی رواۃ یوسف بن یعقوب اور اس کے باپ کے سوا ثقہ ہیں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے یوسف کے حالات کے بارے میں لسان المیزان میں تحریر کیا ہے میں اس کی حالت نہیں جانتا ہوں اس نے باطل حدیث کو ایسی اسناد کے ساتھ پیش کیا ہے جس میں کچھ حرج نہیں ہے جب کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے کتاب الرمی میں ذکر کیا ہے ہمیں یوسف بن یعقوب نے مصر میں حدیث بیان کی، میں کہتا ہوں: اس نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یوسف یا اس کے باپ پر اس کو محمول کرنا چاہئے ابن عیینہ نے ہرگز اس حدیث کو بیان نہیں کیا پس میں یوسف بن یعقوب کے بارے میں خیال نہیں کرتا ہوں کہ اس میں عدل و انصاف تھا اس سے جعفر بن ابراہیم نے روایت کیا ہے اور اس سے صدقہ بن مہیرہ موصلی نے روایت کیا ہے خطیب بغدادی (رحمہ اللہ) نے یوسف کو مجہول راوی قرار دیا ہے۔

(۲۸۴) «يَا مَعَاذَ اِنِّي مُرْسِلُكَ اِلَى قَوْمِ اَهْلِ كِتَابٍ فَاِذَا سُبِلَتْ عَنِ الْمَجْرَةِ اَلَّتِي فِي السَّمَاءِ فَقُلْ: هِيَ لَعَابُ حَيَّةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ»

ترجمہ: ”اے معاذ! میں تجھے اہل کتاب سے کچھ لوگوں کی جانب بھیجنے والا ہوں تو جب تجھ سے آسمان پر کہکشاں کے بارے میں دریافت کیا جائے تو تو نے بتانا ہوگا کہ یہ تو عرش کے نیچے ایک سانپ کا لعاب ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۱۸۶۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ امام عقیلی اور امام ابن عدی (رحمہما اللہ) نے (۱/۲۶۳) میں فضل بن عمار کے طریق سے وہ محمد بن مسلم الطاکھی سے وہ ابن نجیح سے وہ مجاہد سے وہ جابر بن عبداللہ (رحمہ اللہ) سے مرفوع بیان کرتے ہیں کہ اس

حدیث کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ حدیث میں فضل (راوی) منکر الحدیث ہے جب کہ علامہ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے البدایہ والنہایہ (۳۹۱/۱) میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث شدید قسم کی منسکر ہے بلکہ موضوع قرار دیئے جانے کے زیادہ مشابہ ہے مزید اس کا راوی فضل بن مختار اصل میں ابوہل بصری ہے جس کے بارے میں امام ابو حاتم الرازی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے اس نے باطل احادیث کو ذکر کیا ہے جب کہ حافظ ابوالفتح اردوی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ہے کہ یہ راوی تو انتہائی درجہ کا منکر الحدیث ہے اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ اس کی ذکر کردہ احادیث کی متابعت متن اور اسناد کے لحاظ سے نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی احادیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ احادیث تو باطل احادیث اور عجائبات کا مجموعہ ہیں مزید برآں اس کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے دوسرے طریق سے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل مرفوع بیان کیا ہے اس حدیث کو امام عقیلی (رحمہ اللہ) نے عبدالاعلیٰ بن حکیم کے حالات (ص ۲۵۳) میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے اور عبدالاعلیٰ (راوی) نقل کے لحاظ سے مجہول ہے اور اس کی سند میں ابوبکر بن ابی ہریرہ متروک راوی ہے اور سلیمان بن داؤد الشاذکونی ایسا راوی ہے جو تہمت زدہ ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو عبدالاعلیٰ کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد اندھیرے والی ہے اور متن بھی صحیح نہیں ہے۔

(۲۸۵) «لَيْسَ لِيَوْمٍ فَضْلٌ عَلَى يَوْمٍ فِي الصِّيَامِ إِلَّا شَهْرَ رَمَضَانَ وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ»  
ترجمہ: ”روزوں میں کسی دن کو دوسرے دنوں پر فضیلت نہیں ہے البتہ رمضان المبارک کے مہینہ اور عاشوراء کے دن کو فضیلت حاصل ہے“

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۲/۲۱۵/۳) میں ذکر کیا ہے مزید برآں امام طحاوی (رحمہ اللہ) نے معانی الآثار (۳۳۷/۱) میں اور ابوہل الجوالیقی نے ابن الضریس کی احادیث (۲/۱۸۹) میں اور اس کے طریق سے ابوطیح مصری نے الامالی (۱/۹۰) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے بھی (۱/۲۵۰) میں اور خطیب (رحمہ اللہ) نے الامالی (۲/۶۱۳) میں دمشق کی مسجد میں عبد الجبار بن اللورد کے طریق سے اس نے ابن ابی ملیکہ سے اس نے عبید اللہ بن ابی یزید سے اس نے ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں جیسا کہ امام منذری (رحمہ اللہ) نے الترغیب (۷۸/۲) میں کہا ہے اور پیشی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۱۸۶/۳) میں البتہ عبد الجبار بن الورد کے حافظہ میں ضعف ہے جیسا کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اپنے قول میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے کہ وہ بعض احادیث میں مخالفت کرتا ہے اور ابن حبان (رحمہ اللہ) نے کہا ہے وہ خطا کار بھی ہے اور اس میں وہم بھی ہے، جب کہ مجھے ہرگز شک نہیں ہے کہ اس نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دو طرح سے خطا کی ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس نے اس کی اسناد میں اضطراب اختیار کیا ہے کبھی اس نے عن ابن ابی مہلیکہ کہا ہے جیسا کہ اس روایت میں ہے جب کہ کبھی اس نے عن عمرو بن دینار کہا ہے اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کا حافظہ صحیح نہیں ہے۔ جب کہ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے متن میں اختلاف کیا گیا ہے کچھ لوگوں نے اس کو ثقہ راویوں سے انہوں نے عبید اللہ بن ابی یزید سے اس نے ابن عباس سے بیان کیا اس نے بتایا کہ میں نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا ہے کہ آپ روزہ رکھتے ہیں کسی دن کا کہ اس کو دوسرے دن پر فضیلت عطا کرتے ہوں سوائے عاشوراء کے دن کے اور سوائے رمضان کے مہینہ کے اس حدیث کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے (۲۰۱-۲۰۰/۳) اور امام مسلم (رحمہ اللہ) نے (۱۵۱-۱۵۰/۳) اور احمد (رحمہ اللہ) نے (۱۹۳۸، ۲۸۵۶، ۳۴۷۵) اور طحاوی طبرانی اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے (۲۸۶/۳) نے چند طرق سے روایت کیا ہے اور امام احمد کے نزدیک اس کی اسناد میں سے ایک اسناد ثلاثی ہے۔

پس یہ اصل حدیث ہے حالانکہ جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں یہ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اس کے الفاظ ہیں اس پر بنیاد ہے جس پر نبی ﷺ کے روزے تھے تو یہ عبد الجبار (راوی) آیا تو اس نے اس کو مرفوع حدیث بنا دیا کہ یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے جب کہ ان دونوں روایات میں کس قدر اختلاف ہے بلاشبہ یہ حدیث جو ضعیف ہے دوسری احادیث کے معارض ہے جن میں وضاحت ہے کہ بعض دوسرے دنوں کے روزے عاشوراء کے دن کے روزے کے علاوہ کو دیگر دنوں پر فضیلت حاصل ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ سال گذشتہ اور آئندہ سال کے روزوں کا کفارہ ہوتا ہے اس حدیث کو امام مسلم (رحمہ اللہ) نے (۱۶۸/۳) میں اور اس کے علاوہ دیگر محدثین نے ابو قتادہ سے روایت کیا ہے اس کے ہوتے ہوئے کیسے درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ بات کہیں جس کو آپ سے

عبدالجمہار نے روایت کیا ہے جو صحیح روایت ابن عباس سے مروی ہے اس میں تعارض کا اثبات ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ عاشوراء کے علاوہ کے دن کی فضیلت کی نفی کرتے ہیں جب کہ ابن عباس کے علاوہ ابوقادہ جیسے لوگ اثبات کے قائل ہیں۔

جب کہ یہ معاملہ آسان ہے اصول میں اس حقیقت کا اثبات ہے کہ جو شخص کسی حکم کو ثابت کر رہا ہے اس کو اس پر مقدم رکھا جائے گا جو اس کی نفی کر رہا ہے حقیقت میں واضح اشکال یہ ہے کہ فعل کی نفی کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کی جائے حالانکہ وضاحت موجود ہے جو آپ سے صحیح ہے کہ اس بات کا اثبات کیا جائے جس کی آپ کی جانب نفی کی نسبت ہے چنانچہ گزشتہ بحث سے یہ حقیقت عیاں ہو رہی ہے کہ ہرگز اشکال موجود نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نفی کی نسبت کرنا بعض راویوں کا وہم ہے، والحمد لله على توفيقه۔

(۲۸۶) «قَدْ أَنَىٰ آدَمُ عليه السلام هَذَا الْبَيْتَ أَلْفَ أُنْيَةٍ مِنَ الْهَيْدِ عَلَىٰ رِجْلَيْهِ لَمْ يَرْكَبْ فِيهِنَّ، مِنْ ذَلِكَ ثَلَاثُمِائَةِ حَجَّةٍ وَسَبْعُمِائَةِ عُمْرَةٍ، وَأَوَّلُ حَجَّةٍ حَجَّهَا آدَمُ عليه السلام وَهُوَ أَقْبَ بَعْرَفَاتٍ أَنَاهُ جَبْرِيْلُ عليه السلام فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا آدَمُ! بَرَّ اللَّهُ نُسُكَكَ، أَمَا إِنَّا قَدْ طَفْنَا هَذَا الْبَيْتَ قَبْلَ أَنْ تَخْلُقَ بِخَمْسَةِ آلَافِ سَنَةٍ»

ترجمہ: ”بلاشبہ آدم عليه السلام اس بیت اللہ میں ہزار بار ہندوستان سے اس بیت اللہ کی زیارت کے لئے ہزار بار آئے پیادہ روانہ ہوئے آپ کسی سواری پر سوار نہ ہوئے ان میں تین سو حج کئے اور سات سو عمرے کئے اور پہلا حج جو آدم عليه السلام نے کیا جب وہ عرفات کے میدان میں وقوف کئے ہوئے تھے تو ان کے پاس جبریل عليه السلام آئے اس نے کہا کہ اے آدم! تجھ پر سلام ہو اللہ تیرے حج کو قبول فرمائے خبردار بلاشبہ ہم نے آپ کی تخلیق سے پانچ ہزار سال پہلے اس بیت اللہ کا طواف کیا تھا“

تحقیق: یہ حدیث انتہا درجہ کی ضعیف ہے اس حدیث کو ابن بشران نے الامالی (۱/۱۶۱-۲/۱۶۰) میں عباس بن فضل النزاری سے اس نے قاسم بن عبدالرحمن سے اس نے ابوجعفر سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابو حازم سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں یہ اسناد انتہاء درجہ کی ضعیف ہے عباس بن فضل النزاری متروک راوی ہے اور ابوزر عہد رضی اللہ عنہ نے اس کو منہم



قراردیا ہے جیسا کہ التقریب میں ہے اور قاسم بن عبد الرحمن راوی اسی کو انصاری بھی کہا جاتا ہے ابن معین نے اس کو لاشیٰ قرار دیا ہے کہ اس کی کچھ حیثیت نہیں ہے جب کہ ابو زرعة (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ضعیف احادیث والا ہے اس کی احادیث میں اضطراب ہے، چنانچہ ہمیں اس سے انصاری نے بیان کیا یعنی محمد بن عبد اللہ نے وہ باطل احادیث بیان کی ہیں ان میں ایک آدم کی وفات ہے اور دوسری ابو حازم سے ہے، چنانچہ الجرح والتعدیل (۱۱۳/۲/۳) میں اسی طرح ہے، میں کہتا ہوں: شاید باطل حدیث جو ابو حازم سے ہے وہ یہی حدیث ہے واللہ اعلم۔

(۲۸۷) «مَا تَرَكَ الْقَاتِلُ عَلَى الْمَقْتُولِ مِنْ ذَنْبٍ»

ترجمہ: ”قتل کرنے والا شخص اس آدمی پر کوئی گناہ نہیں چھوڑتا جس کو اس نے قتل کیا“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، حدیث کی کتابوں میں یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ بلکہ حسن اور ضعیف سند کے ساتھ بھی نہیں ہے البتہ قیامت کے دن بعض لوگوں کے ساتھ ایسا اتفاق ہوگا کہ مقتول شخص قاتل سے مطالبہ کرے گا تو اس مطالبہ کی روشنی میں قاتل شخص کی کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی تو پھر مقتول شخص کی برائیوں کو قاتل شخص کے نامہ اعمال میں داخل کر دیا جائے گا جب کہ سبھی حقوق کے بارے میں صحیح حدیث میں اسی طرح ذکر ہے جب کہ قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے البدایة والنہایة لابن کثیر (۹۳/۱-۹۴) میں اسی طرح وارد ہے

(۲۸۸) «كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرَضِهَا وَطَوْلِهَا»

ترجمہ: ”آپ ﷺ اپنی داڑھی کو چوڑائی اور لمبائی کی جانب پکڑتے تھے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے اس کو امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے (۱۱/۳) میں اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (ص ۲۸۸) میں اور ابن عدی نے (۲/۲۳۳) میں اور ابوالشیخ نے اخلاق النبی ﷺ (۳۰۶) میں عمر بن ہارون عینی کے طریق سے اس نے اسامہ بن زید سے اس نے عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے مرفوع بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام بخاری محمد بن اسماعیل (رحمہ اللہ) سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ عمرو بن ہارون (راوی) مسقازب الحدیث ہے یعنی اس کو قبول کیا جائیگا مجھے اس کی کسی

حدیث کا علم نہیں ہے کہ اس کا اصل نہ ہو یا اس نے کہا کہ وہ اس حدیث کے علاوہ میں متفرد ہے۔  
 میں کہتا ہوں: اس کے حالات میں امام عقیلی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ وہ معروف نہیں ہے مگر اس  
 حدیث کے ساتھ جب کہ اس نے نبی ﷺ سے مضبوط اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا  
 کہ ”داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کا استیصال کرو“ جب کہ یہ روایت نہایت مناسب ہے اور عمرو بن  
 ہارون کے بارے میں ابن معین (رحمہ اللہ) نے المیزان میں کہا ہے کہ وہ زبردست جھوٹا تھا اور غبیث تھا  
 اور صالح جزرہ نے بھی اس کو کذاب کہا ہے بعد ازاں اس کی اس حدیث کو بیان کیا جب کہ ابن عدی ان  
 (رحمہ اللہ) نے اس کے بعد کہا ہے اور اس روایت کو اسامہ سے عمرو بن ہارون کے علاوہ نے بھی روایت  
 کی ہے اس پر غور کیا جائے بلاشبہ وہ اس کے مخالف ہے جو بات امام بخاری اور امام عقیلی (رحمہما اللہ) نے  
 کہی ہے کہ عمر اس میں متفرد ہے۔

(۲۸۹) «مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا»

ترجمہ: ”جس شخص نے روزانہ رات کے لمحہ میں سورۃ الواقعة پڑھی وہ کبھی فقر و فاقہ سے  
 دوچار نہ ہوگا“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ (رحمہ اللہ) نے اپنی مسند میں (ص  
 ۱۷۸، اپنی زوائد سے) اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ (نمبر ۶۷۳) میں اور ابن لال نے اپنی  
 حدیث (۱/۱۱۶) میں اور ابن بشران نے الامالی (ج ۱/۳۸۸/۲۰) میں اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے شعب  
 الایمان میں اور ان کے سوانے ابوشجاع کے طریق سے اس نے ابوطیبہ سے اس نے ابن مسعود رضی اللہ  
 عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ اس سند میں ضعف ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے آگاہ کیا ہے ابوشجاع (راوی)  
 نامعلوم ہے وہ ابوطیبہ سے اور ابوطیبہ کون ہے کچھ معلوم نہیں وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مرفوع  
 بیان کرتے ہیں جب کہ اس نے اس کلام میں اشارہ کیا ہے کہ ابوطیبہ (راوی) منکر ہے اور اس کے  
 حالات میں صبراحت موجود ہے کہ وہ مجہول ہے۔

مزید برآں حدیث کی سند میں تین وجوہ سے اضطراب ہے جن کو حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ)  
 نے اللسان میں ابوشجاع کے حالات میں اس کا ذکر کیا ہے جو شخص معلوم کرنا چاہتا ہے وہ اس کی جانب  
 مراجعت کرے اور علامہ مناوی (رحمہ اللہ) کی فیض القدیر میں ہے اور امام زیلعی نے جماعت کی

اتباع کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ وہ چند وجوہ سے مجہول ہے۔

اولاً: اسناد میں انقطاع ہے جیسا کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔

ثانیاً: اس کا متن منکر ہے جیسا کہ امام احمد (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے۔

ثالثاً: اس کے راویوں میں ضعف ہے جیسا کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے وضاحت کی ہے۔

رابعاً: اس میں اضطراب ہے جب کہ امام احمد ابو حاتم اور اس کے بیٹے اور دارقطنی اور بیہقی (رحمہم اللہ) وغیرہ نے اس کے ضعف پر اجماع نقل کیا ہے۔

(۲۹۰) «مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ كُلَّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا وَمَنْ قَرَأَ كُلَّ لَيْلَةٍ لَا أَقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهُ فِي صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ»

ترجمہ: ”جو شخص روزانہ رات کے لمحات میں سورت واقعہ کی قرأت کرتا ہے وہ فقر و فاقہ سے دوچار نہ ہوگا اور جو شخص ہر رات کے لمحات میں (لا اقسام بیوم القیامۃ) سورت کی قرأت کرتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا جب کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کے برابر روشن ہوگا“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو دیلمی نے احمد بن عمر یحییٰ کے طریق سے اس کی اسناد کے ساتھ ابن عباس تک مرفوع بیان کیا ہے علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے الاحادیث الموضوعۃ (۱۷۷) میں اس کا ذکر کیا ہے اور امام احمد (رحمہ اللہ) نے اس کے راوی یحییٰ کو کذاب قرار دیا ہے

(۲۹۱) «مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ وَتَعَلَّمَهَا لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْعَافِلِينَ وَلَمْ يَفْتَقِرْ هُوَ وَأَهْلُ بَيْتِهِ»

ترجمہ: ”جس شخص نے سورۃ الواقعہ کی قرأت کی اور اس کے معلومات کو معلوم کیا اس کو عافیل لوگوں کے زمرہ میں تحریر نہیں کیا جاتا ہے اور وہ اور اس کے خاندان کے لوگ فقر و فاقہ سے دوچار نہیں ہوتے ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ (۲۷۷) میں ابوالشیخ کی روایت سے ذکر کیا ہے سند کے ساتھ عبد القدوس بن حبیب سے وہ حسن سے وہ اس سے مرفوع بیان کرتے ہیں جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے وضاحت کی ہے کہ اس کی سند میں عبد

القدوس بن حبیب (راوی) متروک ہے، میں کہتا ہوں: عبدالرزاق نے وضاحت کی ہے کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک (رحمہ اللہ) کو نہیں معلوم کیا ہے کہ وہ کھلے انداز میں کس راوی کو کذاب کہتے ہوں جب کہ عبد القدوس کے بارے میں کھلے الفاظ میں آگاہ کیا ہے مزید برآں ابن حبان (رحمہ اللہ) نے صراحت کی ہے کہ وہ خود احادیث کو وضع کرنا تھا۔

(۲۹۲) «أَمَا ظَلَمَةُ اللَّيْلِ وَضُوءُ النَّهَارِ فَإِنَّ الشَّمْسَ إِذَا سَقَطَتْ تَحْتَ الْأَرْضِ فَأَظْلَمَ اللَّيْلُ لِذَلِكَ، وَإِذَا أَضَاءَ الصُّبْحُ ابْتَدَرَ هَا سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ وَهِيَ تَقَاعِيسُ كَرَاهِيَةٍ أَنْ تُعْبَدَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَتَّى تَطْلُعَ فَيُضِيءُ فَيَطُولُ النَّهَارُ يَطُولُ مَكْنِيهَا فَيَسْخَنُ الْمَاءُ لِذَلِكَ وَإِذَا كَانَ الصَّيْفُ قَلَّ مَكْنِيهَا فَبَرَدَ الْمَاءُ لِذَلِكَ وَأَمَّا الْجَرَادُ فَإِنَّهُ نَفْرَةٌ حُوتٍ فِي الْبَحْرِ يُقَالُ لَهُ: الْأَبْوَاتُ، وَفِيهِ يَهْلِكُ، وَأَمَّا مَنَشَأُ السَّحَابِ فَإِنَّهُ يَنشَأُ مِنْ قِبَلِ الْخَافِقِينَ، وَمِنْ بَيْنِ الْخَافِقِينَ تَلْجُمُهُ الصَّبَا وَالْجُنُوبُ وَيَسْتَدِيرُهُ الشَّمَالُ وَالذُّبُورُ، وَأَمَّا الرُّغْدُ فَإِنَّهُ مَلَكٌ بِيَدِهِ مِخْرَاقٌ يُذْنِبِي الْقَاصِيَةَ وَيُوَخِّرُ النَّائِيَةَ (كَذَا) فَبِإِذَا رَفَعَ بَرَقَتْ، وَإِذَا جَرَّ رَعَدَتْ، وَإِذَا ضَرَبَ صَعِقَتْ، وَأَمَّا مَا لِلرُّجُلِ مِنَ الْمَرَاةِ وَمَا لِلْمَرَاةِ مِنَ الرَّجُلِ، فَإِنَّ لِلرُّجُلِ الْعِظَامَ وَالْعُرُوقَ وَالْعَضْبَ، وَلِلْمَرَاةِ اللَّحْمَ وَالْدَّمَ وَالشُّعْرَ، وَأَمَّا الْبَلْدَةُ الْأَمِينُ فَمَكَّةُ»

ترجمہ: ”لیکن رات کا اندھیرا اور دن کی روشنی تو حقیقت یہ ہے کہ سورج جب زمین کے نیچے چلا جاتا ہے تو اس وجہ سے رات کو اندھیرا چھا جاتا ہے اور جب صبح روشن ہوتی ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کی جانب جلدی کرتے ہیں اور وہ خود کو پیچھے کی جانب لے جاتی ہے اس کو ناپسند ہے کہ اللہ کے علاوہ اس کی عبادت کی جائے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا ہے اس کے لمبا عرصہ ہونے کے باعث پانی گرم ہو جاتا ہے اور جب موسم گرما ہوتا ہے تو اس کا ٹھنڈا ہونا ہو جاتا ہے تو اس وجہ سے پانی ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور مکڑی دراصل سمندر کے اندر مچھلی کے چھینک مارنے سے ظہور پذیر ہوتی ہے اس کو (ابوات) کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور اسی میں ہلاک ہوتی ہے البتہ بادلوں کا ظہور پذیر ہونا تو اس کا ظہور پذیر ہونا مشرق

مغرب کی جانب سے ہوتا ہے جب کہ مشرق مغرب کے درمیان سے اس میں مشرق اور جنوب کی ہوا داخل ہوتی ہے اور پیچھے کی جانب سے شمالی اور جنوبی ہوا داخل ہوتی ہے جب کہ گرج تو دراصل ایک فرشتہ ہے اس کے ہاتھ میں ایک کوڑا ہے جس سے وہ دور والی چیزوں کو قریب کرتا ہے اور قریب کو پیچھے کرتا ہے تو جب وہ اونچا ہوتا ہے تو چمکتا ہے اور جب ڈانٹ پلاتا ہے تو گرج کی آواز آتی ہے اور جب وہ مارتا ہے تو گرج کی آواز نمودار ہوتی ہے اور لیکن مرد کے لئے عورت سے کیا ہے اور عورت کے لئے مرد سے کیا ہے تو مرد کی جانب سے ہڈیاں، رگیں پٹھے بنتے ہیں اور عورت کے باعث گوشت، خون اور بال ظہور پذیر ہوتے ہیں اور البتہ امن والا شہر تو وہ مکہ مکرمہ ہے“

تحقیق: حدیث باطل ہے علامہ بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کو الزوائد (۱۳۳/۸) میں ذکر کیا ہے جابر بن عبد اللہ بن خزیمہ بن ثابت کی حدیث سے (اس سے انصاری ثابت مقصود نہیں ہے) اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے دن کی روشنی اور رات کے اندھیرے کے بارے میں خبر دیں نیز موسم سرما میں پانی گرم کیوں ہوتا ہے اور موسم گرما میں ٹھنڈا کیوں ہوتا ہے اور امن والا شہر کون ہے اور بادلوں کا نمودار ہونا کیسے ہے اور ککری کا ٹکلتا کیسے ہے اور گرج اور چمک سے کیا مقصود ہے اور بچے سے مراد کے لئے کیا ہے اور عورت کے لئے کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس نے اس کا ذکر کیا۔

علامہ بیہقی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط میں ذکر کیا ہے اس کی سند میں یوسف بن یعقوب ابو عمران ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اس کے احوال میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کے ضعف کو کسی سے نقل نہیں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی روایت اس حدیث کی طرح اس کے ضعیف قرار دیئے جانے میں کافی ہے چنانچہ امام ذہبی نے اس کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اور اس کا راوی مجہول ہے اور اس کا نام محمد عبدالرحمن سلمی ہے نیز حافظ (رحمہ اللہ) نے لسان المعیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۲۹۳) ((وَتَحْمَلُ بِالسُّنْمِ بِسَعَةِ أَمْلَاقِ بِرْمُونَهَا بِالْفَلْجِ كُلِّ يَوْمٍ، لَوْلَا ذَلِكَ مَا آتَتْ عَلَى شَيْءٍ إِلَّا أَخْرَقْتَهُ))

ترجمہ: ”سورج کے ساتھ نو فرشتے مقرر ہیں وہ اس کی جانب روزانہ برف پھیلتے ہیں اگر یہ

بات نہ ہوتی تو سورج جس چیز پر طلوع ہوتا تو اس کو جلا دیتا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۲۳۰) میں اور ابو حفص کنانی نے الامالی (۲/۹۱) میں اور حافظ ابو محمد السراج قاری (رحمہ اللہ) نے الفوائد المنتخبة (۱/۱۲۵) اور ابو عمرو السمرقندی نے الفوائد المنتقاة (۱/۷۱) اور الخطیب (رحمہ اللہ) نے الموضوع (۱/۲۹۳، ۱۶۵، ۱۱۶۶) میں عفیر بن معدان سے اس نے سلیمان بن عامر الجباری سے اس نے ابواملہ سے مرفوع بیان کیا ہے اور قاری اور ابن عدی (رحمہما اللہ) نے کہا ہے حدیث غریب ہے، میں نہیں جانتا ہوں کہ اس کو عفیر بن معدان کے سوانے ذکر کیا ہو، میں کہتا ہوں: یہ مبالغہ کی حد تک ضعیف ہے امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے (۱۳۱۸) میں ذکر کیا ہے اس کے بعد اس نے اس کی نسبت طبرانی کی جانب کی ہے اور اسی طرح امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع میں ذکر کیا ہے اور مناوی نے اس کے بعد کیا ہے کہ بیہقی (رحمہ اللہ) سے عفیر مذکور راوی کی تضعیف کو نقل کیا ہے اور صرف عفیر (راوی) پر قصور کو مسلط کرنا اس دہم کو اجاگر کرتا ہے کہ اس میں اس کے علاوہ عیب نہیں ہے جب کہ اصل صورت حال اس کے خلاف ہے پس اس سند میں مسلمۃ بن علی الخشنی (راوی) کے بارے میں المیزان میں ہے کہ وہ ضعیف ہے اس لئے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور اس کی حدیث کا انکار کیا ہے بعد ازاں اس سے مروی احادیث کا ذکر کیا ہے ان میں سے یہ حدیث بھی ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس حدیث کو مسلمۃ (راوی) کے سوانے ذکر نہیں کیا ہے اس کے بارے میں یحییٰ بن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ لاشیء ہے اور امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ اس کے بعض طرق میں مسلمہ نہیں ہے تو تعصب کا اپنا مقام ہے اور یہ حدیث اس کے ضعف کے باوجود کہ اس کی اسناد میں شدید قسم کا ضعف ہے میں یقین کے ساتھ بلا شک و شبہ یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث متعن کے لحاظ سے موضوع ہے جب کہ اس پر رسالت اور نبوت کے کلام کے اشارات نہیں ہے بلکہ یہ حدیث تو اسرائیلی روایات کے ساتھ مشابہ ہے اور اس کے موضوع ہونے کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ یہ حدیث ان مسلمہ قواعد کی مخالفت کرتی ہے جن کو علم فلکیات میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ سورج کا ان چیزوں کو نہ جلانا جو زمین کی سطح پر ہیں اور اس کا واحد سبب یہ ہے کہ سورج زمین کی سطح سے بہت ہی طویل مسافت کے ساتھ دور ہے۔

جیسا کہ فلکیات کی کتب میں اس کی مناسبت ہے اس کے ذلف الاستاذ طالب الصابونی

ہیں جو گیارہویں کلاس کے استاذ ہیں بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ اس حدیث کو عباس اہم نے حدیث (۱/۱۳۵/۱۳) رقم ۷۷ میں میرے نسخہ سے ابو امامہ سے موقوف روایت کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں ابو عتبہ نے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں بقیۃ نے بتایا اس نے کہا ہمیں ابو عابد مؤذن نے بیان کیا اس نے کہا مجھے سلیم بن عامر نے ابی امامہ سے بیان کیا اس تک موقوف ذکر کیا جب کہ اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس کا موقوف ہونا زیادہ مناسب ہے۔

(۲۹۳) «الْأَرْضُ عَلَى الْمَاءِ وَالْمَاءُ عَلَى الصَّخْرَةِ، وَالصَّخْرَةُ عَلَى ظَهْرِ حُوتٍ يَلْتَقِي حَرَفَاهُ بِالْعَرْشِ، وَالْحُوتُ عَلَى كَاهِلِ مَلَكٍ قَدَمَاهُ فِي الْهَوَاءِ»

ترجمہ: ”زمین پانی پر ہے اور پانی پتھر پر ہے اور پتھر مچھلی کی کمر پر ہے اس کے دونوں کنارے عرش کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور مچھلی فرشتے کے کندھے پر ہے جس کے دونوں قدم فضا میں ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر (۱۳۱/۸) میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوف روایت کیا ہے پھر اس نے کہا ہے اس کو بزار نے اپنے استاد عبد اللہ بن احمد یعنی ابن شہیب سے ذکر کیا ہے اور وہ ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: میں نے اس حدیث کو المیزان میں نہ لسان المیزان میں اور نہ ہی ان کے علاوہ دیگر رجال کی کتب میں پایا جاتا ہے شاید اس کے نام کی تحریف ہو گئی ہے اس شخص پر جس نے اس کو تحریر کیا ہے جب کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بھی اس سے پہلی حدیث کی طرح اسرائیلی روایات سے ہے پھر میں نے اس حدیث کا ملاحظہ کیا کہ اس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۱/۱۷۵) میں سعید بن سنان کے طریق سے اس نے ابو الزہریۃ سے اس نے ابو ثمرۃ سے یعنی کثیر بن ہرۃ سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ سعید بن سنان حمصی (راوی) اکثر اس کی روایات اور بالخصوص وہ روایات جو ابو الزہریۃ سے روایت کرتا ہے وہ محفوظ نہیں ہیں۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی انتہا درجہ کا ضعیف ہے بلکہ جوز جانی نے اس کے بارے میں وضاحت کی ہے مجھے خطرہ ہے کہ اس کی احادیث موضوع ہیں اور امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں چند احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے یہ حدیث بھی ہے، پھر میں نے ایک دوسری حدیث کا ملاحظہ کیا جس کو ابن مندہ نے التوحید (۲/۲۷) میں عبد اللہ بن سلیمان الطویل سے اس نے دراج سے اس نے عیسیٰ بن حلال الصدنی سے اس نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے کہا ہے اس کی اسناد متصل

مشہور ہے، میں کہتا ہوں: لیکن دجاج ایسا راوی ہے جو منکر روایات بیان کرتا ہے اور پہلے بھی اس کی بعض منکر روایات ذکر ہو چکی ہیں اور عبد اللہ بن سلیمان الطویل (راوی) کا حافظہ درست نہ تھا شاید اس سے غلطی ہوئی ہے یا اس کے استاذ سے ہوئی ہے کہ سند میں موقوف روایت کو مرفوع پیش کیا ہے اور اس کے موقوف ہونے پر اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ ابن مندہ (۱۵-۲-۲۱۸) نے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوف بیان کیا ہے لیکن اس میں فرشتے کا ذکر نہیں ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے پس اس سے تائید ہو رہی ہے کہ یہ حدیث اسرائیلی روایات سے ہے۔

(۲۹۵) «مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ مِائَتِي مَرَّةٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبٌ مِائَتِي سَنَةً»

ترجمہ: ”جس شخص نے قل هو اللہ احد دو سو بار پڑھا اس کے دو سو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں“

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن الضریس نے اس روایت کو فضائل القرآن (۱/۱۱۳/۳) میں اور الخطیب نے (۱۸۷/۶) میں اور ابن بشران (ج ۱۲ ق ۶۲ ج ۱) نے حسن بن ابی جعفر جعفری کے طریق سے بیان کیا اس نے کہا ہمیں ثابت البنانی نے انس بن مالک سے مرفوع روایت کیا ہے، اور یہ حدیث شدید قسم کی ضعیف ہے حسن بن جعفر جعفری (راوی) کے بارے میں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کو احمد نے اور نسائی (رحمہما اللہ) نے ضعیف قرار دیا ہے، بخاری اور الفلاس (رحمہما اللہ) نے اس کو منکر الحدیث کہا اور اس کی مصیبتوں میں سے یہ حدیث بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ یہ راوی اس حدیث کے بیان کرنے میں متفرد نہیں ہے بلکہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲۳۹/۱) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن الضریس نے فضائل القرآن میں اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے شعب الایمان میں حسن بن ابی جعفر کے طریق سے اس کا ذکر کیا ہے، نیز اس حدیث کو بزار نے اغلب بن تمیم کی سند سے وہ ثابت سے وہ انس سے بیان کرتا ہے، نیز اس نے کہا ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس حدیث کو ثابت سے سوائے حسن کے اس کو روایت کیا ہو اور اغلب بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ دونوں راوی حافظ کے لحاظ سے کمزور ہونے میں برابر ہیں اور اس حدیث کو ابن الضریس اور امام بیہقی نے صالح مزنی کے طریق سے اس نے ثابت سے اس نے انس سے بیان کیا، میں کہتا ہوں: یہ صالح (راوی) دراصل ابن بشیر الزاہد ہے، امام بخاری اور فلاس (رحمہما اللہ) نے اس کو منکر الحدیث کہا



ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ تینوں طرق شدید قسم کے ضعف کے حامل ہیں ان کے باعث حدیث کا ضعف ختم نہیں ہوتا، علاوہ ازیں اس حدیث کا معنی میرے نزدیک انتہا درجہ کا منکر ہے اس لئے کہ اس میں مبالغہ ہے اگرچہ اللہ کے فضل و کرم کی کوئی انتہا نہیں ہے، واللہ اعلم۔

(۲۹۶) «إِنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِتَارِكٍ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ صَبِيحَةَ أَوَّلِ يَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ»

ترجمہ: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو رمضان المبارک سے پہلے دن کی صبح کو چھوڑنے والا نہیں ہے یہاں تک کہ اللہ اس کی مغفرت فرمادے گا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے الخطیب (۹۱/۵) نے اس حدیث کو سلام طویل کے طریق سے زیاد بن میمون سے روایت کیا اس نے انس سے مرفوع بیان کیا، اس کی اسناد من گھڑت ہے سلام طویل (راوی) کو ایک سے زائد ائمہ نے جھوٹ اور من گھڑت روایت کے ساتھ منہم کیا ہے جب کہ اس کے استاذ زیاد بن میمون بھی خود اپنے بارے میں وضع کا اعتراف کرتے ہیں جب کہ ابن جوزی نے اسی طریق سے اس حدیث کو الموضوعات میں شامل کیا ہے نیز اس نے وضاحت کی کہ حدیث صحیح نہیں ہے سلام کو محدثین نے چھوڑ رکھا تھا جب کہ زیاد (راوی) کذاب جھوٹا انسان ہے اور علامہ سیوطی نے الآلسی (۱۰۱/۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس کا ایک طریق اور بھی ہے پھر اس نے آئندہ ذکر ہونے والی حدیث کو پیش کیا ہے جب کہ وہ بھی موضوع ہے تو گویا اس نے کوئی کام نہ کیا۔

(۲۹۷) «إِنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِتَارِكٍ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا غُفِرَ لَهُ»

ترجمہ: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن کسی کو نہیں چھوڑے گا مگر اس کو معاف کر دے گا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے علامہ طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاو مسط میں اس کی زوائد (۳۹-۴۸) سے اور ابن الاعرابی نے اپنی معجم (ص ۱۳۷) میں اور ابن بشران نے الامالی (۲۹۰/۲۳۳) میں مفضل بن فضالہ سے اس نے ابو عروۃ البصری سے اس نے زیاد ابی عمار سے جبکہ ابن الاعرابی نے زیاد بن میمون کا ذکر کیا ہے اس نے انس بن مالک سے مرفوع روایت کیا اور امام طبرانی نے وضاحت کی یہ حدیث اسی سند کے ساتھ مروی ہے جب کہ ابو عروۃ (راوی) میرے نزدیک معمر ہے اور ابو عمار زیاد نمیری ہے اس نے اسی طرح ذکر کیا ہے جب کہ دو مقامات سے یہ محل نظر میں ہے۔

اولاً: زیاد نمیری ہی عبد اللہ بصری کا بیٹا ہے میں معلوم نہیں کر سکا ہوں کہ کس نے اس کی کنیت ابوعمار ذکر کی ہے البتہ زیاد بن میمون کے خلاف کہ محدثین نے اس کی کنیت ابوعمار ذکر کی ہے جبکہ ابن معین (رحمہ اللہ) نے النمری کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے، جب کہ دوسرے مقام میں ذکر کیا ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے ان سے استفسار کیا گیا کہ کیا وہ زیاد ابوعمار ہے اس نے نفی میں جواب دیا کہ ابوعمار کی حدیث کوئی چیز نہیں اس کے ضعف کی جانب اشارہ ہے۔

چنانچہ زیاد بن عبد اللہ نمیری اور ابوعمار کے درمیان اس امام نے فرق کیا ہے کہ پہلے راوی کو معمولی درجہ کا ضعیف اور دوسرے کو شدید ضعیف قرار دیا ہے معلوم ہوا کہ وہ نمیری نہیں بلکہ ابن میمون ہے جیسا کہ ابن الاعرابی نے اس کی صراحت کی کہ وہ وضاع ہے، اس نے خود اس کا اعتراف کیا ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ کئی بار پہلے گزر چکا ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں زیاد بن میمون (راوی) ثقیفی الفاہمی انس سے روایت کرتے ہیں جب کہ اس کو زیاد ابوعمار البصری اور زیاد بن ابی حسان بھی کہا جاتا ہے وہ مدلس ہے تاکہ اس کی حالت کو معلوم نہ کیا جائے اور ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ کسی چیز کے برابر نہیں ہے اور یزید بن ہارون نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے بعد ازاں اس کی منکر احادیث کو ذکر کیا ہے یہ روایت ان سے ایک تھی۔

جب کہ دوسرا اس کا قول یہ ہے کہ ابو عمرو بصری وہ معمر یعنی ابن راشد ہے جو لقمہ ہے اور عبدالرزاق کا شیخ ہے تو بلاشبہ یہ شخص اگرچہ اس کی کنیت ابو عمرو ہے تو میں نے کسی ایسی دلیل کو اس کی تائید کرتے ہوئے نہیں پایا ہے کہ وہ اس سند میں ہو چنانچہ حافظ ذہبی اور عسقلانی (رحمہما اللہ) کا انداز اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ یہ وہ نہیں ہے تو ان دونوں نے اللسان اور العیزان میں ذکر کیا ہے کہ ابو عمرو (راوی) کا زیاد بن فلاں سے بیان کرنا جو مجہول ہے اسی طرح اس کے شیخ کا حال ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا شیخ زیاد بن میمون کذاب ہے جیسا کہ ابھی اس کا ذکر ہو چکا ہے پس شاید کہ ابو عمرو اس کو مدلس قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں زیاد بن فلاں ہیں جیسا کہ اس حدیث میں کہا ہے کہ زیاد ابی عمار ہے تاکہ اسے پہچانا نہ جائے جب یہ بات صحیح ہے تو ہمارے نزدیک اس ابو عمرو کو مجروح قرار دینے میں کافی ہے پھر میں نے پایا ہے اس چیز کو جو اس کی تائید کر رہی ہے کہ یہ حدیث زیاد بن میمون کی حدیث ہے جس کا تذکرہ علامہ الواحدی نے اپنی تفسیر (۱/۱۳۵/۱۴) میں عثمان بن مطر سے اس نے سلام بن سلیم سے اس نے زیاد بن میمون سے اس نے انس سے روایت کیا ہے جب کہ یہ سلام نامی (راوی) جو

المدائنی ہے یہ بھی کذاب ہے اور عثمان بن مطر (راوی) ضعیف ہے لیکن اس کو ابن عساکر نے (۱۱/۲۵۰) میں عثمان بن سعید الصید اوی کے طریق سے اس نے بیان کیا ہمیں سلیم بن صالح نے بتایا اس نے عبدالرحمن بن الیث بن ثوبان سے اس نے ابوعمار سے اس کو روایت کیا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کا دارودار ابوعمار پر ہے اور اسی کا نام زیاد بن میمون ہے اور وہ کذاب ہے۔

(۲۹۸) ((سُبْحَانَ اللَّهِ مَاذَا تَسْتَقْبِلُونَ، وَمَاذَا يَسْتَقْبِلُكُمْ؟ قَالَتْهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَحَى نَزَلَ أَوْ عَدُوَّ حَضَرَ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ فِي أَوَّلِ لَيْلَتَيْهِ مِنْ رَمَضَانَ لِكُلِّ أَهْلِ هَذِهِ الْقِبْلَةِ، قَالَ: وَفِي نَاحِيَةِ الْقَوْمِ رَجُلٌ يَهْزُ رَأْسَهُ يَقُولُ: بَخْ بَخْ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَأَنَّكَ ضَاقَ صَدْرُكَ مِمَّا سَمِعْتَ؟ قَالَ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَكِنْ ذَكَرْتُ الْمُنَافِقِينَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ الْمُنَافِقَ كَافِرٌ، وَلاَ يَسَى لِكَافِرٍ فِي ذَا شَيْءٍ))

ترجمہ: ”تجربہ ہے تم کس کا استقبال کر رہے ہو اور تمہارا کس طرح استقبال ہو رہا ہے آپ نے ان کلمات کو تین بار دہرایا اس پر عمر نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! وحی نازل ہوئی ہے یا دشمن آدھمکا ہے آپ نے نفی میں جواب دیا البتہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی پہلی رات میں ان سب لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں جو بیت اللہ قبلہ کو تسلیم کرتے ہیں راوی نے بیان کیا اور لوگوں کی ایک جانب میں ایک شخص تھا جو اپنے سر کو حرکت دیکر کہہ رہا تھا: بہت اچھا! بہت اچھا! اس پر نبی ﷺ نے اس کو مخاطب کر کے آگاہ کیا گویا کہ تیرا سینہ اس سے تنگ ہوا جو تو نے سنا اس نے عرض کیا نہیں اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! لیکن آپ نے منافقین کا ذکر کیا اس پر نبی ﷺ نے منافق کو کافر قرار دیا جبکہ کافر کیلئے اس میں کچھ نہیں ہے“

تحقیق: حدیث منکر ہے امام طبرانی (رمہ ۴۸۱) نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۱۹۷) میں زوائد سے اور ابو طاهر انباری نے اپنی مشیخہ (۲-۱۱۳۷) میں اور ابن فسجویہ نے امالی کی ایک مجلس میں جس میں رمضان المبارک کی فضیلت کا بیان (۲۱۳-۱۱۴) تھا اور الواحی (رمہ ۴۸۱) نے الوسيط میں (۱۱۶۳/۱) اور دولابی نے السنی (۱۰۷۱/۱) میں عمرو بن حمزہ القیس ابی اسید سے اس نے کہا ہمیں

ابو الریح خلف نے انس بن مالک سے بیان کیا کہ نبی ﷺ جب رمضان کا مہینہ آتا اس نے ذکر کیا اور طبرانی نے وضاحت کی یہ روایت انس سے صرف اس اسناد کے ساتھ مروی ہے عمر (راوی) اس میں متفرد ہے اور اسی طرح اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں جیسا کہ اللالی المصنوعۃ (۱۰۱۲) میں امام سیوطی (رحمہ اللہ) کے لئے ہے اس نے اس کو اس حدیث کا بطور شاہد کے ذکر کیا ہے جو اس سے پہلے ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور یہ کوئی چیز نہیں ہے اس لئے کہ اس عمرو بن حمزہ کو ارقطنی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام بخاری اور عقیلی (رحمہما اللہ) نے کہا ہے اس کی حدیث کی کوئی متابعت نہیں ہے بعد ازاں اس کیلئے عقیلی نے دو حدیثیں درج کی ہیں جب کہ یہ ان دونوں میں سے ایک ہے بعد ازاں اس نے واضح کیا ہے کہ ان دونوں کی متابعت نہیں ہے جب کہ خلف ابو الریح مجہول راوی ہے اور وہ خلف بن مہران کے علاوہ ہے جب کہ ان دونوں میں امام بخاری (رحمہ اللہ) نے فرق کیا ہے اور اسی طرح ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے بھی چنانچہ اس نے پہلے ابن مہران کے حالات بیان کئے ہیں اور اس کی توثیق کی ہے پھر ابو الریح کے حالات بیان کئے ہیں اور اس کے بارے میں جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا ہے اس حدیث کو بیہقی نے ذکر کیا ہے۔

پھر مجھے معلوم ہوا کہ ابن خزیمہ نے اس حدیث کی تضعیف کی جانب اشارہ کیا اور اپنی صحیح میں اس کو ذکر کرنے کے بعد وضاحت کی کہ اگر حدیث صحیح ہے تو میں خلف ابو الریح کے بارے میں کوئی اور جرح اور تعدیل نہیں جانتا ہوں اور نہ عمرو بن حمزہ قیس کو جو اس سے کم درجہ کا ہے، چنانچہ امام منلدری (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر الترغیب (۶۳/۲) میں وضاحت کے ساتھ کیا ہے اور فرماتے ہیں ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے ان دونوں کا ذکر کیا ہے اور ان دونوں میں جرح کا ذکر نہیں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: تو پھر کیا ہوا اس نے اس کی توثیق کا بھی ذکر نہیں کیا ہے تو اس طرح کا شخص ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) کے نزدیک اس کے زیادہ قریب ہے کہ اسے مجہول قرار دیا جائے اس سے کہ اس کو ثقہ قرار دیا جائے وگرنہ جائز نہیں تھا کہ وہ اس سے خاموشی اختیار کرتا اور یہ بات اس کے اس قول کی مؤید ہے جو اس نے جز اول کے مقدمہ (ق ۱ ص ۳۸) میں ذکر کی ہے، علاوہ ازیں ہم نے کثرت کے ساتھ ایسے ناموں کا ذکر کیا ہے جو جرح و تعدیل سے عاری ہیں ہم نے ان کو درج کیا ہے تاکہ کتاب ان سب لوگوں پر مشتمل ہو جن سے علم مروی ہے اس خیال سے کہ ان کے بارے میں جرح و تعدیل موجود ہے تو

ہم ان کو اس کے بعد ان کے ساتھ ملائیں گے، انشاء اللہ۔

پس یہ وضاحت کہ جرح و تعدیل کو اس وقت چھوڑا جاسکتا ہے جب اس کا علم نہ ہو تو ہرگز درست نہیں کہ کسی راوی کے بارے میں خاموشی کو اس کے بارے میں توثیق باور کیا جائے جیسا کہ ہمارے بعض معاصر محدثین ایسا کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث میرے نزدیک منکر ہے اس لئے کہ یہ دونوں مجہول راوی اس میں متفرد ہیں

(۲۹۹) «إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَظَرَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَى خَلْقِهِ، وَإِذَا نَظَرَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَى عَبْدِهِ لَمْ يُعَذِّبْهُ أَبَدًا، وَلِلَّهِ عَزَّوَجَلَّ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ أَلْفُ أَلْفٍ عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ»

ترجمہ: ”جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی جانب دیکھتے ہیں اور جب اللہ کسی بندے کی جانب نظر اٹھاتا ہے تو اللہ اس کو کبھی عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جب کہ ہر رات میں اللہ عزوجل ہزاروں افراد کو دوزخ سے آزاد فرماتے ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن نسجویہ نے اس حدیث کو الامالی کی ایک مجلس میں ذکر کیا جو رمضان کی فضیلت میں مقرر کی گئی تھی اور یہ اس میں آخری حدیث ہے جو حماد بن مدرک المہجستانی سے ہے اس کو عثمان بن عبد اللہ نے اس نے کہا ہمیں مالک نے آگاہ کیا اس نے ابو الزناد سے اس نے اخرج سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے اور اسی طریق سے ضیاء المقدسی نے اس کو المختارۃ (۱۱۰۰/۱۰) میں بیان کیا جب کہ اس کیلئے اس کے ہاں اتمام بھی ہے، بعد ازاں اس نے کہا عثمان بن عبد اللہ ثامی روایت بیان کرنے میں متعمم ہے اور اسی طرح اس کو ابن جوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے، مزید بتایا ہے کہ اس میں مجہول راوی ہیں اور عثمان تہمت زدہ ہے موضوع احادیث بیان کرتا تھا سیوطی نے اس کا السلاسی (۱۰۱-۱۰۰/۱۲) میں اقرار کیا ہے، اس حدیث کو منذری (۸۱۲/۶۹۶) نے الترغیب میں اصہبانی کی روایت سے ذکر کیا ہے۔

ذہن نشین کریں یہ وہ اصہبانی نہیں ہے جو ابن جوزی کی طریق میں ہے اور مجہول کا صیغہ ذکر کرنے سے اس جانب اشارہ ہے کہ روایت موضوع یا ضعیف ہے چنانچہ میں نے اس تحقیق کو درج کیا ہے تاکہ پہلا احتمال ختم ہو جائے اور یہ حقیقت معین ہو جائے کہ حدیث موضوع ہے تاکہ جس شخص

کے ہاں علم نہیں وہ دھوکے میں واقع نہ ہو تو وہ حدیث کو روایت کرتا رہے اس خیال کے پیش نظر کہ علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے تو اس طرح نبی ﷺ کی جانب ایسی چیز کی نسبت ہو جائے گی جو بات آپ ﷺ نے نہیں کہی ہے۔

(۳۰۰) «مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ مِائَتِي مَرَّةٍ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ حَسَنَةٍ، إِلَّا يَكُونُ عَلَيْهِ ذَنْبٌ»

ترجمہ: ”جس شخص نے قل هو اللہ احد کو آخرتک دو سو بار پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے پندرہ سو نیکیاں تحریر فرماتے ہیں البتہ جب اس پر قرض ہو“

تحقیق: حدیث موضوع ہے الخطیب (۲۰۳/۱۶) نے اس کو ابوالریح الزہری کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ہمیں حاتم بن میمون نے ثابت سے اس نے انس سے مرفوع بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد انتہا درجہ کی ضعیف ہے ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس حاتم (راوی) کے بارے میں کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور کم روایات بیان کرنے والا ہے وہ ثابت نامی (راوی) سے ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جو اس کی احادیث کے مشابہ نہیں ہیں کسی صورت میں ان سے استدلال کرنا درست نہیں اور وہ ایسا راوی ہے جو ثابت سے اس کی مرفوع روایات بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے قل هو اللہ احد کو پڑھا (حدیث کا ذکر کیا) اور امام بخاری (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ یہ منکر احادیث بیان کرتا ہے چنانچہ محدثین اس طرح کے مشائخ سے خود کو تحفظ عطا کرتے تھے۔

مزید برآں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الخطیب کے طریق سے موضوعات میں شامل کیا ہے، بعد ازاں اس نے اس کو موضوع قرار دیا ہے اور حاتم (راوی) کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ کسی حالت میں حجت کے قابل نہیں ہے لیکن حافظ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲۳۸/۱) میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ امام ترمذی اور محمد بن نصر نے اس حدیث کو اس کے طریق سے دیگر الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ یہ تعاقب بے فائدہ ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہو رہا ہے اور جن الفاظ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہیں کہ جس شخص نے روزانہ دو صد بار قل هو اللہ احد کی قرأت کی تو اس سے پچاس (۵۰) سال کے گناہ محو کر دیئے جائیں گے البتہ قرض معاف نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث کو امام ترمذی (رحمہ اللہ) (۵۰/۱۳) نے اور محمد بن نصر (رحمہ اللہ) نے قیام اللیل (ص ۶۶) میں محمد بن مرزوق کے طریق سے اس نے کہا مجھے حاتم بن میمون نے بتایا اس نے ثابت سے

اس نے انس سے مرفوع بیان کیا، امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ حاتم راوی کو حجت قرار دینا کسی صورت میں جائز نہیں جیسا کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے کہا ہے نیز ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کی اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ جو اس سے پہلے ہیں جب کہ اسناد بھی ایک ہیں نیز داری (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۳۶۱/۲) میں الوفا کے طریق سے اس نے ام کثیر انصاریہ سے اس نے انس سے مرفوع ذکر کیا ہے کہ جس نے پچاس بار پڑھا تو اللہ اس کے پچاس سال کے گناہوں کو معاف کر دیں گے جب کہ ایک دوسرے طریق سے یہ حدیث ثابت سے روایت کی گئی ہے اس میں وارد ہے کہ اس کے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ حدیث منکر ہے جیسا کہ قبل ازیں ہی اس کا ذکر (رقم ۲۹۵) میں گزر چکا ہے

جب کہ ابن الملقن (رحمہ اللہ) نے خلاصة البدر المنیر (ق ۲/۶۹) میں ان دونوں کو برقرار رکھا ہے، اور المجموع میں ہے کہ طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الکبیر میں اس کو خباب سے مرفوع روایت کیا ہے البتہ علی سے مرفوع ذکر نہیں کیا ہے اور اس کی اسناد میں کیسان ابو عمر کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے ابن حبان کے سوانے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ السناد (رحمہ اللہ) نے الفیض میں عراقی سے روایت کیا ہے اس نے ترمذی کی شرح میں اس حدیث کو انتہا درجہ کی ضعیف قرار دیا ہے اور الہدایۃ کی تخریج سے اس میں کیسان خصاب اس طرح انتہا درجہ کا ضعیف ہے، راہن حجر (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس حدیث کی اسناد میں کیسان (راوی) ان کے نزدیک ضعیف ہے البتہ ابن العزیزی کا قول جو الجامع الصغیر کی شرح (۱۴۹/۱) میں ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے جس کی تلافی ہو رہی ہے جب کہ اس کا یہ قول وہم ہے جب کہ اس کی تلافی نہیں ہو رہی ہے اور اس کے سوانے بھی اس کی تلافی نہیں کی ہے اور اس کے سوانے اس کا رد عائنیں کیا ہے بلکہ اس کی مخالف روایت ہے اور وہ یہ ہے۔

(۳۰۱) «من

## شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل (رحمہ اللہ) کا مختصر تعارف

از قلم: مولانا محمد رمضان یوسف سلفی (ایڈیٹر صدائے ہوش لاہور)

شیخ القرآن و الحدیث مولانا محمد صادق خلیل جلیل القدر عالم دین ہیں انہوں نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں نام پیدا کر کے شہرت دوام حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی علمی صلاحیتوں اور اوصاف و کمالات سے نوازا ہے آپ جید عالم، بلند پایہ مدرس، منجے ہوئے تجربہ کار مترجم، اونچے درجے کے مفسر قرآن، بلند اخلاق، متواضع، فصیح اللسان، سلیم العقل اور صحیح الفکر اہل علم ہیں عذوبت لسان اور اخلاق حسنیہ کی دولت سے مالا مال ہیں علم و عمل کا حظ وافر ان کے حصے میں آیا ہے۔

ان کے گونا گوں اوصاف کے باعث سب لوگ ان کا احترام کرتے ہیں اور یہ بھی سب کے مشفق و مہربان ہیں آپ گزرے ہوئے دور کی یادگار اور اسلاف کی نشانی ہیں گزشتہ ستاون اٹھاون سال سے آپ درس و تدریس، وعظ و تقریر اور قلم و فرطاس سے دین اسلام کی اشاعت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں اس مرد حق آگاہ کی تدریسی سرگرمیوں کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں لوگوں نے ان سے تفسیر وحدیث، فقہ و اصول، صرف و نحو اور منطق و معانی وغیرہ علوم کی تحصیل کی اور مرتبہ کمال کو پہنچے، بلاشبہ مولانا صاحب کی تصنیفی و تدریسی خدمات کا دائرہ دور تک پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے، آپ عالی قدر والدین کے نہایت نیک اور خوش بخت فرزند ہیں ان کی زندگی حرکت و عمل کا مجموعہ ہے انہوں نے تنہا ایک جماعت جتنا علمی کام کر دکھایا ہے مولانا موصوف سادی وضع کے ایک عظیم المرتبت انسان ہیں، میں اس نیک طینت عالم دین سے دوستانہ مراسم رکھتا ہوں وہ میرے مشفق و مہربان ہیں۔

مجھے کئی بار اپنے عزیز دوست علی ارشد چوہری کے ہمراہ ان کے باب علمی پر حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہونے کا موقع ملا جی چاہتا ہے کہ ان کے علمی کارناموں اور ان کی حیات جاوداں کی ایک جھلک اپنے قارئین کو بھی دکھائی جائے اس سلسلہ میں مجھے اپنے مرشد و مربی ذہبی دوراں مولانا محمد اسحاق بھٹی (مصنف کتب کثیرہ) کے باب عالی پر دستک دینا پڑے گی بھٹی صاحب نے اپنی تصنیف لطیف ”قافلہ حدیث“ میں مولانا موصوف پر تفصیلی مضمون لکھا ہے لہذا ہم چند باتیں بھٹی صاحب کی کتاب ”قافلہ حدیث“ سے مستعار لیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

مولانا محمد صادق خلیل مارچ ۱۹۲۵ء فیصل آباد ضلع کے مشہور قصبہ ”اوڈانوالہ“ میں پیدا ہوئے



آپ کے والدین نے اپنے طور پر آپ کی تربیت بہتر طریقے سے کی کچھ بڑے ہوئے تو والد مکرم نے ادویہ، ماٹورہ وغیرہ زبانی یاد کرانا شروع کیں اور سرکاری سکول میں داخل کرادیا اس زمانہ میں پرائمری کا لفظ چار جماعتوں پر بولا جاتا تھا انہوں نے سکول سے پرائمری پاس کی تو ان کے والد مکرم نے ۱۹۳۸ء میں ان کو اپنے گاؤں ”اوڈانوالہ“ کے اس دینی مدرسہ میں داخل کروا دیا جو صوفی محمد عبداللہ (رحمہ اللہ) نے جاری کیا تھا یہ چھ سال کا نصاب تھا جو انہوں نے اسی دارالعلوم تقویۃ الاسلام ”اوڈانوالہ“ کے اساتذہ سے مکمل کیا۔

ان کے ابتدائی دور کے اساتذہ میں سے خود ان کے والد محترم ہی ان احمد دین (جو صوفی عبد اللہ صاحب کے تخلص دوستوں میں سے تھے صوفی محمد عبداللہ (بانی دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ) و جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کا نجن) اور صوفی محمد ابراہیم اوڈانوالہ والے تھے۔

پھر متوسط اور انتہائی درجوں کی کتابیں جن اساتذہ سے پڑھیں وہ شیخ الحدیث حافظ محمد گوئد لوی، مولانا نواب الدین، مولانا ثناء اللہ ہوشیار پوری، مولانا عبدالرحمان نو مسلم، مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب حسینی اور مولانا داؤد انصاری بھوجیانی (رحمہ اللہ) تھے یہ تمام حضرات عالی قدر کسی زمانہ میں ”اوڈانوالہ“ میں فرائض تدریس سرانجام دیتے رہے تھے اور مولانا موصوف نے انہی سے تکمیل تعلیم کی اور اسی دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی اس کے علاوہ انہوں نے میٹرک کا امتحان دیں رہ کر دیا اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا اور فاضل فارسی کے امتحانات بھی اسی دارالعلوم کی طرف سے دیئے اور نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

دارالعلوم میں کئی سال یہ سلسلہ چلا کہ جو طالب علم وہاں سے فارغ ہوا وہیں استاذ کی حیثیت سے اس کی تقرری کر دی گئی اور اسے باقاعدہ تنخواہ ملنے لگی مولانا موصوف کو بھی یہ رعایت دی گئی اور فراغت کے بعد ۱۹۳۵ء میں بطور استاذ کے انکی خدمات حاصل کر لی گئیں آپ ۱۹۳۵ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک پندرہ سال دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ کی مسند تدریس پر فائز رہے۔

۱۹۶۱ء میں مولانا سید داؤد غزنوی (رحمہ اللہ) کے حکم سے وہ اپنے گاؤں کے دارالعلوم سے نکلے اور جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں چلے آئے یہاں کم و بیش انہوں نے دس سال پڑھایا، اس کے علاوہ مولانا محمد صادق خلیل جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کا نجن، دارالحدیث کراچی، مدرسہ تدریس القرآن والحدیث راولپنڈی، جامعہ رحمانیہ لاہور اور آخر میں دارالحدیث کوٹ رادھا کشن (ضلع قصور) میں عرصہ

تک خدمت تدریس کا فریضہ ادا کرتے رہے انہوں نے مختلف اوقات میں ماوڈانوالہ سے لے کر کراچی تک سات مدارس دینیہ میں خدمت تدریس سرانجام دی جو کم و بیش چالیس برس کی طویل مدت میں پھیلی ہوئی ہے اس عرصہ میں ان سے ہزاروں طلباء نے استفادہ کیا اور علم و عمل کی رفعتوں پر متمکن ہوئے۔

ان کے چند نامور شاگردوں میں خطیب ملت علامہ احسان الہی ظہیر شہید، شیخ عبد اللہ ناصر رحمانی کراچی، شیخ الحدیث مولانا عبد الحمید ہزاروی، مولانا محمد عبداللہ راولپنڈی، مولانا محمد شمس الدین افغانی، مولانا ارشاد الحق اثری، پروفیسر ظفر اللہ کراچی، شیخ الحدیث مولانا قدرت اللہ فوق، مولانا محمد خالد سیف، شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید ہزاروی، حافظ فتح محمد فتنی مکہ مکرمہ، مولانا قاضی محمد اسلم سیف، پروفیسر عبدالکلیم سیف کوٹ رادھا کشن، حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی، حافظ عبدالرشید اطہر، مولانا عبدالعزیز حنیف، شیخ عبداللطیف شجاع آبادی کراچی، مولانا عبدالغفور ناظم آبادی قابل ذکر ہیں۔

مولانا صاحب نہایت پیارے خطیب بھی ہیں وہ دھیمے لہجے میں بڑی پیاری گفتگو کرتے ہیں اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہایت خوبصورتی سے کرتے ہیں ان کی تقریر میں متانت سنجیدگی علمی و باہت اور رسوخ علم کا عنصر پایا جاتا ہے آپ مختلف مقامات پر خطابت کا فریضہ ادا کرتے رہے ہیں پیرانہ سالی کے باعث اب وعظ و تقریر سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔

مولانا موصوف کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ اوصاف و کمالات اور گونا گوں خوبیوں سے بہرہ ور کیا ہے وہ بہت بڑے مصنف مترجم اور مفسر قرآن ہیں انہوں نے اپنی رہائش محلہ رحمت آباد (متصل حاجی آباد فیصل آباد) میں ضیاء السنۃ کے نام سے ترجمہ تالیف کا ادارہ قائم کر رکھا ہے اور اس کی طرف سے ابتداء میں جو نہایت اہم کتاب شائع کی وہ ترمذی شریف کی شرح نصفۃ الاحوذی تصنیف مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری (رحمہ اللہ) کی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جو انکا عظیم کارنامہ ہے۔

اب آئیے ان کی ترجمہ و تالیف کی مساعی کی طرف کہ انہوں نے اپنی اچھی خاصی لائبریری بنائی اور اسے صادق خلیل اسلامک لائبریری کا نام دیا، ان کی تحریر سادہ سلیس اور گھٹتہ ہوتی ہے اس میں مطالعہ کا حسن علم کی چنگلی اور زبان و ادب کی نشاہت پائی جاتی ہے عربی سے اردو ترجمہ بہت عمدہ کرتے ہیں اس میں اردو زبان کی نزاکتوں کو ملحوظ رکھتے ہیں ان کی ترجمہ کردہ کتب نے اس خطہء ارض میں بڑی شہرت پائی ہے عربی کتب کے تراجم ان کی گوہر باقلم کا خوبصورت شاہکار ہیں بلاشبہ آپ ادب و انشاء میں اپنا ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔

ذکورہ کتابوں میں سے بعض کتابیں کافی ضخیم ہیں ان میں اکثر کئی کئی پارچے چکی ہیں اب مولانا کی پوری توجہ قرآن مجید کی تفسیر کی طرف ہے اس تفسیر کا نام انہوں نے اصدق البیان رکھا ہے ۳ جون ۲۰۰۲ء کو اس مبارک اور عظیم کام کی تکمیل کر چکے ہیں اللہ کے فضل سے اس تفسیر کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں باقی ایک جلد کمپوزنگ اور طباعت کے مراحل سے گزر رہی ہے یہ تفسیر چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوگی، انشاء اللہ۔

مولانا موصوف نے اس تفسیر میں علمی جواہر پارے اس خوبی سے صفحہ و قسط پر مرتب کئے ہیں کہ ان کی تحقیق اور ادبی ذوق کی داد دینا پڑتی ہے دور حاضر میں یہ تفسیر اپنے منفرد اسلوب علمی و ادبی دلکشی کے باعث انفرادیت کی حامل تفسیر ہے، مولانا موصوف کی یہ وہ علمی و دینی خدمات ہیں جو انہوں نے بڑی ہمت و محنت سے سرانجام دی ہیں اگرچہ انہیں اپنے صاحبزادہ گرامی قدر عبدالحفیظ مدنی کا تعاون بھی حاصل ہے لیکن جو خدمت ان کی نیک اور صالح بیوی نے عمر بھر کی ہے اسے مولانا موصوف بہت زیادہ محسوس کرتے ہیں۔

مولانا کی زوجہ محترمہ مدہ منیٰ ۲۰۰۲ء کو اس دنیا فانی سے رخصت ہوئیں وہ بڑی عابدہ زاہدہ تقویٰ شعار اور شوہر کی خدمت گزار تھیں تمام عمر شوہر کا دست بازو بن کر رہیں اور ہمیشہ مولانا کی تدریسی و تصنیفی سرگرمیوں میں ان کی ہمت بندھائی اور بے پناہ خدمت کی اللہ تعالیٰ اس نیک خاتون کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

یہ ایک اجمالی سی مولانا موصوف کی تدریسی و تصنیفی کام کی جھلک ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان مساعی جلیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

مولانا محمد صادق ظلیل 6 فروری 2004ء بروز جمعہ المبارک (عید الاضحیٰ کے تیسرے دن) فجر کی نماز کے وقت مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے (اللہ وانا الیہ راجعون) وفات سے قبل ہی انہوں نے تفسیر کی آخری جلد مکمل کر لی تھی جو زیر طباعت ہے مولانا مرحوم نے سعودی عرب کے بین الاقوامی شہرت یافتہ عظیم روحانی لیڈر محمد بن عبدالوہاب کی زندگی اور خدمات پر لکھی گئی عربی کتاب کا ترجمہ بھی کیا پوری دنیا میں اس کتاب کے کئے گئے تراجم سے مولانا محمد صادق کی کتاب کا انتخاب ہوا جس پر انہیں خصوصی اعزاز سے نوازا گیا مرحوم کے انتقال پر علمی حلقوں میں گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا تمام مکاتب فکر کے لوگوں نے مولانا محمد صادق ظلیل کی وفات پر افسوس کرتے ہوئے ان کی خدمات کو سراہا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو جنت الفردوس میں جگہ اور لواحقین کو صبر جمیل سے عطا فرمائے۔

ممتاز عالم دین ادیب دانشور شیخ الحدیث مولانا محمد صادق ظلیل کی رحلت پر عالم اسلام کی متعدد شخصیات نے ان کی علمی خدمات پر موصوف کو زبردست خراج تحسین پیش کیا، امام کعبہ شیخ عبدالرحمن السدیس نے کہا کہ عالم اسلام ایک عظیم دانشور سے محروم ہو گیا ہے جسے عربی ادب پر مکمل عبور حاصل تھا، سعودی عرب کے وزیر مذہبی امور صالح بن عبدالعزیز آل شیخ نے کہا کہ محمد صادق ظلیل کی وفات سے علمی حلقوں میں ایسا خلا پیدا ہو گیا جو مدتوں پورا نہ ہو سکے گا موصوف نے قرآن مجید کی جو تفسیر لکھی ہے یہ دنیا بھر میں اردو پڑھنے والوں کے لئے عظیم تحفہ ہے۔

سعودی مجلس شوریٰ کے سپیکر اور مسجد الحرام کے خطیب شیخ صالح بن حمید نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ موصوف کا شمار اونچے درجے کے مفسر قرآن سلیم النقل اور صحیح الفکر اہل علم میں ہوتا تھا، مؤتمر عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل راجہ ظفر الحق نے کہا ہے کہ مولانا مرحوم شکر و بدعت کے اندھیروں میں روشنی کی کرن تھے ان کے تحریری ورثے سے امت مسلمہ ہمیشہ رہنمائی حاصل کرتی رہے گی، پاکستان مسلم لیگ کے قائد میاں محمد نواز شریف اور سیکرٹری اطلاعات صدیق الفاروق نے مولانا کی وفات پر گہرے رنج غم کا اظہار کیا ہے۔

مزید براں رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ محسن ترکی سعودی وزیر عدل و انصاف عبداللہ ابراہیم مرکزی جمعیت اہلحدیث سعودی عرب کے امیر مولانا عبدالملک مجاہد، آزاد جموں کشمیر کے سابق صدر سردار عبدالقیوم خان، معروف دانشور محمد اسحاق بھٹی، وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الہی، مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر صالح عبداللہ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بشری افتخوشوں کو معاف کر کے ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور عالم اسلام کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سربراہ سینیٹر علامہ ساجد میر مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عبدالعزیز حنیف، جامعہ سلفیہ کے سربراہ میاں نعیم الرحمن، سابق رکن قومی اسمبلی مولانا معین الدین لکھوی، جماعت الدعوة کے امیر حافظ سعید، جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد، پاکستان مسلم لیگ (ن) کے جنرل سیکرٹری خواجہ سعد رفیق، مولانا یوسف انور نے مولانا کے انتقال پر دلی تعزیت کا اظہار کیا۔

مرحوم کی نماز جنازہ اسی تاریخ کو مغرب کی نماز کے بعد جامعہ سلفیہ میں شیخ الحدیث حافظ مسعود عالم (رحمۃ اللہ علیہ) نے پڑھائی اور مرحوم کو رحمت آہاد کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

## تبصرہ برائے

(نماز نبوی (احادیث صحیحہ کی روشنی میں)

☆ مصنف: علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)

☆ اردو ترجمہ: شیخ الحدیث مولانا محمد صادق ظلیل (حفظہ اللہ)

☆ صفحات: ۲۰۸ ☆ قیمت: ۱۰۰ روپے

☆ ناشر صادق ظلیل اسلامک لائبریری رحمت آباد (حاجی آباد) فون نمبر 780141 فیصل آباد

علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ) کے نام اور کام سے ایک دنیا آگاہ ہے انہوں نے اپنے تجربہ علمی وسعت مطالعہ اور تحقیق سے خدمت حدیث کا فریضہ ادا کر کے تاریخ اسلام میں امنٹ نقوش ثبت کئے ہیں علامہ موصوف نے اسلامی احکام وقواعد اور تعلیم کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کئے ہوئے بے شمار عنوانات پر لکھا اور بہت سی کتابیں تالیف کیں ان کے گوہر بار قلم سے کئی تحقیقی اور علمی کتب معرض وجود میں آئیں اور بہت سی کتب احادیث کو البانی مرحوم نے اپنی تحقیق سے آراستہ کیا۔

زیر تبصرہ کتاب نماز کے موضوع پر علامہ البانی صاحب کی نہایت عمدہ کاوش کا خوبصورت اردو ترجمہ ہے اس میں سنت نبوی کے مطابق نماز کا طریقہ اور مسائل احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں احادیث صحیحہ کی روشنی میں نماز کے موضوع پر یہ ایک جامع کتاب ہے۔

اس کا اردو ترجمہ رواں، شگفتہ اور سلیس ہے جو مشہور مترجم، مصنف اور مفسر مولانا محمد صادق ظلیل کے قلم کا رہن منت ہے اس ایڈیشن میں کچھ اضافے بھی کئے گئے ہیں جو اس کتاب کے نئے عربی ایڈیشن کے مطابق ہیں اس کے علاوہ اس اردو ایڈیشن میں حوالہ جات کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کتاب کے آخر میں مراجع ذکر کئے گئے ہیں اس کے علاوہ آخر میں مصنف اور مترجم کے مختصر حالات زندگی بھی شامل اشاعت ہیں۔

بلاشبہ نماز نبوی کا یہ جدید ایڈیشن بہت ہی اضافی خوبیوں اور ظاہری اور معنوی حسن سے آراستہ کر کے قارئین کے خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، کتاب کی طباعت، کاغذ، جلد بندی، کمپوزنگ اور خوبصورت ٹائٹل کے سلسلے میں اعلیٰ معیار کو پیش نگاہ رکھا گیا ہے نماز کی درستی اور سنت نبوی کے مطابق نماز کی ادائیگی کیلئے اس کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

(تبصرہ نگار: محمد رمضان یوسف سلفی، ایڈیٹر: صدائے ہوش)

## ضیاء السنۃ (ادارۃ الترجمہ و التالیف) کی مطبوعات

## عربی کتب

- 1:- تحفة الاحوذی (شرح جامع الترمذی ۵ مجلدات)
- 2:- الصارم المنکی فی الرد علی السبکی (تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ)
- 3:- اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء
- 4:- عرش الرحمن (تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ)
- 5:- الرد علی الاتحادیین و وحدة الوجود (تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ)
- 6:- الاحکام فی اصول الاحکام (تالیف: علامہ ابی العز الحنفی)

## مولانا محمد صادق خلیل (رحمہ اللہ) کے قلم سے تالیف کردہ مختصر رسائل

- 1:- حج کیسے کیا جائے 2:- رمضان المبارک کے احکام و فضائل 3:- فاتحہ خلف الامام
- 4:- اثبات رفع الیدین 5:- رکعات تراویح 6:- اسلام میں شب برأت کا تصور

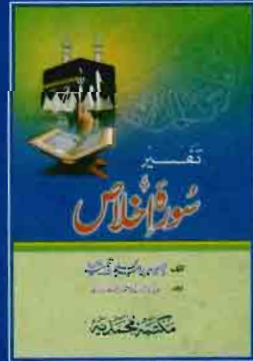
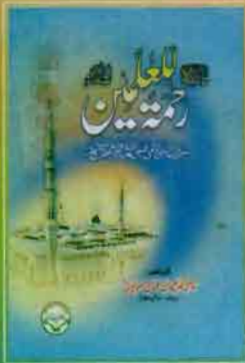
## اردو کتب

- ☆ آئینہ ابوالکلام (رحمہ اللہ) مرتب عتیق صدیقی
- ☆ علماء اہل حدیث کی تفسیری خدمات (مرتب ملک عبدالرشید عراقی)
- ☆ المسح علی الجوربین (تالیف: علامہ جمال الدین قاسمی)
- تحقیق: علامہ البانی (ترجمہ: مولانا محمد عبدہ)
- ☆ اسلام میں سنت کا مقام (مرتب ملک عبدالرشید عراقی) زیر طبع

## زیر طبع اردو تراجم

- ☆ الترغیب و التہیب ☆ الرد علی البکری (امام ابن تیمیہ)
- ☆ احوال آخر الایام ☆ قصیدۃ النونیۃ و المیمیۃ (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ)
- ☆ آداب الزفاف (کتاب و سنت کی روشنی میں) تالیف: علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)
- ☆ الاحادیث الضعیفہ (حدیث نمبر ۳۰ تا ۵۰) تالیف: علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)

# چند اہم مطبوعات



مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ اردو بازار لاہور  
 الفضل مارکیٹ

Mob: 0300- 4826023, 042-37114650

E: mail: maktabah\_muhammadia@yahoo.com  
 & maktabah\_m@hotmail.com

